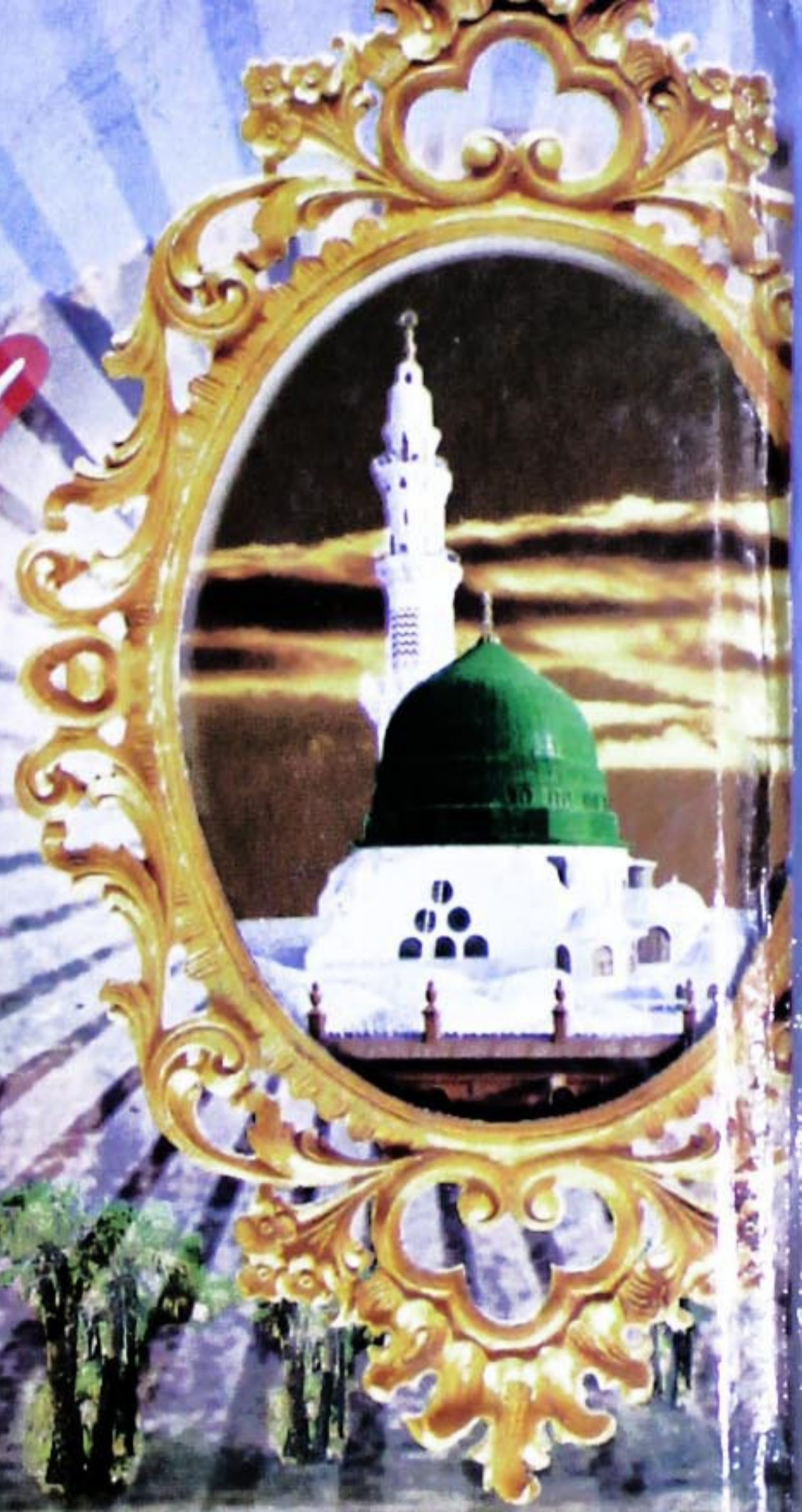


عزوة بدر

یوم الفتن



میں نے سلام حضور بنانا سید سعادت علی قادری برکات اللہ علیہ

ضیاء الفتنہ آراں پبلی کیشنز

لاہور - کراچی - پاکستان



غزوة بدر یوم الفتن

مبلغ سلام حضور موناہند سعادت علی قادری ابرکام العاہ

ضیاء القسراں پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی۔ پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

غزوة بدر (یوم الفرقان)	نام کتاب
مبلغ اسلام سید سعادت علی قادری	تصنیف
علامہ بدر القادری	نظر ثانی
سید عامر علی قادری	اہتمام
فروری 2002ء	تاریخ اشاعت
ایک ہزار	تعداد
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور	ناشر
1Z147	کمپیوٹر کوڈ
60/- روپے	قیمت

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7247350-7225085

فیکس:- 042-7238010

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:- 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

Green Dome International Ltd.

148-164 Gregory Boulevard

Nottingham NG7 5JE UK.

Tel:- 0115-911 7222 Fax:- 0115-911 7220



تذ

اُن کی جن کا ذکر ہو رہا ہے، جو ہمیں

نظر نہیں آتے لیکن ہمیشہ کے لیے زندہ ہیں۔

ع اگر قبول اُفتد زہے عز و شرف



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

اُستادِ محترم، غزالی زماں، حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ، کاظمی، امر و ہوی،
رحمۃ اللہ علیہ، کے نام، جن کی، شفقت و محبت نے، مجھے فوقِ مطالعہ بخشا، جن
کے علم و فضل کا، نشان، مدرسہ انوار العلوم ملتان، آج بھی سرچشمہ فیضان ہے، خدا،
اس درسگاہ کو ہمیشہ، آباد رکھے، اور میرے اُستاد کا فیض تا قیامت جاری رہے۔

فقیر محمد سعید سعادت علی قادری



”کتاب ایک نظر میں“

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۷۰	پروگرام		<u>تعارف</u>
۷۲	پہلا تیر	۹	<u>مقدمہ</u>
۷۲	پہلا مقتول	۳۱	<u>کلمات بدر</u>
۷۳	<u>اصل موضوع</u>	۳۶	<u>ابتدائیہ</u>
۷۴	مقام بدر	۳۹	<u>شروع اللہ کے کلام سے</u>
۷۵	مکہ کا قافلہ تجارت	۵۲	<u>احادیث مبارکہ</u>
۷۵	اہم باتیں	۶۳	<u>موضوع سے پہلے</u>
۷۶	مدینہ میں قافلہ کی اطلاع	۶۴	داخلی مسائل
۷۷	بچوں کی واپسی	۶۶	خارجی مسائل
۷۸	دیگر انتظامات	۶۶	عبداللہ بن ابی اور
۷۸	روانگی		کفار مکہ
۷۸	سواری		سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
۷۹	قافلہ	۶۷	اور ابو جہل
۸۰	مکہ میں خبر	۶۸	اشتغال انگیزی
۸۰	قریش کا حال	۶۹	اذن جہاد

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۰۱	لشکرِ قریش	۸۱	قریش کی روانگی
۱۰۳	حق و باطل آمنے سامنے	۸۳	قافلہ تجارت
۱۰۴	دعاء نصرت	۸۵	لشکرِ اسلام
۱۰۵	آغازِ جنگ	۸۷	تقریر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ
۱۰۵	اتفاقیہ شہادت	۸۷	تقریر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
۱۰۶	پہلا مقتول	۸۹	صحابہ کا حال
۱۰۹	دو فریق	۸۹	بدر کے قریب
۱۱۱	دشمن پر بھلی گری	۹۲	لشکرِ اسلام میں شیطان
۱۱۲	بے ترتیب جنگ	۹۳	عریش
۱۱۳	زُبر بمقابلہ عبید	۹۳	معاینہ
۱۱۴	فرعون کا قتل	۹۴	دعا اور نیند
۱۱۷	امیہ کا قتل	"	مشرکہ نصرت
۱۱۸	فتح	"	پھر عریش
۱۱۹	شہداء	"	پہلا مقابلہ
۱۲۱	فتح کے بعد	۹۶	بدر کا میدان جنگ (نقشہ)
۱۲۱	اہل مدینہ کو خوشخبری	۹۷	<u>یوم الفرقان</u>
۱۲۲	اقسوسناک	۹۸	جھنڈے
۱۲۳	واپسی	۹۹	صفت بندی
۱۲۴	تقسیم غنیمت	۹۹	عشق بھڑک اٹھا
۱۲۵	استقبال	۱۰۰	ہدایات

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۵۳	نصرت	۱۲۷	ایرانِ بدر
۱۵۵	جنگ کے لیے نکلنا	۱۲۸	دو قتل
۱۵۶	بارش ہو گئی	۱۳۰	قیدیوں کے متعلق مشورہ
۱۵۸	نیند آگئی	۱۳۱	پہچا سے فدیہ
۱۶۰	فرشتوں کی آمد	۱۳۳	داماد سے فدیہ
۱۶۵	تعداد کم دکھانا	۱۳۵	مکہ ماتم کدہ
۱۶۷	مٹھی بھر خاک	۱۳۷	نتائج و اثرات
۱۶۹	وضاحت	۱۴۰	متفرق واقعات
۱۶۹	عیریا نصیر	۱۴۰	دو خواب
۱۸۰	وجہ اختلاف	۱۴۲	امید پر خوف
۱۸۳	صحابہ کی ناگواری	۱۴۲	عداس کی نصیحت
۱۸۵	مالِ غنیمت	۱۴۳	فال کی خبر
۱۸۸	عتاب	۱۴۳	اصول کی پابندی
۱۹۲	اختتام	۱۴۵	چند معجزے
۱۹۲		۱۴۷	بدر کے بعد



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ وَعَلَى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ

اَجْمَعِيْنَ

مقدمہ

بلغ اسلام حضرت علامہ مولانا سید سعادت علی قادری، کے مقالے ”یوم الفرقان“ کا مسودہ، میرے پیش نظر ہے، جو کہ تاریخ اسلام کے، ایک اہم واقعہ ”غزوہ بدر“ پر مولانا کی نہایت علمی اور تحقیقی تالیف ہے اس کے متعلق، بطور مقدمہ، چند سطور، لکھنا میرے لیے باعث فخر ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی ہنzb معاشرہ، جنگ و جدال کو پسند نہیں کرتا، لیکن یہ بھی مسلمہ امر ہے، کہ باغیرت اور باہمت قومیں، دشمن کی تلوار کا جواب تلوار سے ہی دیتی ہیں جب دشمن، میدان جنگ میں لگارتا ہے، تو پھر، وہ وقت تہذیب و شائستگی کے اظہار کا نہیں، بلکہ، اپنی طاقت و قوت کے مظاہرے، اور اپنی شجاعت و بہادری کا سکھ منوانے کا ہوتا ہے، میدان کارزار، کسی قوم کو یا تو گنہگار کے غار میں دھکیل دیتا ہے، یا پھر، مذہبی اور سیاسی، برتری و قیادت، اُسے نصیب ہوتی ہے۔

کسی حد تک یہ صحیح ہے کہ ہمیشہ، جنگ میں اُلجھے رہنا، قوموں کی ہمہ جہتی، تعمیر و ترقی کی راہ میں زبردست رکاوٹ ثابت ہوتا ہے۔ اور مستقل حالت جنگ، قوم کی ذہنی، نشوونما، پر بچہ، اثر انداز ہوتی ہے، لیکن مشاہدہ اور تاریخ، یہی بتاتی ہے، کہ جس قوم، اور مخصوص پیغام کے علمبردار، افراد کا مقابلہ، مخالفت کے طوفانوں اور

دشمن کی قوت سے نہ ہو، وہ قوم کبھی ترقی کی منزل نہیں پاسکتی۔ اور نہ ایسے افراد، اپنے مخصوص پیغام کی اشاعت و تبلیغ اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری پوری کر پاتے ہیں۔ اور نہ ہی، انہیں، وہ بلندی اور عظمت نصیب ہوتی ہے جو مخالفت قوتوں سے نبرد آزما ہونے کے بعد حاصل ہوتی ہے، مزاحم قوت سے بیوسر پیکار ہونے ہی سے عزم جواں اور حوصلے بلند ہوتے ہیں، مشکلات و آزمائش کی تپش سے ہی، قوم کے افراد یا کسی نصیب العین کے پیروکار، گندن بن کر نکلتے ہیں، مصائب و آلام کی گھڑیاں ہی مخلص و بے لوث، افراد کی شناخت کا ذریعہ بنتی ہیں۔

اسلام کے دشمنوں نے اہل اسلام پر جو الزام، بار، بار، لگایا، وہ یہی ہے کہ ”یہ دین تلوار کے ذریعہ پھیلا اور جنگی فتوحات کی وجہ سے ہی، اسلامی حکومت، دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچی، لیکن یہ متعصب اور تار و پاج سب سے بہرہ لوگ یہ نہیں جانتے، کہ مسلمانوں نے تو تلوار، اس وقت اٹھائی، جب، اسلام کے منکروں نے، علیہ اسلام کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، اور وہ اس دین الہی کو مٹا دینے کے درپے ہوئے، اور جب غیر مسلموں نے، اسلامی حکومت کو تسلیم کیا، تو پھر انہیں وہی حقوق و مراعات ملے جو اسلامی حکومت کے کسی بھی شہری کو حاصل تھے، اور پھر یہی غیر مسلم، اسلام کی حقانیت، اُس کی پُر اثر تعلیمات کا مشاہدہ کر کے، اُس سے مطمئن ہوئے اور انہوں نے بغیر کسی جبر کے، اپنی مرضی سے اسلام کو قبول کیا، پس اسلام تلوار کے زور سے نہیں، بلکہ اُس دور کے مسلمانوں کے عظیم کردار سے پھیلا، اور بعد میں یہ تو مسلم ہی اسلام کے مبلغ، بن کر دنیا کے گوشے، گوشے میں پھیلے، اور انہوں نے علیہ حق کے لیے، اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔

یہ بات واضح ہے کہ، ابتدائی دور کے مسلمان، اسلام کے پیغام کو متعارف کرانے کے لیے اور اُسے، دنیا بھر کی اقوام سے تسلیم کرانے یا پھر، اسلامی حکومت

کے تابع رہ کر زندگی بسر کرنے کے مشن کے لیے، مسلح جدوجہد کرتے رہے، اور یہی، بنی محترم رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم مشن کی بنیاد ہے، اور ہر دور میں اسلامی حکومت کے پیش نظر یہی مقصد ہونا چاہئے، کہ:-

دنیا کے تمام ممالک کو اسلامی پیغام سے روشناس کرایا جائے، اگر وہ اس پیغام کو تسلیم نہ کریں، تو پھر جنگ کے ذریعہ، ان کی سیاسی قوت و برتری کا خاتمہ کیا جائے تاکہ حکومت اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہو، اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام پوری قوت کے ساتھ ہو سکے، کیونکہ دنیا بھر کے انسانوں تک اللہ کا پیغام پہنچانا، مسلمانوں کی عظیم ذمہ داری ہے، اور جب غیر اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد اسلامی حکومت قائم ہو جائے، تو وہاں کے باشندوں کو اسلام کی دعوت، اس طرح دی جائے، کہ بغیر کسی جبر و اکراہ کے وہ مشرف باسلام ہوں، اگر وہ اسلام قبول نہ کرنا چاہیں، تو ان سے ٹیکس (جزیہ) وصول جائے، اور ان کے جان و مال، عزت و آبرو کی پوری طرح حفاظت کی جائے، اور ان کو، مسلمانوں ہی کی طرح باعزت شہری سمجھا جائے۔

اس طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے، کہ اسلام اپنے ماننے والوں اور خاص طور پر اسلامی حکومتوں اور سیاسی قوتوں سے اس جذبے کا خواہاں ہے، جس کے تحت غیر مسلم دنیا کے خلاف، برسر پیکار رہنا، مقصد اولین ہو، اس جذبہ کی بہترین مثال خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک ہے، اور اسی کی پیروی، آپ کے جلیل القدر خلفائے راشدین، رضوان اللہ علیہم اجمعین، نے کی، خلیفہ اول، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے، اپنے دور خلافت کا پہلا ہی فیصلہ یہ صادر فرمایا کہ، اُس لشکر کو، دشمن کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا، جسے، عہد رسالت میں ہی، روانہ ہونے کا حکم مل چکا تھا لہذا، یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے، کہ، اسلامی حکومت، ایک اعتبار سے، ہمیشہ ہی حالت جنگ میں رہتی ہے، کفر و شرک، کے خلاف، طاغوتی طاقتوں، گمراہ کن

تحرکوں کے خلاف، یہی ہماری تاریخ ہے، یہی ہمارا ورثہ ہے، ہم زندہ رہیں، تو مجاہد و غازی بن کر، مریں تو شہید ہو کر، ہماری یہ کیفیت رہے تو، قابلِ فخر ہے، اس جذبہ کو نہ صرف قائم رہنا چاہئے، بلکہ اُسے فروغ پذیر ہونا چاہئے، آج ہماری زندگی کا یہی حصہ کمزور تر ہوتا جا رہا ہے اور دشمن ہمیشہ کمزور حصہ پر ہی حملہ آور ہوتا ہے رہی بات، اسلام دشمن طاقتوں کے مذموم پروپیگنڈے کی، تو ان کا مشن ہمیشہ یہی رہا اور رہے گا، کیا مخالفت کے خوف سے ہم اپنی منزل حاصل کرنے کی کوششیں ترک کر دیں! کیا طاقت کے عدم توازن، میں ہم اپنے عزم و حوصلے کو، ظاہری اسباب اور مادی وسائل کے دستیاب نہ ہونے کی بھینٹ چڑھا دیں، جب کہ مؤمن کی شان ہی، اللہ تعالیٰ کی عظیم تر قوت پر، اعتماد و یقین ہے، یہی مؤمن کا طرہٴ امتیاز ہے، کیا خوب فرمایا، علامہ اقبال نے سہ

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبریل نے

جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

کیا ہم اپنی تاریخ فراموش کر چکے ہیں، کہ نظامِ مصطفیٰ کے علمبردار، جب میدانِ کارزار میں آجاتے تھے۔ تو پھر وہ میدان سے بھاگنا، یا، ناکام ہو کر واپس جانا، نہ جانتے تھے، وہ، جرأت و شجاعت کے فلک بوس ستون، اپنی جانوں کا تدریجاً پیش کرنا ہی اپنے لیے عظیم سعادت اور بلند مقام سمجھتے تھے، ان کے سامنے دو ہی راستے ہوتے تھے، اور دونوں ہی کامیابی و کامرانی کے راستے ہیں، راہِ حق میں سرکٹا کر ابدی زندگی کے حصول کا راستہ، یا، اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کا سر قلم کر کے، مجاہدین کی فہرست میں شامل ہو کر، بلندی کا راستہ، ان دونوں عظیم مقاصد کی کو پیش نظر رکھ کر وہ میدانِ جنگ میں اترتے تھے، اور دادِ شجاعت دیتے تھے، اس عزم کی موجودگی میں، ناکامی و شکست کا، کوئی تصور تک ان کے ذہن میں نہ آتا تھا، کہ ناکامی و نامرادی

کا خطرہ تو اُسے ہوتا ہے جس کے پیش نظر دنیا کا عیش و عشرت ہو اور اُسے یہ دنیا محبوب و مرغوب ہو، وہ عظیم شخصیات جو صرف حیاتِ جاوداں ہی کی خواہاں تھیں، بھلا شکست و فتح کے ظاہری اسباب کو کیونکر خیال میں لاتے، انہوں نے تو صرف ایک ہی منزل چنی تھی، وہ فتح و کامرانی کی منزل تھی، بقا اور حیات کی منزل تھی، جو، شہید ہو کر بھی حاصل ہوتی ہے اور دشمن پر غالب آکر بھی، ان کا مقصد اور نصب العین صرف ایک ہی تھا۔

۵ کٹ تو سکتی ہے یہ گردن پر لچک سکتی نہیں

دنیا اُسے اسلام تو کیا، دنیا اُسے کفر کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے، کہ یہ نفوسِ قدسیہ جہاں زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت کا حسین پیکر تھے، وہاں بہادری و شجاعت میں بھی اپنی مثال آپ ہی تھے، اُن کی راتیں مصلے پر یادِ الہی میں محو ہو کر گزرتی تھیں اُن کی جبیں سجدوں سے معمور رہتی تھیں لیکن، دن میں، وہ دشمن کے مقابلے پر ایک آہنی چٹان بن جاتے تھے، ان کے فولادی عزائم کے سامنے کوئی ٹھہرنے پاتا تھا، نورِ نبوی نے اُن کے اندر جو قوت و حوصلہ پیدا کر دیا تھا، وہ ناقابلِ شکست بن گیا تھا، صحبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اُن کے ایمان کو جو، جلا بخشی تھی وہ، ناقابلِ تسخیر تھی، نگاہِ رسالت کا، جو فیضان، اُن کو نصیب ہوا تھا، اُس سے وہ عزم و ہمت کا عظیم پہاڑ بن گئے تھے، دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کے وقت، تو یہ علم و تواضع، عجز و انکساری کا نمونہ ہوتے تھے، لیکن جب باطل قوتوں سے نبرد آزا ہوتے، تو ان سے بڑا تلوار کا دھتی کوئی نہ ہوتا تھا، ان سے زیادہ جری، نڈر، کوئی نظر نہ آتا تھا، اقبال نے ان کی، خوبیوں کے حسین توازن کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے، ۵

ہو ملکہ یاراں تو ریشم کی طرح نرم

رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

لیکن، افسوس یہ ہے، کہ کچھ تحریر نگاروں نے، غزوہ بدر، کے حوالے سے جرأت و استقامت کے ان پکیروں کی شخصیت کا عکس، قارئین پر، کچھ اس طرح چھوڑنے کی کوشش کی ہے کہ جیسے وہ بادلِ نخواستہ میدانِ جنگ میں ڈھیلے گئے، ان کی خواہشات کے برعکس، ان سے یہ جنگ لڑوائی گئی، اور حالات ایسے ہو گئے کہ انہیں فتح کا تاج مل گیا، اس قسم کے خود ساختہ نظریات کو جب قرآن کی تشریح و تفسیر قرار دیا جائے، اور بزعم خویش، سب سے بہتر، قرآنِ فہمی کا دعویٰ کیا جائے تو ذہن ڈگمگاتا اور دل، شکوک و شبہات کا شکار ہوتا ہے کہ کیا یہی تھے، وہ مثالی انسان اور سرورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ساتھی، جو حالات سے گھبراتے تھے، اور پرخطر حالات کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان سے، جی چراتے تھے، اور جو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و نصرت پر اعتماد و یقین کی بجائے، مصلحتوں کا شکار تھے ایسا نہیں، اور ہرگز ایسا نہیں، تو پھر یہی لہنا پڑتا ہے کہ کسی بھی لمحے، ان حضرات کے نہ تو قدم ڈگمگائے اور نہ ہی انہوں نے نپست ہمتی اور مصلحت پسندی کا مظاہرہ کیا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب حضرات تھے، اور خدائے تمیز نے، بعد از انبیاء و رسل، نسلِ انسانی کے، مثالی، بہترین اور قابلِ تقلید انسانوں ہی کو فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھی اور معاون ہونے کا شرف عطا کیا تھا، اس کے باوجود، ان پر تنقید، کس قدر افسوسناک ہے۔

اس سلسلہ میں سید ابوالاعلیٰ مودودی، کی ایک عبارت ملاحظہ ہو، وہ

لکھتے ہیں۔

چند سرقر و شرفدانیوں کے سوا، اکثر آدمی، جو اس خطرناک ہم (غزوہ بدر) میں شریک تھے، دلوں میں سہم رہے تھے، اور انہیں ایسا محسوس ہوتا تھا، کہ جانتے بوجھتے موت کے منہ میں جا رہے ہیں

مصلحت پرست لوگ اگرچہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، مگر ایسے ایمان کے قائل نہ تھے، جس میں، جان و مال کا زیاں ہو، اس مہم کو دیوانگی سے تعبیر کر رہے تھے، اور ان کا خیال تھا، کہ دینی جذبے نے ان لوگوں کو پاگل بنا دیا ہے، مگر نبی اور مؤمنین صادقین، یہ سمجھ چکے تھے، کہ یہ وقت جان کی بازی لگا دینے کا ہی ہے، اس لیے، اللہ کے بھروسے پر وہ نکل کھڑے ہوئے، اور انہوں نے سیدھی جنوب مغرب کی راہ لی، جدھر سے قریش کا لشکر آ رہا تھا، حالانکہ ابتداء میں قافلہ کو لوٹنا مقصود ہوتا، تو شمال مغرب کی راہ لی جاتی۔

(تفہیم القرآن، جلد دوم، سورہ انفال، تاریخی پس منظر)

آپ نے ملاحظہ فرمایا، کہ مولانا مودودی کے نزدیک، غزوہ بدر، کے شرکاء میں ایسے حضرات موجود تھے، جو سراپمگی میں مبتلا تھے، یہ لوگ چند ایک نہیں بلکہ اکثریت میں تھے، ان کے بقول، یہ صحابہ کرام مصلحت پرست تھے، جو اگرچہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، لیکن وہ ایسے ایمان کے قائل نہ تھے، جس میں جان و مال کا زیاں ہو۔ وہ اس مہم کو دیوانگی سے تعبیر کر رہے تھے، کس کی دیوانگی! اس مہم کے لیے روانگی کا حکم تو سید المرسلین، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا، پھر یہ دیوانگی کس کی تھی! وہ لوگ کسے دیوانہ سمجھ رہے تھے! قابلِ غور ہے یہ سوال، اس قسم کے نظریہ کی جسارت مولانا مودودی، ہی جیسا محقق کر سکتا ہے، ورنہ اگر اس مفروضہ پر، اس اہم تاریخی واقعہ کی بنیاد قائم کی جائے، تو تاریخ اسلام کی عظیم عمارت ڈھاتی ہوئی نظر آتی ہے اور شجاعت و ہمت کا یہ مثالی اور یادگار واقعہ ہی غیر اہم، قرار نہ پائے گا بلکہ، رسول مکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، کی تمام وفاداریاں اور قربانیاں، مشکوک ہو

جائیں گی، پھر تو یہ مقدس حضرات، ایک ایسا ٹولہ نظر آنے لگیں گے، جن کا مقصد (معاذ اللہ) صرف ذاتی مفادات کا حصول تھا، وہ کس عظیم مقصد کو لے کر نہ اٹھے تھے، سرفروش تھے، مگر بہت کم، ورنہ اکثر تو حالات کے دھارے میں بہہ رہے تھے، سوچئے اگر یہ تصور کر لیا جائے، تو ہم اپنے کن اسلاف پر فخر کر سکیں گے، کس کی زندگی کو قابل تقلید قرار دیں گے، کس کی بات پر اختیار کریں گے، قرآن و سنت کی تعلیمات حاصل کرنے کے لیے کس کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، پھر دین کا مرکز و منبع کسے قرار دیا جائے گا، پس ہم پناہ مانگتے ہیں، ہر ایسے نظریہ سے، جس سے اکابر و اسلاف کی شخصیات مجروح و ناقابل اعتبار نظر آنے لگیں۔

امت مسلمہ کا موقف، شروع سے آج تک یہی رہا ہے، کہ صاحبِ قاب قوسین محبوب رب المشرقیین والمغربین، شفیع الامم، صاحب الجود والکریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند ہمت، اور عظیم المرتبت ساتھی ایسے تھے کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی جنبش ابرو پر اپنی جانیں قربان کر دینے کے لیے ہر آن تیار رہتے تھے، انہوں نے اپنی زندگیوں، حبیب کبریٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خواہش و احکام کے مطابق ڈھالنے کے لیے وقف کر رکھی تھیں، اور ہر لمحہ حضور علیہ السلام کے حکم پر قربانی دینے کے لیے سر تسلیم خم رکھتے تھے، وہ کفار کے مقابلے میں، اگرچہ بظاہر کم ہوتے تھے، لیکن وہ افرادی قوت کے اعداد و شمار میں پڑنے والے اور طاقت و توانائی کے تخمینے لگانے والے نہ تھے، وہ سرکار کی قیادت و رہبری میں، پُرخطر حالات کا مقابلہ بھی سکرانے ہوئے کرتے تھے، کیونکہ ان کے لیے یہ کیا کم، وجہ تسکین تھی، کہ "خالق حقیقی کا محبوب ان کا آقا اور سپہ سالار ہے، چشمِ فلک نے ایسے کئی مناظر دیکھے، جب وہ عدوی اقلیت کے باوجود، سُرخرو، اور کامیاب و کامران لوٹے، فاتح اور غازی کہلائے "غزوہ بدر" ہی پر غور کیجئے، اس میں ان مجاہدین نے بہادری کے جو عظیم کارنامے

دکھائے، وہ رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے، ان کی بہادری کی داستان، مسلمانوں کو ہمیشہ جوش اور ولولہ فراہم کرتی رہے گی، آخر ان کی کامیابی کا راز کیا تھا، کیا وہ اسلحہ کے ڈھیر پر ناز کرتے تھے، کیا مادی وسائل و ذرائع پر انہیں بھروسہ تھا، نہیں بلکہ، بقول حفیظ جالندھری سے

بھروسہ تھا تو اک سادہ سی کملی والے پر

یہ نفوس قدسیہ ہر آزمائش میں پورے اترے، انہوں نے ہر مرحلے پر جان نثاری اور وفا شکاری کے ایسے لازوال نقوش چھوڑے جو تا ابد، درخشندہ تابندہ رہیں گے، ان حضرات کے خلوص و وفاداری پر شک کرنا عمارتِ ایمان کو متزلزل کر لے گا، مفتی محمد شفیع، زر قانی شرح مواہب اللدینیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں -

شکاءِ بدر کی مقدس ہستیوں کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا مقام ہے

اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ ان حضرات کے نام پڑھ کر، جو

دعا کی جائے، قبول ہوتی ہے، علماء و صالحین میں زمانہ دراز سے مصائب

و حوادث، امراض و آفات سے نجات حاصل کرنے کے لیے مجرب

مانا گیا ہے، علامہ درانی نے فرمایا کہ ہم نے مشائخ حدیث سے سنا

ہے، کہ بخاری میں حضرات بدر میں کے نام ذکر کرنے کے وقت

جو دعا کی جائے، قبول ہوتی ہے، بارہا اس کا تجربہ کیا گیا ہے۔

(پیش لفظ، اسماء البدریین، مرتبہ مولانا سلیم اللہ)

رہے، وہ بد بخت لوگ جو دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر کے

باوجود، دلوں میں نفاق کے بیج بوئے رکھتے تھے، ان کے ظاہر و باطن میں بہت

تضاد تھا، وہ تعداد میں جتنے بھی تھے، ان میں سے ہر ایک کے متعلق حضور علیہ السلام

کو علم تھا، اور حضور ہر کسی کے باطنی حال سے آگاہ تھے، اور جب ضرورت

محموس ہوئی، آپ نے، مجمع صحابہ میں..... ان بدطنیت افراد کے ناموں کا اعلان بھی کر دیا، لیکن غزوہ بدر کے شرکاء متعلق، کوئی غلط گمان بھی، ایمان کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے مترادف ہے،

امت مسلمہ کے جمیع علماء و مفسرین، اس بات پر متفق ہیں، کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ منورہ سے ابوسفیان کے تجارتی قافلے پر حملے کی غرض سے روانہ ہوئے تھے، راستہ میں، آپ نے مبدلے ہوئے حالات کے مطابق فیصلہ تبدیل فرمایا، اور مکہ سے آنے والے قریش کے مسلح لشکر کا مقابلہ کرنے کی غرض سے ”بدر“ پہنچے، جہاں، کفر و اسلام کی پہلی باقاعدہ جنگ ہوئی، جسے، ”غزوہ بدر“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جہاں تک مولانا مودودی صاحبؒ کے مفروضے کا تعلق، کہ لشکر مصطفوی، قافلے کو، لوٹے، نکلا، ہی نہ تھا، سراسر، قیاس آرائی پر مبنی ہے، جس کا ذرا کوئی ٹھوس ثبوت فراہم نہ کر سکے، سوائے اس کے، کہ وہ حدیث و معاری کی کتابوں میں وارد تمام روایات کو بلا دلیل ناقابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ اور اپنے خود ساختہ نظریہ کو علماء متقدمین و متاخرین سے، برتر و بالا جانتے ہیں، از سرسیر و معاری کی کتابوں میں وارد، تمام روایات کو قرآن کے خلاف اور ناقابل اعتماد قرار دیتے ہیں جیسا کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ قریش کے تجارتی قافلے پر حملے کے پروگرام کو اس لیے خارج از امکان قرار دیتے ہیں، کہ وہ اپنی جدت پسندی کی وجہ سے، اس قافلے کو روکنے یا اس پر حملہ آور ہونے کی کوئی توجیہ پیش کرنے سے قاصر ہیں جب کہ مقلد کے مولف علامہ سید سعادت علی قادری نے، اس پہلو کو بڑی خوبصورتی سے، یوں اجاگر کیا ہے۔

در اس قافلہ تجارت پر حضور علیہ السلام کی توجیہ، صرف اس لیے

ہوئی، کہ اس کا مال و اسباب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف، استعمال
کئے جانے کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا، لہذا مسلمانوں نے طے کیا، کہ
وسائل جنگ کو ہی ختم کر دیا جائے، تاکہ جنگ نہ ہونے پائے، جانیں
ضائع نہ ہوں، اور بدامنی نہ پھیلے، لیکن کفار قریش نہ مانے، ان کا
قافلہ، بعافیت نکل گیا پھر بھی وہ مسلمانوں سے آٹکرائے، اور پھر
جو ہوتا تھا، سو، ہو کر رہا، حضور علیہ السلام کا یہ عمل ایک ایسی ہی سیاسی
تدبیر تھا، جیسی تدابیر آج بھی، دشمن کو کمزور کرنے، ڈرانے، اور
اُس پر اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے کی جاتی ہیں۔

علامہ قادری، کا موقف حقیقت پر مبنی ہے۔ اور ان کی تحریر، جیب رسول
و عظمت صحابہ کی، نگہبان بھی نظر آتی ہے۔ ان کا نظریہ نیا نہیں، امت کے قدیم
وجہید علماء کی اکثریت اسی نظریہ پر قائم رہی ہے۔ علامہ نے، اپنے مقالہ
میں، اس حقیقت کو بڑی وضاحت کے ساتھ، دلائل و حوالا جات سے بیان
کیا ہے۔ مقالے کا یہ حصہ، یقیناً، قارئین کے لیے، نہایت مفید ثابت
ہوگا۔

تفسیر ابن کثیر کو، تفاسیر میں جو مقام حاصل ہے، اُس سے اہل علم بخوبی
واقف ہیں، بعد میں تفسیر لکھنے والے زیادہ تر مفسرین نے۔ تفسیر ابن کثیر
سے، استفادہ کیا ہے، اس وقت، ہمارے پیش نظر، بھی یہی تفسیر ہے
یہاں، علامہ اسماعیل بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ انفال کی تشریح کرتے ہوئے
غزوہ بدر سے متعلق جو روایات نقل کی ہیں، ہم ان کا خلاصہ پیش کرتے ہیں
جس سے، علامہ قادری کے موقف کی مزید تائید ہو رہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ منورہ سے ابوسفیان کے قافلے کا

راستہ روکنے نکلے تھے، کیونکہ آپ کو معلوم ہو چکا تھا، کہ یہ قافلہ ملک شام سے، قریش کے لیے، بہت مال و اسباب لے کر روانہ ہو چکا ہے، بعد میں جب لشکر کفار سے جنگ کا فیصلہ کیا گیا، تو صحابہ کرام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے تو قافلہ کو روکنے کا فیصلہ فرمایا تھا، ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، کہ ہمیں جنگ کرنا پڑے گی، ورنہ ہم گھر سے، جنگ کے لیے تیار ہو کر نکلتے، یعنی، مدینہ منورہ سے چلتے وقت جنگ کے متعلق ارادہ ہی نہ تھا، راستے میں، مرضی الہی کے مطابق قافلہ تجارت یا لشکر قریش درجہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہو چکا تھا، میں سے کسی ایک ٹکراؤ ہونے سے آگاہ کیا گیا، یعنی یہ ارشاد ہوا، کہ دو، میں ایک چیز تمہیں ملے گی، یا تو قافلے کو لوٹ لو، یا لشکر کفار کا مقابلہ کرو، مسلمان چونکہ ارادہ جنگ سے نہیں چلے تھے، اس لیے، اکثر کی رائے یہی تھی، کہ قافلے کو لوٹ لیا جائے۔

تفسیر ابن کثیر میں، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے، یہ حدیث بھی منقول ہے، کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ سے ارشاد فرمایا، کہ مجھے خبر ملی ہے، کہ ابوسفیان قافلہ لے کر آ رہا ہے، تم لوگ کیا کہتے ہو، کیا اس قافلے کا راستہ روکنے کے لیے ہم سب نکل پڑیں، ممکن ہے تم لوگوں کو بہت کچھ مال و دولت مل جائے ابو ایوب فرماتے ہیں، ہم نے عرض کیا، ضرور، چلنا چاہئے چنانچہ مدینہ منورہ سے، اسی ارادے سے چلے، اور راستے میں، آپ نے ارشاد فرمایا، کہ کافروں سے جنگ کرنے کے متعلق تمہاری

کیا رائے ہے، کیونکہ انہیں، اس بات کی خبر ہوگئی ہے کہ تم قافلے کو روکنے کے لیے چل پڑے ہو، اس موقع پر بعض مسلمانوں نے قافلہ تجارت کا تعاقب کرنے ہی کا مشورہ دیا، کیونکہ حضور علیہ السلام نے مشورہ ہی طلب فرمایا تھا، جیب صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کی رضا و رغبت دیکھی، کہ آپ، لشکرِ قریش ہی کا مقابلہ کرتا چاہتے ہیں تو سب نے، آپ کے حکم کو تسلیم کیا، اور لشکرِ اسلام، لشکرِ کفار کا مقابلہ کرنے کے لیے چل پڑا،۔

اردو تفاسیر میں، علامہ ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر منظر ہی، ایک ضخیم تفسیر ہے سورہ انفال ہی میں غزوہ بدر، کے ضمن میں وہ اسلامی لشکر کی مدینہ منورہ سے روانگی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

بہت سے لوگ ساتھ نہیں بھی گئے، مگر ان کو قابلِ ملامت قرار نہیں دیا گیا، کیونکہ ان کو خیال بھی نہ تھا، کہ کوئی جنگ بھی پیش آسکتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی کوئی زیادہ اہتمام نہ فرمایا حتیٰ کہ جیب کچھ صحابہ نے اجازت چاہی، کہ ہماری سواریاں بالائی مدینہ میں ہیں، ہم جا کر لے آئیں، تو آپ نے فرمایا، نہیں بس وہ لوگ ساتھ چلیں جن کے پاس سواریاں موجود ہیں۔

صدر الافاضل، حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی، امام اہل سنت حضرت علامہ الشاہ احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن کے حاشیہ میں لشکرِ قریش پر حملے کے فیصلے کے وقت صحابہ کرام کی تشویش اور پھر حضور، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی منتظر کشی اس طرح فرماتے ہیں۔

بعض کو یہ عذر ہوا، کہ ہم تیاری سے نہیں چلے تھے، نہ ہماری تعداد اتنی ہے اور نہ ہی ہمارے پاس سامان و اسلحہ کافی ہے، یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گراں گذرا، اور آپ نے فرمایا، قافلہ تو ساحل کی طرف نکل گیا، ابو جہل سامنے آ رہا ہے، اس پر ان لوگوں نے پھر عرض کیا، یا رسول اللہ! قافلے ہی کا تعاقب کیجئے، اور لشکر دشمن کو چھوڑ دیجئے، یہ بات، ناگوار خاطر اقدس ہوئی، تو حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر اپنے اخلاص و قربانیداری، اور، رضا جوئی و جاں نثاری کا اظہار کیا، اور بڑے ہی قوت و استحکام کے ساتھ عرض کی، کہ وہ کسی طرح بھی مرضی مبارک کے خلاف سستی کرنے والے نہیں ہیں پھر اورد صحابہ نے بھی عرض کیا، کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو جو امر فرمایا ہے، اس کے مطابق تشریف لے چلیں، ہم ہر طرح ساتھ ہیں۔
مولانا اشرف علی تھانوی، اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں۔

چونکہ بارادہ مقابلہ لشکر نہ آئے تھے، اور اس سامان حرب کافی ساتھ نہ تھا و نیز خود تین سو چند آدمی تھے، اور لشکر میں ایک ہزار آدمی تھے، اس لیے بعض کو پس و پیش ہوا، اور عرض کیا، کہ، اس لشکر کا مقابلہ نہ کیجئے بلکہ قافلے کا تعاقب مناسب ہے۔
مولانا شبیر احمد عثمانی، موضح القرآن میں رقمطراز ہیں۔

طبری کے بیان کے مطابق بہت سے لوگوں نے اس ہم میں جانے سے پہلو تہی کی، کیونکہ، انہیں کسی بڑی جنگ کا خطرہ نہ تھا جس کے لیے بڑا اجتماع و انتہام کیا جائے، چونکہ کسی بڑے لشکر سے مدد بھیڑ

ہونے کی توقع نہ تھی، اس لیے جمعیت اور سامان، اسلحہ وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہ کیا گیا، فی الوقت جو لوگ اکٹھے ہو گئے، سرسری سامان کے ساتھ روانہ ہوئے اسی لیے بخاری کی روایت میں، حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں، جو لوگ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے، ان پر کوئی عتاب نہیں ہوا، کیونکہ حضور علیہ السلام صرف تجارتی ہم کے ارادے سے نکلے تھے، اتفاقاً خدا نے باقاعدہ جنگ کی صورت پیدا فرمادی۔

شیعہ مترجم قرآن، حافظ فرمان علی نے بھی تقریباً اسی طرح، اس واقعہ کو بیان کیا، ممتاز سیرت نگار، علامہ نور بخش توکلی لکھتے ہیں،

واضح رہے کہ مسلمان محض قافلہ قریش سے تعرض کے لیے نکلے تھے، ان کو علم نہ تھا کہ فوج قریش سے مقابلہ کرنا پڑے گا، اس لیے فوری تا تمام تیاری کی گئی۔

ان تمام اقتباسات کو درج کرنے کا مقصد یہ تھا، کہ یہ بات واضح ہو جائے، کہ ”مدینہ منورہ“ سے روانگی صرف ابوسفیان کی قیادت میں آنے والے، قافلے پر حملہ کرنے کے لیے ہوئی تھی، راستے میں حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق، لشکر قریش کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ ہوا صحیح روایات سے یہ ثابت ہے، اور قرآن کریم کی آیات بھی اسی قدر تصدیق کرتی ہیں۔ اگر بعض صحابہ نے، قافلہ تجارت پر حملہ کا مشورہ دیا تھا، تو صرف اس مشورہ کی بناء پر ان کے عزائم اور شجاعت پر شک کرنا، بہت بڑی زیادتی ہے، خود حضور علیہ السلام نے ان حضرات کے چلنے کا حکم دیا، جن کے پاس سواریاں موجود تھیں۔ قافلہ تجارت کی اس ہم میں جو صحابہ کرام تشریف نہ لے گئے، ان کا دربار رسالت میں کوئی مواخذہ نہ ہوا، اس لیے جو حضرات اس ہم میں شریک نہ ہوئے، ان کے متعلق، مولانا مودودی کے یہ الفاظ ”محصلات پرست لوگ جو اگرچہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، مگر ایسے ایمان کے قائل

نہ تھے، جس میں جان و مال کا زیاں ہو، اس مہم کو کو دیوانگی سے تعبیر کر رہے تھے، اور ان کا خیال تھا، کہ دینی جذبے نے ان کو پاگل بنا دیا ہے، ان کے اپنے خیالات کے ترجمان ہوں تو اور بات ہے، ورنہ قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام میں، اس قسم کے ریاکار کس کی کوئی شہادت نہیں ملتی، علماء محققین، مفسرین اور مؤرخین نے اس بات کو بھی وضاحت سے بیان کیا ہے، کہ مدینہ منورہ سے چلتے وقت، حضور نے ابوسفیان کے تجارتی قافلے پر حملے ہی کا منصوبہ بنایا تھا، نہ کہ مکہ مکرمہ سے آنے والے لشکرِ قریش پر حملے کا، ہاں یہ بات ضرور تھی، کہ جب حضور علیہ السلام نے، لشکرِ قریش پر حملے کا فیصلہ فرمایا، تو بعض صحابہ کرام پر بار ہوا، قرآن کریم میں ہے۔

وَإِنَّ خَيْرَ مَنِ الْمُؤْمِنِينَ
لَكَرِهُونَ ۝

اور بے شک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر
ناخوش تھا۔ (پہ سورہ انفال، ۵)

اس سے یہ بات تو طے ہو گئی کہ حملے کے فیصلے سے ناخوش ہونے والے بھی مسلمان ہی تھے۔ مگر اسے، ان کی بزدلی، یا، ان کی مصلحت پسندی نہیں سمجھنا چاہئے۔ بلکہ علامہ سید سعادت علی القادری کی طرح، عظمت صحابہ کو برقرار رکھتے ہوئے، ان کے اس خیال کی صحیح تعبیر نکالنا چاہئے، آئندہ صفحات پر آپ تفصیل ملاحظہ فرمائیں گے، یہاں علامہ کی تحریر کا ایک حصہ ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں۔

اس موقع پر بعض صحابہ کو خیال ہوا، کہ ہم تو جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں نکلے، بے سروسامان ہیں، جب کہ دشمن پوری طرح یس ہو کر آیا ہے وہ ہم سے تعداد میں بھی زیادہ ہے، ہتھیار بھی پورے لایا ہے، اس حال میں، اس کے سامنے جانا، اپنے آپ کو موت کے منہ میں دینا ہے صحابہ کا یہ خیال بالکل فطری تھا، جیسا کہ عام لوگوں کو ایسے موقع پر خیال ہوتا ہے، یہ، نہ تو ان کے تقویٰ کے خلاف تھا، اور نہ ہی حضور علیہ السلام

کی اطاعت و فرمانبرداری سے گریز تھا، شاید اس موقع پر بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات کا ذہن اس طرف جائے کہ کیا نیتے، تجارتی قافلوں پر حملہ کرنا جائز ہے۔ اور کیا ایسا کرنا مناسب تھا، اس سوال کے متعلق، عہد حاضر کے ممتاز اسکالر، اور شہرہ آفاق، اسلامی کتب کے مصنف اور محقق ڈاکٹر حمید اللہ خان نے، علامہ قادری کے نام، پیرس سے، اپنے حالیہ مکتوب میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ قابل غور ہے، وہ لکھتے ہیں۔

شاید آپ پوچھیں گے، کیا کار و اتوں کو لوٹنا جائز ہے! یہی اعتراض دشمن مستشرقین کرتے ہیں، اور یہی سوال مجھ سے، کوئی پچاس سال قبل، پیرس، میں ڈاکٹری کے، مقالے، کے امتحان کے وقت میرے ممتحن، پروفیسر نے کیا تھا، میں نے جواب دیا تھا، کہ جب دو مملکتوں میں جنگ چھڑی ہوتی ہے، اور مکہ و مدینہ، دو مملکتیں تھیں، تو ہر ایک کو دشمن کی جان اور مال کو نقصان پہنچانے کا حق ہوتا ہے۔ (جیسا کہ حالیہ جنگ میں فرانس اور جرمنی کو حق تھا، اور یہ نہ بھلایا جائے، کہ قریش نے مسلمانوں کی جائدادیں، جو مکہ میں، ہجرت کے وقت رہ گئی تھیں، ضبط کر لی تھیں بہت سے مسلمانوں کو مکہ، میں جان سے مار ڈالا تھا، اور خود، رسول اللہ کو قتل کرنے کا منصوبہ کیا تھا، اور یہ گویا، اسلامی مملکت کے خلاف اعلان جنگ تھا، میں نے، پروفیسر مرحب کو، یہ بھی کہا تھا، کہ قافلوں کو، لوٹنا معاشی دباؤ، ڈالنا تھا، نہ کہ بنے تصور، معصوم مسافروں کا مال لوٹنا، اس پر وہ کہنے لگے، کہ یہ نئی، اصطلاح ہے میں نے کہا، اصطلاح نئی ہے، لیکن، دشمن پر دباؤ ڈالنا، یہ پرانا معاملہ ہے، ہمیشہ

ہوتا رہا ہے، اور، مملکت اسلامی، کے سپہ سالار (رسول اکرمؐ) نے بھی یہی کیا، اس پر وہ، چپ ہو گئے اور مجھے امتحان میں کامیاب کر دیا۔

اسلام کو دہشت گردی اور جنگ و جدل کا مذہب قرار دینے والے، اس بات کا تو پروپیگنڈہ کرتے ہیں، کہ نبی کریم علیہ السلام کے دور میں، کفر کے خلاف چھہتر جنگیں ہوئیں جن میں ستائیس کی کمان خود، حضور علیہ السلام نے سنبھالی، لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں، کہ ان جنگوں کے نتیجے میں، دس سال کے اندر، دشمن کی افواج کے جو سپاہی مارے گئے، ان کی تعداد صرف، دو افراد ماہانہ بنتی ہے، جب کہ مسلمان شہداء کی تعداد اس سے کہیں کم ہے، فتوحات کے اعتبار سے یہ جنگیں کامیاب ترین تھیں، کہ دس سالہ، مدنی دور کی ان جنگوں میں دو چھہتر مربع میل کا علاقہ، بھاب یومیہ فتح ہوا، یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سپہ سالاری کا اعجاز تھا، لیکن جہاں تک انسانی جانوں کے ضیاع کا تعلق ہے، تو ان کی تعداد، ہمارے دور کی، ایک معمولی چھڑپ سے بھی کم ہے پہلی اور دوسری جنگِ عظیم میں انسانیت کی جس قدر تباہی و بربادی ہوئی اور، ہیروشیما، ناگاساکی میں انسانی خون جس قدر، بے دردی سے بہا، اُسے سامنے رکھا جائے، اور جس طرح آج پُرپاؤز، انسان کو، صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے سائنسی تحقیقات کے نام پر مصروف عمل ہیں، اس پر غور کیا جائے، تو یہ حقیقت تسلیم کرنا ہوگی، کہ اسلام ہی امن و سلامتی اور انسانیت کے لیے، عزت و احترام کا، پیغامبر ہے، انسانیت کو امن و سکون صرف دینِ مصطفیٰ ہی اختیار کرنے سے نصیب ہو سکتا ہے، رسولِ رحمت کا پیغام ہی رحمتِ الہی کا ذریعہ ہے۔

بلغِ اسلام، علامہ سید سعادت علی نقاوری نے، یوں تو، ایک عرصہ سے غائبانہ تعارف تھا، لیکن ملاقات کا موقع، سلجیم میں، اُس وقت ملا، جب امام اینڈ ماسک کونسل برطانیہ کی طرف سے، بحیثیت، امام و خطیب، میرا تقرر پاکستان

اسلامک سینٹر پروسلز، کے لیے ہوا، علامہ کے خاندان سے، میرے خاندان کے قدیم روحانی و علمی روابط ہیں، میرے والد محترم حضرت پیر طریقت میاں محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین، دربار قادریہ فقیہ، جلالپور، پیر والا، (ضلع ملتان) کے، حضرت علامہ قادری کے عظیم المرتبت والد گرامی حضرت علامہ مفتی سید مسعود علی شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ سے نہایت پر خلوص تعلقات تھے، حضرت قبلہ مفتی مرحب علیہ الرحمہ، مرشدی حضرت قبلہ، غزالی زباں الیہد احمد سعید شاہ کاظمی امر و ہوی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ، مثالی درسگاہ، مدرسہ انوار العلوم ملتان میں، مفتی و نائب مہتمم کے منصب جلیلہ پر فائز تھے میرے برادران زری وقار، زید مجدھما کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے، علامہ قادری، میرے پیر و مرشد، علامہ کاظمی علیہ الرحمہ، کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، استادا اور والد رحمۃ اللہ علیہ کی علمی میراث کے امین ہیں، مختلف اسلامی موضوعات پر، موصوف کے مقالات، اہل علم سے خراج تحسین حاصل کراچے ہیں، خصوصاً مقالات قادری، قابل تعریف ہیں، جو تین جلدوں میں تقریباً بارہ سو صفحات پر مشتمل ہیں۔

غزوہ بدر، کے موضوع پر، علامہ سید سعادت علی القادری کا، پیش نظر، مقالہ ”یوم الفرقان“، بلاشبہ، علامہ صاحب کی ایک علمی، تحقیقی کاوش ہے، جس میں آپ نے کفر و اسلام کے پہلے معرکہ سے متعلق، تمام حقائق و شواہد کو بڑی خوبصورتی سے نہایت سادہ زبان میں یکجا کر دیا ہے، اور، اس طرح جو مواد مختلف کتابوں میں پھیلا ہوا تھا۔ اب ایک، کتابی شکل میں قارئین کی خدمت میں پیش، ہو رہا ہے۔ مؤلف نے صرف واقعات کی ترتیب ہی کا خیال نہیں رکھا ہے، بلکہ مختلف بنیادی و ضمنی عنوانات کے تحت متفرق و منتشر واقعات کو جمع کر کے، قارئین کے لیے مزید سہولت پیدا کر دی ہے علامہ موصوف کی تحریر حجت رسول میں ڈوبی ہوئی نظر آتی ہے، ان کا ہر لفظ، حضور کے ساتھ، ان کی و الہانہ عقیدت کا ترجمان معلوم ہوتا ہے۔ اس مقالے میں، آپ کو،

کئی ایسے مقامات ہیں گے۔ جہاں ملازمین، واقعات کو ایک اسٹے انداز سے رقم کر رہے ہیں۔ ان کا مقصد، مقام مسطفیٰؑ کو اجاگر کرنا ہے، کافروں پر حضور علیہ السلام کی طرہ سے نال چھیننے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے رہا لکھتے ہیں۔

غزہ بدر میں اور اس سے پہلے ہجرت کے موقع پر گھر سے نکلنے وقت اس کے بر غزہ یمن میں، تین مرتبہ، کافروں پر خاک و کنکریاں اٹھتے تھے۔ انہوں نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کے دست مبارک سے برسوائیں، تاکہ یہ ثابت کر لیا جائے کہ اب دنیا میں ہماری عطا و دین سے، وہ قوت و قدرت والا نبی موجود ہے، جس کی رضا و خوشنودی، ہمارے رحم و کرم کی برسات کا ذریعہ ہے اور اس سے بغاوت اُس کی حکم عدولی، اس کی ناراضگی، ہمارے عتاب و عذاب کے نزول کا سبب ہے، تیرا ہم جو کچھ دیتے ہیں اس نبی کے ہی واسطے اور وسیلہ سے دیتے ہیں، اب کافروں پر کنکریاں برسوانے کے لیے، ہم نہ تو، فرشتوں کو بھیجیں گے، نہ ابابیل کو حکم دیں گے اب اگر انسان میرے نبی سے بغاوت کرے گا، تو نبی ہی سے اُس کو تباہ کر لیا جائے گا۔

مجاہدین اسلام کے عزم و حوصلہ اور شکر کفار کے غرور و تکبر کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں
مجاہدین اسلام کے سامنے، خدا کی رضا و رسول کی اطاعت اور اسلام کو غالب کرنے کا ایسا جذبہ تھا، جس کی تکمیل کے لیے ان کے دل میں اب نہ تو کسی چیز کی محبت باقی رہی تھی مذہبی ذہن میں کسی کی قوت کا تصور اور کسی کے ڈر کا خیال رہا تھا، انہیں جنت کے، باغات، سامنے نظر آ رہے تھے، جن کی راہ میں چند پتھر، چند کانٹے، کافروں کی صورت میں تھے، وہ انہیں بہت کم نظر آئے۔ پس انہوں نے عزم کر لیا، کہ

ان تپھروں اور، کانٹوں کو ہٹاتے، کاٹتے، ہمیں اپنی منزل تک بہر حال پہنچنا ہے، اور اہل باطن کو تکبر و غرور و تعداد و وسائل کی کثرت پر اعتماد، شہرت و عزت کی ہوس نے شیطان کے مکر و فریب، نے ایسا اندھا کر دیا تھا کہ صبر و استقامت شجاعت و دلیری کے سورج، ان کے سامنے چمک رہے تھے، لیکن انہیں تو ایسا نظر آ رہا تھا کہ سامنے چند چراغ ٹمٹما رہے ہیں، بس ہم نے پھوٹک ماری اور یہ ہمیشہ کے لیے بجھے اور فرعونیت کا تاج ہمیں ملا، حق و باطل کی آویزش کل بھی تھی آج بھی ہے۔ اور ہمیشہ رہے گی دنیائے کفر آج بھی دنیائے اسلام سے برسرو پیکار ہے، اور اسلام کے خلاف ہر طرح سے مصروف عمل ہے، لیکن مسلمان حکومتیں ہوں، یا، اسلامی معاشرے کے افراد ان کی اکثریت اپنی تاریخ سے سبق حاصل کرنے اور دنیائے کفر کے سامنے، سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کی بجائے انہی کی ذہنی غلامی کا شکار نہیں رہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

”یوم الفرقان“ کا مطالعہ کیجئے، غور سے پڑھئے، دل میں وہی جذبات، بیدار ہوں گے جو ہمیشہ اہل ایمان کی کامیابی و کامرانی کا ذریعہ رہے ہیں، دعا ہے، رب ذوالجلال واکرام سے، کہ حضرت علامہ مولانا سید سعادت علی القادری، کی یہ محنت و کاوش کامیاب ہو، بارگاہِ شہداءِ بیدر میں مقبول ہو۔

از: (علامہ) پیرزادہ سردار احمد قادری

بی، اے، ایل، ایل، بی

امام و خطیب پاکستان اسلامک سینٹر، برسٹلز، بیلجیم، ۸ جولائی ۱۹۸۷ء



کلماتِ بیدار

مسلمان کی زندگی بھی حق و ناحق کی کشاکش سے عبارت ہے۔ اسبابِ حیات کے ساتھ ساتھ نفس و شیطان نیز انسانی مفاسد سے نبردِ آزمائی۔ روزِ کام ہے ایسے میں اگر مقدس زگیوں کے نقوش، کتاب و سنت کی قندیل۔ سیرتِ رسول کی شعائیں مشعلِ راہ نہ ہوں تو۔ حق و باطل کی راہیں، آپس میں گڈمڈ ہو جائیں

اندھیری شب میں اگر تیری یاد ساتھ نہ رہے

تو لمحہ لمحہ سفر کا طویل ہو جائے

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ۔ ہمارے سبھی مراحلِ حیات کے لیے بینارِ رشد و ہدایت ہے غزوة بدر کبریٰ۔ خصوصیت کے ساتھ اپنے دامن میں۔ آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالاتِ عالیہ۔ علم، تدبیر، تفکر، جرات و عزیمت، شجاعت و بصالت۔ حکمت و دانائی۔ فراست و ذکاوت۔ معجزات و خوارق کا ایک جہان روشن لیے ہوئے ہے

۱۷/ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ / ۱۳/ مارچ ۲۰۲۲ء کو سرزمینِ بدر پر کفارِ قریش

۱۔ ۱۷/ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة بدر۔ سیرت ابن اسحاق، باب غزوة بدر۔
سیرت ابن ہشام، اردو باب ۹۲

سے جو ڈبھیڑ ہوئی۔۔۔۔۔ اسے محض ایک جنگ ایک لڑائی۔۔۔ ایک معرکہ۔۔۔ نہ سمجھا جائے۔۔۔ بلکہ وہ انسانی تاریخ میں احقاقِ حق۔۔۔ اور ابطالِ باطل کی نہایت عظیم الشان درسگاہ تھی۔۔۔ جہاں خدائی قوت اور باطل پرستوں کا مقابلہ تھا۔۔۔ آدم و ابلیس۔۔۔ ابراہیم و نمرود کلیم و فرعون سے ہوتی ہوئی جو داستانِ حق آگے بڑھ رہی تھی۔۔۔ خاتم المرسلین قداہ انی و ابی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ۔۔۔ اس جہادِ سرفروشی کی تاریخ کا۔۔۔ آخری باب وہاں سے شروع ہوا۔۔۔ جس کے ذریعہ اسلام کو بالآخر فاتحِ عالم بننا تھا۔

اس لحاظ سے ہر مسلمان بچے کے لیے اس کی واقفیت از حد ضروری ہے۔۔۔ اور کارگاہِ ہستی میں قدم قدم پر ہمیں ان نقوشِ سیرت سے جو اسباق ملتے ہیں۔ وہ ان حقائق سے سیریز ہیں کہ۔

✽ رسول خدا، خاتم النبیین اور محبوب رب العالمین ہونے کے باوجود۔ غم و الم، تکالیف و مشاغل سے آپ بھی بری نہیں۔

✽ پیغمبرِ اعظم، اور مختارِ کل ہوتے ہوئے حضور نے وسائلِ حیات کا ہر موقع پر نہایت جتن سے اہتمام فرمایا، تاکہ ہمارے لیے نمونہٴ عمل مرتب ہو۔ حالانکہ زمین و آسمان اور شجر و مہر سب آپ کے حکم کے غلام ہیں۔

✽ دین و دنیا کے تمام امور ہیں۔ اہتمام۔ انتظام۔ اور سلیقہ مندی۔ اور پروگرام بندی آپ کی سنت ہے۔

✽ جہاد و غزوہ ہو یا عام حالات۔ اعتماد علی اللہ۔ اس کا شکر و امتنان کو لازمہ حیات سمجھنا چاہئے۔

✽ عدل و انصاف اور سچائی کی راہِ سخت مراحل میں بھی ترک نہیں کی جاتی، مخالف قوت خواہ کتنی ہی بے اعتدال کیوں نہ ہو۔

اس قسم کے قیمتی اسباق — تاریخ اسلام کے اس عظیم معرکہ کی تہ میں نظر آتے ہیں۔

نگاہِ اہلِ محبت اگر عرفان و شعور کی دولت سے ماٹا مال ہو تو سیرتِ رسول اکرمؐ حیاتِ صحابہ، اور سلفِ صالحین کی زندگیوں میں مراکزِ انوار ہیں — اہل اللہ کے فیوض و کرم کا کیا کہنا — انوار و برکات بھی دیتے ہیں — اور آدابِ زندگی کا سلیقہ بھی — حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ میدانِ قادسیہ سے گزرتے ہوئے — خود کو اپنے اونٹ سے نیچے گرا دیتے ہیں — خاکِ قادسیہ پر لوٹتے لوٹتے اپنے پورے جسم و لباس کو خاک آلود کر لیتے ہیں ظاہر ہیں نگاہیں حیران و ششدر ہیں — کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے! — فرمایا

”اسلام و کفر کے معرکہ میں سیدنا خالد بن ولید سیف اللہ الغالب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا گھوڑا اس میدان میں دوڑا تھا — اس کے سمندِ اقبال سے جو انوار و برکات اس زمین کی خاک میں آگئے — اس کی تابانیاں میری آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔ انہی انوار و برکات کو جذب کرنے کے لیے — میں اس خاکِ پاک پر لوٹنے لگا۔

آئیے ہم بھی — واویٰ بذر — کے ان مقدس فرات کو تہنیتِ شوق

— اور سلامِ خلوص و عقیدت گزاریں جن کے — تابان و درخشاں انوار نے عالم ہستی کی کایا ہی پلٹ دی۔

واویٰ بدر تری خاک کی عظمت کو سلام

تجھ پہ لکھی گئی تاریخِ نبوت کو سلام

اولیں معرکہ باطل و حق تجھ پہ ہوا

تجھ پہ جو اتری اس اللہ کی نصرت کو سلام

تجھ پہ اترا تھا فرشتوں کا جو لشکر اس دن
 اس پہ اور اس کے امیر قوی حشمت کو سلام
 رحمتیں، ان پہ جو بیٹھے ہیں یہاں ہوئے شہید
 ان کے اخلص کو ایشار کو جرأت کو سلام
 ہو درود آقا پہ اور ان کے سب اصحاب پہ بدر
 ان کی اولاد کو احقاد کو عترت کو سلام

بڑے ہی ویدہ ور ہیں ————— صدیق محترم مبلغ اسلام حضرت علامہ السید
 سعادت علی القادری مدظلہ العالی دامت برکاتہم ————— جنھوں نے وقت کی نبض
 شناسی کرتے ہوئے ————— ”یوم الفرقان“ کے روشن اسباق ————— بڑے ہی
 دلنشین اور سادے اسلوب میں ————— سپر و قلم فرمائے ————— اور بدامنی
 انتشار و اختراق زدہ مسلمانوں کو ————— پنغیر امن و آشتی علیہ الیحدہ والسلام
 ————— سے اکتساب و انتشار کا موقع فراہم کیا ————— قرطاس و قلم کی دیانت
 کا حق ادا کرتے ہوئے ————— مولانا محترم نے کچھ جریریت مآب محققین کی
 گرفت بھی کی ہے ————— ویسے مولانا محترم کی تحریریں نقد و نظر ————— اور
 مناظرانہ مباحث سے الگ تھلگ ————— اصلاحی ————— اور تعمیری خطوط پر ہیں
 ————— مگر ————— مسلم الثبوت حقائق ————— کی بے حرمتی دیکھ کر ————— کسی بھی
 باغیرت اہل قلم کا اعشاء ————— فطری امر ہے —————

عظمتی نہیں ہے صبر کو رخصت کئے بغیر

کام ان کی بے قرار نگاہوں سے پڑ گیا

موضوع کی مناسبت سے آپ نے اس کا بھی حق ادا کر دیا ہے، امید ہے کہ اہل علم
 و فضل کی بزم میں ————— با ذوق مسلمانوں کی محفل میں ————— ارباب خانقاہ و تصوف میں

یہ کتاب دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔ اور سیرتِ بدر الدجی، انوار غزوہ بدر کبریٰ اور
 داستانِ وادی بدر قارئین کرام کے لیے ترقی ایمان و جنات کا سبب بنیں گے۔
 حضرت مبلغ اسلام مدظلہ العالی کی تحریروں کے رسیا، اس قسم کی بیش از بیش کتابوں
 کی خواہشات کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے تمام اجاب کی ترجمانی کرتے ہوئے
 ————— بدر نایکار ————— عرض گزار ہے۔

خدا کرے یونہی خامہ ہو تیرا گو ہر بار
 دل و نگاہ کو حاصل ہوں عشق کے اطوار
 فداءِ روح میسر ہو اہل الفت کو
 جہاں میں عام ہوں۔ دین حنیف کے انوار

بدر نقادری غفرلہ

والسلام

انقادی اسلام سنٹر۔ وی بیگ۔ ہالینڈ
 سہ شنبہ ۲۵ شوال ۱۴۰۷ھ / ۲۳ جون ۱۹۸۶ء



ابشائیر

ہر سال، سترہ رمضان المبارک آتا ہے، جو غزوة بدر، کی یادگار تاریخ ہے، وہ جن کا شیوہ محسنین کو یاد رکھنا اور ان سے محبت کرنا ہے، میدانِ بدر میں، بے سرو سامانی کے باوجود، نہایت ہمت و جرات کے ساتھ، توحید و رسالت کا علم، بلند کرنے والوں کو بھی کسی نہ کسی انداز میں یاد کرتے ہیں، اور عقیدت و محبت کے حقیر نذرانے، ان کے دربارِ عالی میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ ہم ہر سال جو کچھ کرتے ہیں، وہ ان محسنین کرام کے احسان کا بدلہ تو کیا ہی ہو سکتا ہے۔ ہاں، شاید ہماری نجات کا وسیلہ بن سکے اس سال یہ اہم تاریخ آئی تو ہم نے اپنی استعداد سے، آگے بڑھ کر یہ فیصلہ کر لیا، کہ اب تک اس عنوان پر جو پڑھا اور لوگوں کو سنایا، اُسے ایک مقالہ کی صورت میں، اپنے محسنین کے دربار میں پیش کر دیں، تاکہ آئندہ پڑھا بھی جائے اور سنایا بھی جائے، اور ہمارے لیے صدقہ جاریہ بن جائے اور بعد مرگ کام آتا رہے، نیز قیامت کے دن، درخواستِ نجات کے لیے ساتھ، بطور سند و دستاویز پیش کر سکیں۔

گر قبول اُفتد زہے عزو شرف،

اس عنوان پر ہم نے جو کچھ مطالعہ، اس کا ماحصل اور خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں، سہولت کے لیے، ہم نے مقالہ کو مندرجہ ذیل عنوانات پر تقسیم کر دیا ہے

شروع اللہ کے کلام سے، احادیث مبارکہ، موضوع سے پہلے، اہل
موضوع، یوم الفرقان، فتح کے بعد، متفرق واقعات، نصرت
وضاحت،

ان عنوانات کے ذیل میں تقریباً، غزوہ بدر کے تمام پہلو: یہ قلم آگئے ہیں، نیران
غلط فہمیوں کا، ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جو ہمارے دور کے بعض اہل قلم
نے پیدا کر کے، ایک صاف ستھرے تاریخی واقعہ کو، جس پر کبھی کوئی اختلاف نہیں
رہا۔ بلاوجہ، اپنی کم علمی کے سبب، متنازع فیہ بنا دیا، خطائے بزرگان گرفتار خطا است
کا مقولہ، ہم نے بہت سنا ہے، اپنے چھوٹوں کو بھی سناتے رہتے ہیں، یہ تو نہیں معلوم
کس نے کہا ہے، لیکن بہر حال مقولہ ہے، اور ہم اس پر عمل کی بہت کوشش کرتے
ہیں، ایک عرصہ گزر گیا، قلم سے کھیلتے، لیکن بزرگوں کی اس نصیحت کے پابند رہے
ہیں، اس مرتبہ ہی ایسا ہوا ہے، کہ مطالعہ کرتے کرتے، چند اہل فکر و نظر، دراز قد
(معروف) شخصیات، ہماری پکڑ میں آگئیں، ویسے ہم، نہ تو ان کی کتابوں کا مطالعہ
کرتے ہیں اور نہ ہی ان کا انداز تحریر ہمیں کچھ بھاتا ہے، ہمارے لیے وہی اسلاف
کافی ہیں، جن کی ہر بات سند، اور قابل تقلید ہے، یہی وہ بزرگ ہیں جن پر تنقید
غلطی ہے، نہ صرف غلطی، بلکہ گمراہی ہے، لیکن جن بزرگوں نے خود ہی اپنے بزرگوں
کو نہ چھوڑا، انہیں کیا کہے، سوائے اس کے کہ، انہوں نے اپنی ہی بزرگی کو مجروح کیا
اور اپنے لیے، جرح و تنقید کا خود دروازہ کھول دیا، پھر بھی یقین کیجئے، ہم نے
جو کچھ لکھا ہے، اس سے نہ تو، کسی کی توہین و اہانت مقصود ہے، نہ دل آزاری، کہ
یہ ہماری عادت ہی نہیں، ہاں ہم نے ایک بڑی غلطی کی اصلاح ہے، جس سے ایک
حقیقت متاثر ہو رہی ہے، قرآن و حدیث کی واضح مخالفت ہو رہی ہے پس
ہم نے اس کی وضاحت اور حقیقت کا اظہار، اپنی ذمہ داری جانی اور اس کو پورا

کیا، اور جو کچھ لکھا، علمی آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے لکھا، لہذا ہم توقع کرتے ہیں کہ کسی کو، کوئی بدگمانی نہ ہوگی۔

غزوہ بدر کے واقعات پر مشتمل، اس تحقیقی و علمی مقالہ کا نام ہم ”یوم الفرقان“ رکھتے ہیں اور قارئین سے گزارش کرتے ہیں، کہ ہماری اس پیش کش سے، پورا پورا استفادہ کریں نیز زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچانے میں ہماری مدد کریں اس طرح کہ خود مطالعہ کے بعد دوسروں کو پیش کریں، دعا، کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے معاونین کو اشاعت و تبلیغ دین کی مزید توفیق مرحمت فرمائے، آمین،

طالب دعا

فقیر سید سعادت علی القادری

۱۷/شوال ۱۴۰۷ھ

۱۵/جون ۱۹۸۷ء

ہالینڈ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

” شروع اللہ کے کلام سے “

یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ
الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَأَتَقُوا
اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ
أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ ۝

وہ آپ سے غنیمتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں
آپ فرمادیں غنیمتوں کے مالک، اللہ اور رسول
ہیں، پس، اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے باہمی
معاملات کی اصلاح کرو، اور، اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایماندار ہو۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ
اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تَلَّيْتِ
عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ نُمَّا إِذْ تَهُمَّ إِيْمَانًا
وَأَعْلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝

صرف وہی سچے، ایماندار ہیں، کہ جب اللہ تعالیٰ
کا ذکر کیا جاتا ہے، تو ان کے دل کانپ اٹھتے
ہیں، اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی
ہیں، تو یہ ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں، اور
وہ صرف اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا
رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ
دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ
وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

جو صحیح صحیح نماز ادا کرتے ہیں، نیز، جو ہم
نے انہیں دیا ہے اس سے خرچ کرتے رہتے
ہیں، یہی لوگ سچے مومن ہیں، انہی کے لیے ان
کے رب کے پاس (بلند) درجے ہیں اور بخشش
ہے، اور بلندی روزی ہے۔

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ
جس طرح آپ کو، آپ کا رب نکال لیا آپ

بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ
لَكَرِهُونَ ۝

کے گھر سے حق کے ساتھ، اور بے شک اہل
ایمان کا ایک گروہ، اس کو ناپسند کرنے والا تھا۔

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا
تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى
الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۝

وہ آپ سے سچی بات میں جھگڑ رہے تھے
اس کے بعد کہ وہ واضح ہو چکی تھی، گویا، وہ
موت کی طرف ہانکے جا رہے تھے اس حال
میں کہ وہ جیسے موت کو دیکھ رہے تھے

وَإِذْ يَعِدُّكُمْ اللَّهُ إِحْدَى
الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ
أَنْ غَيَّرَ ذَاتَ الشُّكَّةِ تَكُونُ لَكُمْ
وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ
بِكَلِمَتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ
الْكَافِرِينَ ۝

اور یاد کرو، جب اللہ نے تم سے، دو
گروہوں سے ایک کا وعدہ فرمایا کہ وہ تمہارے
یہ ہے، اور تم پسند کرتے تھے کہ، ٹہنتہ
گروہ تمہارے حصہ میں آئے، اور اللہ چاہتا
تھا، کہ حق کو ثابت کر دے، اپنے ارشادات
سنے، اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ
وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

تاکہ، حق کو ثابت کر دے اور باطل کو مٹا
دے اگرچہ عادی مجرم، ناپسند کریں۔

وَإِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ
فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ
بِآلِفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ
مُرْدِفِينَ ۝

یاد کرو، جب تم اپنے رب سے فریاد کر
رہے تھے، پس، اس نے تمہاری فریاد
کو، سن لیا، (اور فرمایا، یقیناً، میں تمہاری
مدد کرنے والا ہوں، ایک ہزار فرشتوں
کے ساتھ، جو پے درپے آنے والے ہیں۔

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَى
وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ ۝

اور نہیں بنایا، فرشتوں کے نزول کو،
مگر ایک خوش خبری، تاکہ اس سے تمہارے

مَا التَّصَدُّ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
 إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ
 دل مطمئن ہو جائیں اور نہیں ہے مدد مگر اللہ
 ہی کی طرف سے، بے شک اللہ بہت غالب
 ہے، حکمت والا ہے۔

إِذْ يُخَشِّيكُمُ النَّعَاسُ أَمَنَةً
 مِنْهُ وَيُنزِلُ عَلَيْكُمْ مِنَ
 السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَ كُفْرَكُمْ
 وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْسَ
 الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى
 قُلُوبِكُمْ وَيَتَّبِتَ بِهِ
 الْأَقْدَامَ
 یاد کرو، جب اللہ نے، تمہیں غنودگی سے
 ڈھانپ دیا تاکہ، اس طرف سے تمہاری تسکین
 کا سبب ہو، اور تم پر، آسمان سے پانی اتارا
 تاکہ تمہیں پاک کر دے اُس سے، اور دور
 کر دے، تم سے، شیطان کی نجاست، اور
 تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے، اور تمہارے
 قدموں کو جما دے،

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَأِكَةِ
 آتِيَّ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا
 سَأَلْتَنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا
 الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ
 الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ
 كُلَّ بَنَانٍ
 یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں
 کی طرف وحی فرمائی، کہ، میں تمہارے ساتھ
 ہوں پس ثابت قدم رکھو، ایمان والوں کو
 میں کافروں کے دلوں میں، تمہارا رعب
 ڈال دوں گا، پس تم مارو ان کی (گردنوں کے
 اوپر، اور چوٹ لگاؤ، ان کے ہر جوڑ پر۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ
 وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ
 وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
 الْعِقَابِ
 یہ حکم اس لئے ہے، کہ انہوں نے اللہ
 اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور، جو
 بھی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا
 ہے، تو بے شک اللہ اس کو سخت

عذاب دینے والا ہے۔

یہ سزا ہے۔ پس (اے کافرو) اسے
چکھو، اور بے شک (اس کے بعد کافروں
کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

اے ایمان والو! جب تم، کافروں کے
شکرِ جزا کا تقابلہ کرو، تو ان کی طرف اپنی
پٹھیں، نہ پھینا۔

اور جو، اس دن ان کی طرف اپنی پٹھیں
پھیرے گا، سوا، اس کے، کہ وہ لڑائی کے
لیے پینترا بدلنے والا ہو یا اپنی جماعت
کی طرف آنے والا ہو، تو وہ اللہ کے غضب
کا مستحق ہوگا، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے
اور وہ بہت ہی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

پس تم نے، انہیں، قتل نہیں کیا، بلکہ
انہیں، اللہ نے قتل کیا، اور (اے محبوب)
نہیں پھینکی آپ نے (وہ مٹھی بھر خاک
جب آپ نے پھینکی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے
پھینکی، تاکہ وہ احسان فرمائے، مومنوں
پر اپنی طرف سے، بہترین احسان، بیشک
اللہ تعالیٰ، سب کچھ سننے والا جاننے
والا ہے۔

یہ تو ہوا، اور بے شک اللہ کمزور کرتے

ذِكْمُ فَنذُوقُوهُ وَأَنَّ
لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ
النَّارِ

إِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا
زَحْنًا فَلَا تَوْتُوهُمْ
الْأَدْبَارَ

وَمَنْ يُوْتِهِمْ يَوْمَئِذٍ
دُبْرًا إِلَّا مَتَحَرَّفًا لِقِتَالٍ
أَوْ مَتَحَرِّزًا إِلَى فِتْنَةٍ
فَقَدْ رَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ
وَمَا أُولَئِكَ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ
الْمَصِيرُ

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ
قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ
رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى
وَلِيَبْلِي الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ
بَلَاءٌ حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ
عَلِيمٌ

ذِكْمُ وَأَنَّ اللَّهَ مُؤْمِنٌ

واللہ ہے کفار کے مکر و فریب کو۔
 اگر تم (اے کافرو) فیصلہ چاہتے تھے
 تو (لو) تمہارے پاس فیصلہ آگیا۔ اور اگر تم
 (اب بھی) باز آ جاؤ، تو وہ تمہارے لیے
 بہتر ہے، اور اگر تم پھر شرارت کرو گے
 تو ہم پھر سزا دیں گے، اور تمہیں تمہاری
 جماعت کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی، چاہے
 تعدا و کتنی ہی زیادہ ہو، اور یقیناً اللہ تعالیٰ
 ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

(پ ۹، انفال، ۱۹)

اور یاد کرو، جب تم تھوڑے سے تھے
 کمزور اور بے بس خیال کئے جاتے تھے
 زمین (مکہ) میں تم ڈرتے بہتے تھے،
 کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لیں، پھر اللہ
 نے تمہیں (مدینہ میں) پناہ دی، اور تمہیں
 طاقت بخشی (بدر میں) اپنی مدد سے اور
 تمہیں (غنیمت سے) پاکیزہ چیزیں عطا
 کیں، تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

(پ ۹، انفال، ۲۶)

اور جان لو کہ جو کچھ تم غنیمت میں حاصل
 کرو، تو اس کا، پانچواں حصہ، اللہ کے لیے

کَيْدِ الْكَافِرِينَ ه
 اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ
 جَاءَكُمْ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ
 تَنْتَهُرُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
 وَاِنْ تَعُودُوا نَعُدْ ۚ وَلَنْ
 نَغْفِيَ عَنْكُمْ فِتْنَتَكُمْ
 شَيْئًا ۚ لَوْ كُثُرَتْ
 اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۙ

وَاذْكُرُوا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ
 مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ
 تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ
 النَّاسُ فَاَوْكُمُ وَاَيَّدَكُمُ
 بِنَصْرِهِ وَاَنْزَقَكُمُ
 مِّنَ الظُّلُمَاتِ لَعَلَّكُمْ
 تَشْكُرُوْنَ ه

وَاعْلَمُوْا اَنَّ مَا غَنِمْتُمْ
 مِّنْ شَيْءٍ فَاَنْ لِلّٰهِ خُمُسُهُ

اور رسول کے لیے ہے، اور رسول کے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم ایمان رکھتے ہو، اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے (محبوب) بندہ پر فیصلہ کے دن، اتارا، جس دن، دونوں شکر آئے سامنے ہوئے تھے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جب تم، وادی کے قریب والے کنارے پر تھے، اور قافلہ (تجاہرت) تم سے نیچے کی طرف تھا، اور اگر تم لڑائی کے لیے وقت مقرر کرتے تو تم پیچھے رہ جاتے، وقت مقررہ سے، (یہ بلا ارادہ جنگ اس لیے تھی، تاکہ اللہ وہ کام کر دکھائے، جو ہو کر رہنا تھا، تاکہ ہلاک ہو، جسے ہلاک ہونا ہے، دلیل سے، اور زندہ رہے جسے زندہ رہنا ہے دلیل ہی سے، اور بے شک اللہ خوب سننے والا جانتے والا ہے۔

یا د کرو، جب اللہ نے آپ کو خواب میں کفار کا شکر، کم دکھایا، اور اگر دکھایا ہوتا، آپ کو، شکر کفار کثیر تعداد میں، تو تم

وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ
وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَأَبْنِ السَّبِيلِ إِن كُنْتُمْ
أَمْنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلْنَا
عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ
يَوْمَ التَّلَاقِ الْجَمْعِ وَ
اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا
وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ
وَالرَّكِبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ
وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لِاجْتِلاَفْتُمْ
فِي الْمِيْعَدِ وَلَكِنْ لِيَقْضِيَ
اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا
لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن
بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ
عَن بَيِّنَةٍ وَإِنَّا لَللَّهُ
لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ

إِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ فِي
مَنَامِكُمْ قَلِيلًا وَلَوْ
أَرَبَكُمْ كَثِيرًا لَفِشَلْتُمْ

لوگ ضرور ہمت ہا ردیتے، اور، آپس میں
بھگڑنے لگتے، اس معاملہ میں، لیکن اللہ نے
(تمہیں) بچا لیا، بے شک وہ خوب جانتے
والا ہے جو کچھ سینوں میں ہے۔

اور یاد کرو، جب اللہ نے دکھایا تمہیں
شکرِ کفار، جب تمہارا مقابلہ ہوا، تمہاری
نگاہوں میں، کم، اور قلیل کر دیا، تمہیں ان کی
نظروں میں، تاکہ، اللہ وہ کام کر دکھائے
جو ہونا ہی تھا، اور سارے معاملات اللہ
ہی کی طرف، لوٹائے جاتے ہیں۔

اے ایمان والو! جب تک تم کسی شکر
سے جنگ آزما ہو، تو ثابت قدم رہو،
اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو، تاکہ تم
کامیاب ہو جاؤ۔

اور اطاعت کرو، اللہ کی اور، اس کے
مہول کی، اور، آپس میں نہ بھگڑو، ورنہ تم کم
ہمت ہو جاؤ گے، اور، تمہاری ہوا، اکسڑ
جائے گی، اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر
کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور (دیکھو) ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا
جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے نکلے تھے

وَتَنَانَا عُنْمُ فِي الْأَمْرِ
وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ إِلَيْنَا
عَلَيْكُمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔

وَأَذِيرُكُمْ هُمْ إِذِ
التَّقِيْتُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ
لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ
مَفْعُولًا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ
الْأُمُورُ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا
لَقَيْتُمْ فِئَةً وَانْتَبِتُوا
وَادْكُرُوا وَاللَّهُ كَثِيرًا
لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَلَا تَنَانَا عُوا فَتَفْشَلُوا
وَتَذْهَبَ بِرِحْمِكُمْ وَ
اصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ
الصَّابِرِينَ ۝

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا
مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِثَاءَ

اور صرف لوگوں کے دکھلاوے کے لیے اور روکتے تھے، اللہ کی راہ سے، اور جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللہ اُسے اپنے علم و قدرت سے گھیرے ہوئے ہے اور یاد کرو، جب شیطان نے، اُن کے لیے، اُن کے اعمال، آراستہ کر دیئے، اور (اُن سے) کہا، آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا، اُن لوگوں میں سے اور میں تمہارا نگہبان ہوں، توجیب دونوں فوجیں، آسنے ساٹنے ہوئیں تو وہ اُلٹے پاؤں بھاگا، اور بولا، میں تم سے بری الذمہ ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہیں تو، اللہ سے ڈرتا ہوں، اور، اللہ سخت سزا دینے والا ہے اور یاد کرو، جب منافق، اور، وہ کہہ رہے تھے، جن کے دلوں میں رشک، کا مرض تھا، کہ مغزور کر دیا ہے انہیں، ان کے دین نے، اور جو شخص، اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بے شک، اللہ تعالیٰ، زبردست ہے حکمت والا۔

(پ. ۱، انفال، ۱ تا ۴۹)

نبی کے لیے، مناسب نہیں، کہ اس کے

النَّاسِ وَيَصُدُّونَ
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ
بِمَا يَعْمَلُونَ
مُحِيطٌ ۝

وَإِذْ نَادَيْنَا لَهُمُ الشَّيْطَانُ
أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ
لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ
وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ فَتَمَنَّا
تَرَآءَتِ الْفِئَتَيْنِ نَكَصَ
عَلَى عَقْبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي
بِرَبِّي مُنْكَرٌ إِنِّي أَرَى
مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ
وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَ
الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ
غَرَّهٗمْ وَلَا إِلَهَ دِينُهُمْ
وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ
فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ
حَكِيمٌ ۝

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ

پاس جنگی قیدی ہوں یہاں تک کہ زمین میں علیہ
حامل کر لے، تم دنیا کا سامان، چاہتے ہو،
اور اللہ تمہا سے یسے، آخرت (کی بھلائی)
چاہتا ہے، اور اللہ بڑا غالب (اور)
دانا ہے۔

اگر حکم الہی پہلے سے نہ ہوتا کہ خطا
اجتہادی معاف ہے) تو تمہیں ضرور بڑی
سزا ملتی، اُس کی وجہ سے جو تم نے (قیدیوں
سے) لیا ہے،

پس کھاؤ، جو تم نے غنیمت حاصل کیا، حلال
(اور) پاکیزہ اور ڈرتے رہو، اللہ تعالیٰ
سے، یقیناً، اللہ تعالیٰ، بہت بخشنے والا
ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

اے (غیب کی) خبر دینے والے آپ
اُن قیدیوں سے فرما دیجئے، جو آپ کے
قبضہ میں ہیں، اگر اللہ نے تمہارے دلوں
میں کوئی خوبی جان لی، تو وہ تمہیں اُس سے
بہتر عطا فرمائے گا، جو تم سے (بطور وزیر)
یا گیا ہے۔ اور تمہارے گناہ بخش دے
گا، اور اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا

ہے۔

لَهُ اسْرٰی حَتّٰی يُثَخِّنَ
فِي الْاَرْضِ تَرْيْدُونَ
عَرْضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ
يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

كُوْلَا كِتٰبٍ مِّنَ اللّٰهِ
سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَا
اٰخَذْتُمْ عٰذَابٌ
عَظِيْمٌ

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ
حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا
اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَن
فِيْ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰى
اِنَّ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ
خَيْرًا يُّوْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا
اٰخَذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ
لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ

اور، اگر وہ آپ سے دھوکہ بازی کا ارادہ
کریں، تو وہ تو پہلے ہی اللہ سے دھوکہ کرتے
ہے ہیں، پس، اللہ نے (تمہیں) ان پر
غلبہ دے دیا، اور اللہ علم و حکمت
والا ہے۔

(پ، ۱۰، انفال، ۶۷ تا ۷۱)

بے شک تمہارے لیے (عبرت کا)
نشان تھا (ان) ان دو گروہوں میں جو آمنے
سامنے ہوئے تھے (بدر میں)، ایک گروہ
تو اللہ کی راہ میں لڑتا تھا، اور دوسرا کافر
تھا، (مسلمان) انہیں دیکھ رہے تھے اپنے
سے دو گنا، (اپنی) آنکھوں سے، اور اللہ
اپنی نصرت سے، جس کی چاہتا ہے مدد
کرتا ہے، یقیناً، اس (واقعہ بدر) میں
بہت بڑا سبق ہے، آنکھ والوں کے لیے۔

(پ ۳، آل عمران، ۱۳)

اور بے شک، اللہ نے (میدان بدر
میں) تمہاری مدد کی، حالانکہ تم بالکل کمزور
تھے، پس، اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم
(اس کی مدد کا) شکر ادا کر سکو۔

جب آپ مسلمانوں سے، فرما رہے تھے

وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ
فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ
قَبْلُ فَمَا مَكَانَ مِنْهُمْ
وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي
فِيئَتِيں التَّقَاتُ فِئَةٌ
تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَآخَرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ
مِثْلَيْهِمْ رَأَى الْعَيْنِ
وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصَرِهِ
مَنْ يَشَاءُ إِنَّ
فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي
الْأَبْصَارِ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ
اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ
أَذَلَّةٌ فَأَنْقَضُوا اللَّهَ
لَعَنَكُمْ تَشْكُرُونَ
إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ

کیا تمہیں، یہ کافی نہیں، کہ تمہارا رب تمہاری
مدد فرمائے، تین ہزار فرشتوں سے، جو
آوازے گئے ہیں۔

ہاں کافی ہے، بشرطیکہ تم صبر کرو، اور
تقویٰ اختیار کرو، اور (اگر) کفار، تم پر تیزی
حملہ کریں اسی وقت، تو، تمہارا، رب، پانچ
ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا
جو نشان والے ہیں۔

اور فرشتوں کے آنے کو نہیں کیا اللہ
نے مگر، تمہارے لیے خوشخبری، اور تاکہ
اس (مدد) سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں
اور نہیں ہے، فتح و نصرت مگر اللہ ہی کی طرف
سے، جو غالب (اور) حکمت والا ہے،
(یہ مدد اس لیے تھی) تاکہ، کاٹ دے
ایک حصہ کافروں سے، یا ذلیل کر دے
ان کو، پس لوٹ جاؤ، نامراد ہو کر۔

(پ ۴۰، آل عمران، ۲۲۰ آتا ۱۲۱)

یہ دو فریق ہیں جو جھگڑ رہے ہیں، اپنے
رب کے بارے میں۔ تو جن لوگوں نے کفر
اختیار کیا، ان کے لیے، آگ کے کپڑے
تیار کر دیئے گئے ہیں، ان کے سروں پر

الَّذِينَ يَكْفِيكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ
بثَلَاثَةِ أَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ
مُنزِلِينَ ۝

بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا
وَيَا تُوكُّمُ مِنْ فَوْرِهِمْ
هَذَا يُمِدُّكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ
أَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ
مُسَوِّمِينَ ۝

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ
لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ
بِهِ ۚ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ
عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ
الْحَكِيمِ ۝

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ
الَّذِينَ كَفَرُوا
أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا
خَائِبِينَ ۝

هَذَا إِنَّ خَصَمِينَ اخْتَصَمُوا
فِي رَبِّهِمْ ۚ فَالَّذِينَ
كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ
مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ

کھوتا ہوا پانی اندر بلا جائے گا، جس سے گل جائے گا، جو کچھ ان کے بیٹوں میں ہے اور گل جائیں گی، ان کی کھالیں بھی۔

اور ان کو مارنے کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے۔

جب بھی، رنج و الم کے باعث، وہ اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے، تو انہیں اسی میں لوٹا دیا جائے گا، اور کہا جائے گا کہ، جلتی ہوئی آگ کا عذاب چکھتے رہو۔ بے شک اللہ داخل کرے گا، ان لوگوں کو جو، ایمان بھی لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے، جنتوں میں، جن کے نیچے ندیاں بہتی ہیں، انہیں جنت میں، سونے کے گنگن پہنائے جائیں گے، اور موتیوں کے ہار اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

اور، ان کی رہنمائی کی گئی تھی، پاکیزہ قول کی طرف اور دکھایا گیا تھا انہیں راستہ، اس اللہ کا جو تعریف کیا گیا ہے۔

(پ، ۱۷، الحج، ۱۹، تا ۲۲)

فَوْقَ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمَةَ
يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ
وَالْجُلُودُ

وَلَهُمْ مَقَامِعٌ مِنْ
حَدِيدٍ

كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا
مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا
فِيهَا فَاذُوقُوا عَذَابَ
الْحَرِيقِ

إِنَّ اللَّهَ يَدْخُلُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ يُحَلَّونَ فِيهَا
مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَ
لُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ
فِيهَا حَرِيرٌ

وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ
الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَى
صِرَاطِ الْحَمِيدِ

مذکورہ بالا آیاتِ قرآن، غزوہ بدر سے متعلق ہیں، اس قدر تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے صرف اسی غزوے کو، اپنے کلامِ مخوط میں بیان فرمایا ہے، جس سے اس کی اہمیت ثابت کرنا مقصود ہے، نیز امت مسلمہ کے ہر فرد کو دعوت دینا ہے، کہ وہ اس غزوے پر غور کرے، اور اسلام کی اشاعت و حفاظت کی ذمہ داری کو اسی طرح پورا کرے، جس طرح، بدر میں شریکِ مؤمنین کا ملین نے پوری کی، ان آیات مبارکہ کا مفہوم اگر ذہن نشین کر لیا جائے، تو آئندہ اوراق میں جو واقعات پیش کئے جا رہے ہیں، ان کا سمجھنا آسان ہوگا۔





احادیث مبارکہ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ كَعْبٍ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ
قَالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : لَمَّا تَخَلَّفَ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي غَزْوَةِ غَزَاةٍ إِلَّا فِي غَزْوَةِ
تَبُوكَ ، غَيْرَ أَنِّي تَخَلَّفْتُ عَنْ
غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتَبْ أَحَدٌ
تَخَلَّفَ عَنْهَا إِلَّا مَا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عَيْرَ
قُرَيْشٍ حَتَّى جَمَعَ اللَّهُ بَيْنَهُمْ
وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ
مِيعَادٍ -

عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد اللہ
کے والد عبد اللہ بن کعب نے کہا میں نے
اپنے والد کعب بن مالک سے سنا وہ کہتے
تھے میں کسی لڑائی میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کی آپ کو چھوڑ کر پیچھے نہیں رہا سوا تبوک
کی لڑائی کے اور بدر کی لڑائی میں جو میں پیچھے
رہ گیا تو اس میں نہ جانے سے اللہ نے کسی
پر عتاب نہیں کیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بدر میں (لڑنے کی نیت سے
نہیں گئے تھے بلکہ) قریش کا قافلہ لوٹنے
کی نیت سے گئے تھے مگر اللہ نے انہیں
مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے بھڑا دیا
صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی

عَنْ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ
 قَالَ سَمِعْتُ بْنَ مَسْعُودٍ
 يَقُولُ: شَهِدْتُ مِنْ
 الْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ
 مَشْهَدًا لِأَنَّ أَكُونَ
 صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا
 عُدِلَ بِهِ، أُنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ
 يَدْعُوا عَلَى الْمُشْرِكِينَ،
 فَقَالَ: لَا تَقُولُ كَمَا
 قَالَ قَوْمٌ مُوسَى إِذْ هَبَّ
 أَنْتَ وَرَأَيْتَكَ فَقَاتِلَا
 وَلِكِنَّا نَقَاتِلُ عَنْ
 يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَا لِكَ
 وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ،
 فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَقَ
 وَجْهَهُ وَسَرَّكَ، يَعْنِي
 قَوْلَهُ -

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:
 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ
 نے بیان کیا کہ میں نے ابن مسعود سے سنا وہ
 کہتے تھے میں نے مقداد بن اسود کی ایک ایسی
 بات دیکھی اگر وہ بات مجھ کو حاصل ہوتی تو اس
 کے مقابل میں کسی نیکی کو نہ سمجھتا، اور مجھے سب
 سے زیادہ پسند ہوتی ہو ایہ کہ حضور علیہ السلام
 مشرکوں پر بد دعا کر رہے تھے اتنے میں
 مقداد ان پہنچے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
 ہم اس طرح نہیں۔ کہنے کے جیسے حضرت
 موسیٰ کی قوم نے ان سے کہا تھا، تم اور
 تمہارا پروردگار دونوں جاؤ (جبارین
 سے لڑو)، ہم تو آپ کے دہنے طرف
 بائیں طرف سامنے پیچھے (جہڑا آپ
 فرمائیں گے یا جہاں آپ کا دشمن ہوگا
 اس سے) لڑیں گے۔ ابن مسعود کہتے
 ہیں مقداد کے یہ کہتے ہی میں نے دیکھا
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک چہرہ
 چمکنے لگا۔ آپ خوش ہو گئے۔

(صحیح بخاری بارہ سولہ کتاب المغازی)

حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ حضور
 علیہ السلام نے بدر کے دن فرمایا اللہ میں

تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اپنا وعدہ اور
 اقرار پورا کر یا اللہ اگر تیری مرضی یہی ہے
 کہ یہ کافر غالب ہوں، تو پھر زمین میں تیرا
 پلو جا کرنے والا کوئی نہ رہے گا ابو بکر صدیق
 نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کیا
 یا رسول اللہ! بس کیجیے دعا کرنے کی
 حد ہو چکی، اس وقت ڈیرے سے یہ
 آیت (سورہ قمر کی) پڑھتے ہوئے
 باہر نکلے اب یہ کافروں کا گروہ شکست
 پاتا ہے اور پیٹھ دکھاتا ہے ۛ

(صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی)
 حضرت براء بن عازب نے بیان کہ میں
 اور عبد اللہ بن عمر دونوں بدر کی لڑائی میں
 کم سن سمجھے گئے اور بدر کی لڑائی میں
 ہماجرین کا شمار کچھ اوپر ساٹھ آدمی کا
 تھا اور انصار دو سو چالیس تھے سب
 تین سو دس یا تین سو تیرہ یا تین سو
 سترہ یا تین سو انیس تھے۔

صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی)
 ابو اسحاق نے کہا میں نے براء بن عازب
 سے سنا وہ کہتے تھے مجھ سے آنحضرت

وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: اللَّهُمَّ
 إِنِّي أَلْتَشُدُّكَ عَهْدَكَ
 وَوَعْدَكَ، اللَّهُمَّ
 إِنِّي شِئْتُ لَمْ تُعْبِدْ،
 فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ،
 فَقَالَ: حَسْبُكَ، فَخَرَجَ
 وَهُوَ يَقُولُ سَيُهْزَمُ
 الْجَمْعُ وَيُؤْتُونَ
 الدُّبْرَ.

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ
 الْبَرَاءِ قَالَ: اسْتَصْغِرْتُ
 أَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ
 بَدْرٍ، وَكَانَ الْمُهَاجِرُونَ
 يَوْمَ بَدْرٍ نَيْفًا عَلَى
 سِتِّينَ وَالْأَنْصَارُ نَيْفًا
 وَارْبَعِينَ وَ
 مِائَتَيْنِ.

حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ
 قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ :
 حَدَّثَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 مِمَّنْ شَهِدُوا بَدْرًا
 أَنَّهُمْ كَانُوا عِدَّةَ
 أَصْحَابِ طَالُوتَ الَّذِينَ
 جَاءُوا مَعَهُ النَّهْرَ
 بِضِعَّةٍ عَشْرٍ وَثَلَاثِينَ،
 قَالَ الْبَرَاءُ : لَا وَاللَّهِ
 مَا جَاءُوا مَعَهُ النَّهْرَ
 إِلَّا مُؤْمِنِينَ. عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ
 مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ :
 اسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ فَدَعَا
 عَلَى نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ، عَلَى شَيْبَةَ
 بْنِ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ،
 وَالْوَلِيدَ بْنَ عُتْبَةَ، وَابْنَ جَهْلٍ
 ابْنَ هِشَامٍ، فَاشْهَدَ بِاللَّهِ لَقَدْ
 رَأَيْتُهُمْ صُرِعِي قَدْ غَيَّرْتَهُمُ
 الشَّمْسُ، وَكَانَ يَوْمًا حَارًّا.
 عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے بیان کیا کہ
 بدر کی جنگ میں جو لوگ شریک تھے۔ ان
 کا شمار وہی تھا جو طالوت (بادشاہ کے
 ساتھ والوں کا تھا جو نہر کے پار گئے تھے
 یعنی تین سو دس پر کئی آدمی براء نے کہا
 طالوت کے ساتھ نہر پار وہی لوگ گئے
 تھے جو ایمان دار تھے۔ (بے ایمان سب
 پانی غٹا غٹ پی کر نہر پر رہ گئے تھے)
 صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی)
 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے
 بیان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے کی
 طرف منہ کیا اور قریش کے کئی کافروں کے
 لیے بددعا کی، شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن
 ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور ابو جہل بن ہشام
 کے لیے عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں خدا
 گواہ ہے میں نے ان لوگوں کو (بدر کے
 میدان میں) پڑا دیکھا دھوپ کی گرمی سے
 ان لاشیں بدبودار ہو گئی تھیں۔ اس دن
 بڑی گرمی تھی۔

صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی)
 انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے دن صحابہ سے فرمایا۔ ابو جہل کو کون دیکھ کر اس کی خبر لاتا ہے، یہ سن کر عبداللہ بن مسعود گئے دیکھا تو عفرات کے دونوں بیٹوں (معاذ اور معوذ) نے اس کو رتلواروں سے اتنا مارا ہے کہ وہ ٹھنڈا ہو رہا ہے (مرنے کے قریب ہے) عبداللہ بن مسعود نے اس کی داڑھی پکڑی پوچھا کہ تو ہی ابو جہل ہے۔ وہ کہتے لگا بھلا مجھ سے بڑھ کر کون شخص ہے جس کو تم نے قتل کیا یا یوں کہنے لگا اس شخص سے کون بڑھ کر ہے جس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو۔

(صحیح بخاری پارہ ۱۶ کتاب المغازی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میں پروردگار کے سامنے جھگڑا چکانے کے لیے دوڑاؤ بیٹھوں گا قیس بن عباد نے کہا اسی باب میں (سورہ حج کی) یہ آیت اتری یہ دو فریق ہیں ایک دوسرے کے دشمن جو اپنے پروردگار کے مقدمہ میں جھگڑے۔ دونوں فریق سے مراد وہ لوگ ہیں جو بدر کے دن لڑنے کے

قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ ؟ فَأَنْطَلَقَ بِنَ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتَّى بَرَدَ ، قَالَ : أَنْتَ أَبُو جَهْلٍ ؟ قَالَ فَأَخَذَ بِلِحْيَتِهِ ، قَالَ : وَهَلْ فَوْقَ مَا جُلِّ قَتَلْتُمُوهُ أَوْ سَأْجُلِّ قَتَلَهُ قَوْمُهُ :

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْتُوبِينَ يَدِي الرَّحْمَنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عَبَّادٍ : وَفِيهِمْ أُتْرِلَتْ هَذَا إِنْ خَصَمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَأْيِهِمْ قَالَ : هُمَا الذَّيْنِ

یہ نکلے ایک طرف سے حمزہ اور علی اور عبیدہ
یا ابو عبیدہ ابن حارث بن عبد المطلب (مسلمانوں
کی طرف سے) اور (دوسری طرف سے)
شیبہ اور عتبہ ربیعہ کے بیٹے اور ولید بن عتبہ۔
(صحیح بخاری پارہ سولہ: کتاب المغازی)

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا (سورہ
حج کی) یہ آیت یہ دو فریق میں ایک دوسرے
کے دشمن اخیر تک قریش کے چھ آدمیوں
کے باب میں اتری علی اور حمزہ اور عبیدہ
بن حارث ایک فریق اور شیبہ بن ربیعہ
اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ ایک طرف
(صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی)

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کہ
میرے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے جسم
پر تین گہرے زخم لگے تھے ان میں ایک
موندھے پر تھا میں (بچنے میں) اپنی انگلیاں
اس میں گھسیں کرتا عمرو نے کہا ان میں دو زخم
تو بدر کے دن لگے تھے اور ایک یرموک
کی لڑائی میں عمرو نے کہا جب عبد اللہ بن
زبیر (حجاج ظالم کے ہاتھوں) شہید ہوئے
تو عبد الملک مجھ سے پوچھنے لگا عمرو

تَبَارَكَ وَآيَوْمَ بَدْرًا، حَمَزَةٌ، وَ
عَلِيٌّ، وَعُبَيْدَةَ أَوْ أَبُو عُبَيْدَةَ
ابْنُ الْحَارِثِ، وَشَيْبَةَ بِنِ
رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ وَالْوَلِيدُ
ابْنَ عُتْبَةَ.

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: نَزَلَتْ هَذَانِ خُصْمَانِ
اِخْتَصَمُوا فِي مَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ
مَنْ قُرَيْشٍ: عَلِيٌّ، وَحَمَزَةٌ، وَ
عُبَيْدَةَ بِنِ الْحَارِثِ، وَشَيْبَةَ
ابْنَ رَبِيعَةَ، وَعُتْبَةَ بِنِ
رَبِيعَةَ، وَالْوَلِيدُ بِنِ عُتْبَةَ.

عَنْ عُمَرَوَةَ قَالَ: كَانَ فِي
الرُّبُوبِ ثَلَاثُ ضَرْبَاتٍ بِالسَّيْفِ
إِحْدَاهُنَّ فِي عَاتِقِهِ، قَالَ:
إِنْ كُنْتُ لَا دُخْلُ أَصَابِعِي
فِيهَا، قَالَ: ضَرَبَ ثَلَاثِينَ
يَوْمَ بَدْرًا، وَوَاحِدَةً يَوْمَ
الْيَرْمُوكِ، قَالَ عُمَرَوَةُ:
وَقَالَ لِي عَبْدُ الْمَلِكِ بِنُ
مَرْوَانَ حِينَ قُتِلَ عَبْدُ اللَّهِ

تم اپنے والد زبیر کی تلوار پہچان سکتے ہو؟
 میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اس کی نشانی کیا
 ہے میں نے کہا بدر کی لڑائی میں اس کی دھار
 ایک طرف سے ذرا لوٹ گئی تھی عبد الملک
 نے کہا عروہ تو سچ کہتا ہے پھر نابغہ شاعر
 کا، یہ مصرعہ پڑھا "لڑتے لڑتے ان کی تلواروں
 کی دھاریں ٹوٹی ہیں" پھر عبد الملک نے وہ
 تلوار عروہ کو دے دی، ہشام بن عروہ کہتے
 ہیں ہم نے آپس میں اس تلوار کی قیمت لگائی
 تو تین ہزار درہم اس کی قیمت اٹھی اور ہمارے
 لوگوں میں سے ایک شخص (عثمان بن عروہ)
 نے (یہ قیمت دے کر) وہ تلوار لے لی
 مجھے آرزو رہ گئی (کاش) میں اس کو لے لیتا۔
 صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی
 ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے، فرمایا، کہ حضور
 علیہ السلام نے بدر کے دن قریش کے چوبیس
 سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں
 سے ایک کنویں میں پھینک دینے کا حکم
 دیا پس انہیں، بدر کے گڑھوں میں سے
 ایک نہایت ہی گندے گڑھے میں پھینک
 دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ

بُنُ الرَّبِيِّ : يَا عُرْوَةُ ، هَلْ
 تَعْرِفُ سَيْفَ الرَّبِيِّ قُلْتُ :
 نَعَمْ قَالَ : فَمَا فِيهِ قُلْتُ :
 فَكَلَّةٌ فَلَهَا يَوْمَ بَدْرٍ ،
 قَالَ : صَدَقْتُ ، بِهِنَّ
 فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ ،
 ثُمَّ دَاكَ عَلَى عُرْوَةَ ،
 قَالَ هِشَامٌ : فَأَقَمْنَا
 بَيْنَنَا ثَلَاثَةَ الْأَفْرِ
 وَ أَخَذَهُ بَعْضُنَا وَ بَوَدِدْتُ
 أَنِّي كُنْتُ أَخَذْتُهُ .

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ
 نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ
 بِأَرْبَعَةِ وَعِشْرِينَ رَجُلًا
 مِنْ صَنَادِيدِ قُرَيْشٍ ؟
 فَقَذَفُوا فِي طَوِيِّ مَرْتًا
 أَطْوَأَ بَدْرٍ حَبِيبِ مُحَمَّدٍ ،

یہ تھا جب کسی قوم پر غالب آتے تو تین راتیں انہی کے مقام میں بسر فرماتے، بدر میں بھی تین دن سے تیسرے دن آپ نے حکم دیا اونٹنی پر زین کسا گیا پھر آپ چلے آپ کے ساتھ اصحاب بھی چلے وہ سمجھے شاید آنحضرت کسی کام کے لیے جا رہے ہیں۔ خیر آپ چلتے چلتے اس کنویں کی مینڈ پر کھڑے ہوئے اور قریش کے کافروں کو نام بنام آواز دینے لگے ان کا نام لیتے اور ان کے باپوں کا فرماتے فلان فلان کے بیٹے فلان فلان کے بیٹے اب تم کو یہ اچھا لگتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کا فرمان مان لیتے ہم سے تو جس کے ثواب اور اجر کا ہمارے مالک نے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے پایا تم سے جس عذاب کا پروردگار نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی وہ پایا یا نہیں، ابو طلحہ نے کہا یہ سن کر حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ایسی لاشوں سے بات کرتے ہیں جن میں جان نہیں (بجلا وہ کیا نہیں گئے) آپ نے فرمایا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ میں جو باتیں کر رہا ہوں تم ان کو

وَ كَانَ إِذَا ظَهَرَ عَلَى قَوْمٍ
أَقَامَ بِالْعَرَصَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ،
فَلَمَّا كَانَ يَبْدُ بِهَا الْيَوْمَ الثَّلَاثِ
أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَشَدَّ عَلَيْهَا
رَحْلَهَا ثُمَّ مَشَى وَ اتَّبَعَهُ
أَصْحَابُهُ وَ قَالُوا: مَا نُرَى
يَنْطَلِقُ إِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهِ
حَتَّى قَامَ عَلَى شَفَةِ الرَّكِيِّ
فَجَعَلَ يُنَادِيهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ
وَ أَسْمَاءِ آبَائِهِمْ: يَا فُلَانُ
بُنُ فُلَانٍ، وَ يَا فُلَانُ بَنُ
فُلَانٍ، أَيْسَرُكُمْ أَنْتَ كُمْ
أَطَعْتُمْ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ؟
فِيَا تَأَقَّدُ وَ جَدْنَا مَا وَعَدْنَا
رَبَّنَا حَقًّا، فَهَلْ وَ جَدْنَا
مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ قَالَ:
فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ
مَا تَكَلَّمُ مِنْ أَجْسَادٍ لَا
أَمْرَ وَ آخِرَ لَهَا، فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
وَ أَدَّى نَفْسُ مُحَمَّدٍ بَيِّدَهُ

مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعُ لِمَا قَوْلُ
مِنْهُمْ، قَالَ قَتَادَةُ :
أَحْيَاهُمْ اللَّهُ حَتَّى أَسْمَعَهُمْ
قَوْلَهُ، تَوْبِيخًا وَتَصْغِيرًا
وَنِقْمَةً وَحَسْرَةً وَنَدَمًا.

ان سے زیادہ نہیں سنتے (انہی کے برابر سنتے
ہو، قتادہ نے اس حدیث کی تفسیر میں یہ کہا
اللہ نے اس وقت ان مردوں کو جلا دیا تھا
ان کو توبیخ کرنے اور ذلیل کرنے اور بدلہ
لینے اور افسوس دلانے اور شرمندہ کرنے
کے لیے۔

عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ
النَّسَائِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ:
أَصِيبَ حَارَةَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ بَدْرٍ
وَهُوَ غَلَامٌ، فَجَاءَتْ
أُمَّهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ عَرَفْتُ
مَنْزِلَةَ حَارَةَ مِثِّي
فَإِنْ يَكُنْ فِي الْجَنَّةِ أَصْبِرُ
وَإِنْ تَكُنْ
الْأُخْرَى تَرَى مَا أَصْنَعُ؟
فَقَالَ: وَيْحَكَ أَوْ هَبْلَتِ،
أَوْ جَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ؛ إِنَّهَا
جَنَّاتٌ كَثِيرَةٌ وَإِنَّهَا فِي

(صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی)
حضرت حمید نے کہا، کہ میں نے انس رضی اللہ
عنه سے سنا وہ کہتے تھے حارثہ بن سراقہ
بدر کے دن شہید ہوئے وہ لڑکے تھے
ان کی والدہ ربیع بنت نضر، انس کی پھوپھی،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں کہنے
لگیں یا رسول اللہ آپ جانتے ہیں حارثہ
سے مجھ کو کیسی محبت تھی اب اگر وہ بہشت
میں (چلے گا) ہے تو میں صبر کروں تو اب
کی امید رکھوں اگر کسی اور (برے) حال میں
ہے تو آپ دیکھئے میں کیا کرتی ہوں، کیسا
روتی پیٹتی ہوں، آپ نے فرمایا۔ افسوس
کیا تو دیوانی ہے کیا بہشت ایک ہی سمجھی
ہے (اللہ کی بہت سی بہشتیں ہیں) اور تیرا
بیٹا حارثہ تو فردوس میں ہے۔

صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی)
 حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد
 حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی،
 جو بدر والوں میں سے تھے انہوں نے کہا
 حضرت جبریل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 پاس آئے کہنے لگے آپ بدر والوں کو کیا
 سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا سب مسلمانوں میں
 افضل یا ایسا ہی کوئی کلمہ کہا حضرت جبریل نے
 کہا اسی طرح وہ فرشتے جو جنگ بدر میں
 حاضر ہوئے تھے اور فرشتوں سے افضل ہیں۔

صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی)

ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے روایت
 کہ (میرے والد) زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
 کہتے تھے کہ، بدر کے دن میں نے عبیدہ بن
 سعید بن عاص کو دیکھا ہتھیاروں میں غرق
 صرف دونوں آنکھیں اس کی کھلی ہوئی تھیں اس
 کی کنیت ابو ذات الکرش تھی کہنے لگائیں
 ابو ذات الکرش ہوں میں نے ایک برہمنی نے کہا
 اس پر حملہ کیا اس کی آنکھ پر مارا وہ مر گیا
 ہشام کہتے ہیں مجھ سے بیان کیا گیا زبیر
 کہتے تھے رجب عبیدہ مر گیا تو میں نے

جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ -

عَنْ مَعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ
 رَافِعِ الرَّزْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ وَ
 كَانَ أَبُوهُ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ،
 قَالَ جَاءَ جِبْرِيلُ إِلَى النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:
 مَا تَعُدُّوْا أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ؟
 قَالَ مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ
 أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، قَالَ:
 وَكَذَلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا
 مِنَ الْمَلَائِكَةِ -

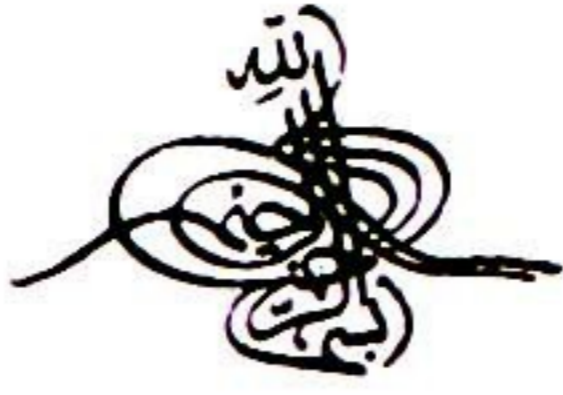
عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ
 أَبِيهِ قَالَ: قَالَ الرَّزْمِيُّ:
 لَقِيتُ يَوْمَ بَدْرٍ عَبِيدَةَ
 بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ
 مُدْبَجٌّ لَا يَرَى مِنْهُ إِلَّا
 عَيْنَاهُ وَهُوَ يُكْنَى أَبُو ذَاتِ
 الْكُرَشِ، فَقَالَ: أَنَا أَبُو
 ذَاتِ الْكُرَشِ فَحَمَلْتُ
 عَلَيْهِ بِالْعَنْزَةِ فَطَعَنْتُهُ
 فِي عَيْنِهِ فَمَاتَ، قَالَ

هَشَامٌ، فَأَخْبَرْتُ أَنَّ الزُّبَيْرَ
 قَالَ: لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِي
 عَلَيْهِ ثُمَّ تَمَطَّاتُ فَكَانَ
 الْجَهْدُ أَنْ تَزَعُهَا وَقَدْ
 انْتَنَى طَرَفَاهَا، قَالَ عُرْوَةُ:
 فَسَأَلَهُ: يَا هَذَا رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَأَعْطَاهُ، فَلَمَّا قَبِضَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَخَذَهَا، ثُمَّ طَلَبَهَا أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ
 فَلَمَّا قَبِضَ أَبُو بَكْرٍ سَأَلَهَا أَيُّهَا عُمَرُ
 فَأَعْطَاهُ أَيُّهَا فَلَمَّا قَبِضَ عُمَرُ أَخَذَهَا
 ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَأَعْطَاهُ أَيُّهَا
 فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ آلِ
 عَلِيٍّ، فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ
 فَكَانَتْ عِنْدَهُ حَتَّى قُتِلَ -

اپنا پاؤں اس پر رکھا اور دونوں ہاتھ لیے کر کے
 بڑی مشکل سے میں نے وہ برہمی اس کی آنکھ
 میں سے نکالی اس کے دونوں کنارے ٹیڑھے
 ہو گئے تھے (مڑ گئے تھے) عروہ نے کہا یہ
 برہمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر سے
 مانگی انہوں نے دے دی جب آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو زبیر نے لے لی پھر
 ابو بکر نے مانگی ان کو دے دیا جب ابو بکر
 کی وفات ہوئی تو عمر نے مانگی ان کو دے دی
 جب عمر کی وفات ہوئی پھر زبیر نے لے لی،
 تو عثمان نے مانگی ان کو دے دی جب عثمان
 شہید ہوئے تو یہ برہمی حضرت علی (کے پاس
 ان کے بعد ان کی اولاد کے پاس رہی آخر
 عبداللہ بن زبیر نے ان سے مانگ لی ان
 کے پاس رہی جب تک وہ شہید ہوئے۔

صحیح بخاری پارہ سولہ کتاب المغازی

غزوہ بدر کا ذکر مایوں تو احادیث کی تمام کتابوں میں موجود ہے، لیکن ہم نے یہاں صرف
 چند احادیث بخاری شریف سے تبرا کا نقل کی ہیں، جو کہ قرآن کریم کے بعد امت مسلمہ
 کے نزدیک صحیح ترین کتاب ہے۔



نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

”موضوع سے پہلے“

ہمارا، موضوع تحریر، غزوہ بدر ہے، لیکن اصل موضوع شروع کرنے سے پہلے ہم مختصراً یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ، ”غزوہ بدر“ کے وقت، مدینہ منورہ کے حالات کیا تھے، کیونکہ یہ جانے بغیر، یہ اندازہ کرنا بہت دشوار ہوگا، کہ، یہ جنگ کیوں ہوئی اور جنگی حالات کس نے پیدا کئے۔

عام طور پر، کہا جاتا اور خیال کیا جاتا ہے، کہ نبی کریم علیہ السلام، اور آپ کے جانشینوں کے لیے، کفار کے مظالم اور ایذا رسانی کا دور، ہجرت کے بعد ختم ہو گیا اور یہ حضرات مدینہ منورہ پہنچ کر، امن و سکون اور آرام کی زندگی بسر کرتے گئے جب کہ حقیقت یہ ہے، کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی اصل ذمہ داری اور اس مقصد کی تکمیل میں شدید دشواریوں کا آغاز مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ہی ہوتا ہے، اور پھر جس، ہمت و استقامت کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلاموں نے، ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ کر کے، دس سال کی قلیل مدت میں، اپنے مشن کی تکمیل کی، اس پر، آخ نک دنیا جبرت زدہ ہے۔

مدینہ منورہ پہنچ جانے کے بعد، اہل اسلام کو، جن مسائل سے دوچار ہونا پڑا، وہ دو قسم کے تھے، داخلی، خارجی،

داخلی مسائل

۱۔ مسجد کی تعمیر کیونکہ مسلمان خدا کی زمین پر جس جگہ آباد ہو، وہاں اس کی پہلی ذمہ داری خدا کا گھر تعمیر کرنا ہے، تاکہ اس مقدس تعمیر سے پورے شہر کی تعمیر میں برکت ہو، اور تمام تعمیراتی مسائل و مرحلے سہل و آسان ہو جائیں، نیز خدا کی عبادت کے علاوہ مسلمانوں کو، آپس میں، مل بیٹھنے، باہمی مشورہ کرنے، اللہ اور اس کے رسول کے احکام سننے کے لیے ایک ایسا مرکز حاصل ہو جائے جس سے زیادہ، مقدس، پرسکون، جگہ، شہر میں کوئی نہیں ہو سکتی، لہذا، نبی کریم علیہ السلام نے، ازواج مطہرات کے لیے مکانات کے انتظام سے بھی پہلے، تعمیر مسجد کا اہتمام فرمایا،

آپ کی عارضی قیامگاہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان سے متصل ہی، بنونجار کا ایک باغ تھا جس کو، آپ نے مسیحی کے لیے پسند فرمایا، یہ جگہ، دو یتیم بچوں کی تھی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، اس زمین کی قیمت ادا کی اور ضروری انتظامات کے بعد تعمیر مسجد کا کام شروع کر دیا گیا، اور چند ہی دن میں یہ اہم ذمہ داری پوری ہو گئی۔

ب۔ ہاجرین کی آباد کاری، انصار نے، اگرچہ ہر طرح، ہاجرین کی امداد کی، وہ ان کی دلجوئی اور تمام ضروریات کا پوری طرح خیال رکھتے تھے، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، ان دونوں قوموں کو ایسے، رشتہ میں جوڑ دینا پسند فرمایا کہ علیحدہ قومیت کا تصور ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے، نیز، انصار میں بحیثیت معاون برتری کا احساس پیدا نہ ہونے پائے، اور ہاجرین احساس کمتری کا شکار نہ ہوں پس حضور علیہ السلام ہاجر و انصار کو بھائی، بنایا، جس کے بعد، ہاجر و انصار حقیقی بھائیوں جیسی زندگی بسر کرنے لگے۔

ج۔ یہودیوں سے معاہدہ، مدینہ اور اس کے اطراف میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد آباد تھی، اور انصار و یہود کے درمیان پرانی جنگ چل رہی تھی، مدینہ کے امن وامان کے لیے ضروری تھا، کہ اس جنگ کے خطرے کو ختم کیا جائے، لہذا حضور علیہ السلام نے نہایت حکمت و تدبیر کے ساتھ، یہودیوں سے معاہدہ کیا۔

د۔ مدینہ میں مسلمانوں کے لیے ایک بڑا خطرہ منافقین کے گروہ کا تھا، ان کا سرغنہ عبداللہ ابن ابی، جس کا انصار، اسلام سے قبل بہت احترام کرتے تھے، حتیٰ کہ اس کی تاج پوشی کا فیصلہ کر لیا گیا تھا، حبیب نبی کریم علیہ السلام مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے ان دنوں، سونار کے یہاں اس کے لیے تاج بنایا جا رہا تھا لیکن انصار کے دلوں میں حضور علیہ السلام کی محبت و عظمت پیدا ہو چکی تھی۔ اب وہ آپ کے سوا، کسی دوسرے کو اپنا سردار کیونکر بنا سکتے تھے، عبداللہ ابن ابی کو، اپنی سرداری ختم ہونے کا بھدردمہ تھا، وہ انصار کے دباؤ کی وجہ سے بظاہر مسلمان تھا لیکن، نبی کریم علیہ السلام اور تمام مسلمانوں سے جلتا، ان کے خلاف سازشیں تیار کرتا رہتا تھا، اس نے اپنا ایک گروہ بنالیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور علیہ السلام کو ان منافقین کی سازشوں سے باخبر فرمایا ان خطرناک دشمنوں کے نام تک نبی کریم علیہ السلام کو بتا دیئے گئے، آپ نے تمام صحابہ کو ہدایت کر رکھی تھی، کہ ان منافقین پر ہر وقت نگاہ رکھی جائے، اور ان کی کسی بات یا خبر پر اعتماد نہ کیا جائے، اس طرح یہ گروہ اگرچہ مسلمانوں کے قابو میں تھا، لیکن گھر کے بھنیہ کی حیثیت سے، یہ دشمنوں کے لیے ایک بڑا سہارا بنے ہوئے تھے، یہودیوں اور مشرکین مکہ کا رابطہ اس گروہ سے زیادہ رہتا، اور وہ یہ لوگ بھی، خصوصاً یہودیوں کو

مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی کوششوں میں لگے ہی رہتے تھے،
غرضیکہ، مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے داخلی مسائل پر حضور علیہ السلام نے پوری توجہ
فرمائی اور اپنی حکمت و تدبیر سے چند ہی دن میں ان مسائل پر قابو پایا۔

خارجی مسائل

اہل مدینہ کے لیے، خارجی مسئلہ کوئی نہ تھا، لیکن کفار مکہ کو، حضور علیہ السلام اور صحابہ
کا، مکہ سے نکل آنا، اور مدینہ میں آکر منظم ہو جانا، گوارا نہ تھا، انہیں خطرہ تھا کہ اگر مسلمانوں کو
ہم نے چند دن بھی پرسکون رہنے کا موقع دیا، تو وہ ایک قوت بن کر ہمارے سامنے
آ، کھڑے ہوں گے، اُس وقت ان کا مقابلہ ہمارے بس میں نہ ہوگا، لہذا وہ مسلمانوں کو
خوفزدہ کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ حرکتیں کرتے ہی رہتے تھے، مثلاً۔

عبداللہ ابن ابی اور کفار مکہ

کفار مکہ نے عبداللہ بن ابی کو خط بھیجا، اور لکھا کہ تم نے ہمارے آدمیوں کو
اپنے شہر میں پناہ دی ہے، تم لوگ، یا تو ان کو قتل کرو، یا مدینہ سے نکال دو، ہم
خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں، کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو ہم، تم پر حملہ کر دیں گے، اور
تمہارے تمام بڑے والے نوجوانوں کو قتل کر کے تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں
گے۔ (۱)

عبداللہ ابن ابی نے تو، موقع کا متلاشی رہتا تھا، اس خط سے اُس کی ہمت بڑھی
اور اس نے سازش شروع کر دی، لیکن نبی کریم علیہ السلام کو، قبل از وقت ہی حالات

(۱) ابوداؤد، باب فی جزئ النضیر، ج - ۲، ۲۰

کا علم ہو گیا۔ آپ نے عبداللہ ابن ابی سے ملاقات کی اور نہایت تدبیر سے اس کو سمجھایا، کہ مدینہ ہم سب کا شہر ہے، اس کے امن و سکون کو دوسروں کے درغلا نے پر بردار نہ کرو اور اگر تم نے کوئی غلط قدم اٹھایا، تو تمہیں اپنے ہاتھوں سے، اپنے ہی، بھائیوں، بیٹوں اور رشتہ داروں یعنی انصار کو قتل کرنا پڑے گا اور وہ تمہیں قتل کریں گے، کیونکہ وہی ہمیں مدینہ بلا کر لائے ہیں اور انہوں نے ہماری حفاظت اور ہر طرح مدد کرنے کا ہم سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔

حضرت علیہ السلام کی اس تدبیر سے عبداللہ ابن ابی کفار مکہ کی بات پر عمل نہ کر سکا اور ایک بڑا خطرہ ٹل گیا۔

سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ اور ابو جہل

حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ جو، قبیلہ اوس کے سردار تھے، عمرہ کے لیے مکہ تشریف لے گئے، اور پرانے تعلقات کی وجہ سے، امیہ ابن خلف کے مکان پر ٹھہرے، آپ نے، امیہ سے کہا، مجھے کسی مناسب وقت، عمرے کے لیے لے چلو، امیہ نے، دوپہر کا وقت مناسب جانا، اور اپنے ساتھ، طواف کعبہ کے لیے لے کر نکلا، اتفاق سے راستہ میں ابو جہل مل گیا، اُس نے حضرت سعد کو دیکھ کر امیہ سے پوچھا، یہ نیا آدمی کون ہے، امیہ نے جواب دیا، یہ میرے بھانجرا، سعد ابن معاذ مدینہ سے آئے ہیں، یہ سنتے ہی ابو جہل غصہ میں چلایا، اور بولا، تم لوگوں نے ہمارے شہر سے، بھلگے ہوئے، بے دینوں کو پناہ دے رکھی، خدا کی قسم، اگر تم امیہ کے بھانجرا نہ ہوتے، تو بیچ کرتے جاسکتے تھے، حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ نے

(۱) انصار مدینہ کا ایک قبیلہ۔

ایمانی جرأت کے ساتھ جواب دیا، اے ابو جہل، خوب سن لے، کہ اگر تم لوگوں نے ہمیں،
اللہ کے گھر کا طواف کرنے سے روکا، تو ہم بھی، شام سے تمہاری تجارت کا راستہ روک
دیں گے، (۱)

اشتعال انگیزی

قریش نے تقریباً پورے عرب میں، مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزی کی
ہم چلا رکھی تھی، مکہ سے پھوٹی پھوٹی ٹولیاں نکل کر، اور مدینہ کے قریب و جوار میں لوٹ
مار کر، کے چلی جاتیں، مکہ زابن جابر بھری، مکہ کے سرداروں میں سے تھا، اس نے مدینہ
کی چراگاہ پر حملہ کیا، اور مسلمانوں کے جانور، بھگا کر لے گیا، ان حرکتوں کا مقصد، صرف
مسلمانوں کو ہراسان و پریشان کرنا تھا، ان دنوں مدینہ کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ ہاجرو
انصار، سب ہی کاراتوں کا آرام، اور دن کو چین ختم ہو گیا تھا، ہر وقت، کفار مکہ کی
جانب سے حملے کی خبریں آتی رہتیں اور مسلمان مقابلے کی تیاریاں کرتے رہتے، اس
صورت حال سے معاشی حالات پر بھی بُرا اثر تھا، کاروبار معطل ہو کر رہ گیا تھا، خود
نبی کریم علیہ السلام، ساری، ساری رات، جاگ کر گزارتے تھے، اور شہر کا گشت
کیا کرتے تھے۔

اس حقیقت پر کوئی شک نہیں کیا جاسکتا، کہ اس وقت مسلمان کسی سے جنگ
کرتا یا معمولی جھگڑا کرتا بھی نہ چاہتے تھے، خدا نے انہیں، جو پناہ گاہ عطا فرمادی تھی
وہ اسی میں، زندگی کے لیے، پرسکون معاشرے کی بنیادیں قائم کرنا چاہتے تھے۔
لیکن اہل مکہ، ان کے خون کے پیلے سے بنے ہوئے تھے اور وہ ہر طرح مدینہ کو برباد

اور مسلمانوں کو تباہ کر دینا چاہتے تھے، جب کہ ہونا وہی تھا جو فیصلہ الہی ہو چکا تھا، جس کا اعلان قرآن کریم نے غزوہ احد کے موقع پر فرمایا،

یُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ
بِأَنفُسِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمِّ
نُورِهِ وَكَوَكَّرَ
الْكَافِرُونَ

یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو، اپنی پھونکوں
سے بجھا دیں، لیکن، اللہ تو اپنے نور کو
کمال تک ہی پہنچا کر رہے گا، خواہ کافر
اس کو کتنا ہی ناپسند کریں،

(پ ۲۸، الصف، ۸)

اذن جہاد

بالآخر وہ وقت آ گیا جس کا انتظار، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
غلاموں کو پندرہ سال سے تھا، اب حالات کا تقاضا ہی تھا، کہ باغیوں کی رسی کھینچی جاٹے
نعرہ حق بلند کرنے والوں پر سے پابندی اٹھائی جائے، انہیں ظلم و ستم کی مدافعت کا
حق دیا جائے، اور ہمت افزائی کے لیے انہیں غیبی امداد کا مشرکہ سنایا جائے پس
اعلان ہوتا ہے۔

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقْتَلُونَ
بِأَنفُسِهِمْ ظُلْمًا وَإِنِ
عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ
بِلَادِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ
إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ
وَلَوْلَا دَفَعَهُ اللَّهُ
النَّاسَ

اجازت دے دی گئی (جہاد کی) ان لوگوں
کو جن سے جنگ کی جاتی ہے، اس لیے کہ
ان پر ظلم ہوا اور بے شک اللہ ان کی مدد پر
پوری طرح قادر ہے وہ لوگ جن کو ان کے
گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا گیا صرف اتنی
بات پر، کہ انہوں نے کہا کہ، ہمارا پروردگار
اللہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ، لوگوں کی ایک دوسرے

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهْدَمَتْ
صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ
وَمَسْجِدٌ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ
اللَّهِ كَثِيرًا وَلِيَنْصُرَنَ اللَّهُ
مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ
عَزِيزٌ

سے مدافعت نہ کیا کرتا، تو ڈھا دی جاتیں، خانقاہیں
اور گرجے، اور کلیسے اور مسجدیں، جن میں اللہ
کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے اور اللہ اس
کی ضرورت دکرے گا جو اس کے دین کی مدد کرے
گا بے شک اللہ قوت والا سب پر غالب ہے

(پ ۱۱، الحج، ۳۹، ۴۰)

اس وحی الہی نے مسلمانوں میں، ایک نیا ولولہ، ایک ایسا جذبہ پیدا کیا کہ انہیں ایسا
محسوس ہوا، جیسے کسی قید سے آزادی ملی، وہ بندھے ہاتھ کھل گئے ہوں اب تو کچھ اس
طرح سوچا جانے لگا تھا، کہ اب ذرا کوئی ظلم کا ہاتھ ہماری طرف بڑھاٹے، اب کوئی
ہم سے آنکھیں ملاٹے، اب کوئی، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل سے ہمیں روکنے
کی کوشش کرے، اب ہمیں ظلم روکنے، اپنی مدافعت کرنے کی صرف اجازت ہی نہیں ملی
ہے، بلکہ دشمن چاہے کتنا ہی طاقتور ہو، اب ہم ہی غالب رہیں گے کیونکہ غالب و قوی
اللہ نے ہمیں اپنی نصرت و امداد کا بھی مشرودہ سنا دیا ہے۔

پروگرام

اب نبی کریم علیہ السلام نے باقاعدہ منظم پروگرام ترتیب دیا، جس کے مطابق اپنے
صحابہ کرام کی متعدد جماعتیں منظم کیں اور انہیں مدینہ کی قریبی آبادیوں میں بھیجا شروع کیا
تاکہ وہ قبائل عرب کو، کفار مکہ کے غلط پروپیگنڈے سے آگاہ کریں اور اپنا پروگرام
بتائیں اور ان قبائل سے، مصالحت یا حمایت کے معاہدے کئے جائیں، نیز، کفار مکہ
کی لوٹ مار کرنے والی ٹولیاں جہاں بھی ملیں ان کا مقابلہ کیا جائے اس حکمت عملی کا مقصد
صرف یہ تھا، کہ عرب میں کفار مکہ کے اثرات کو، ان کے پھیلائے ہوئے خوف و ہراس

کو کم کیا جائے، اور قبائل عرب کی ہمدردیاں، یا حمایت حاصل کی جائے، یا کم از کم، ان سے ایسا معاہدہ کر لیا جائے، کہ وہ کسی بھی موقع پر کفار مکہ کا کسی طرح تعاون نہ کریں۔ اہل سیاست جانتے ہیں کہ خارجہ پالیسی میں، اس تدبیر کی کتنی اہمیت ہے اور دشمن کی قوت کم کرنے کے لیے اس کا اختیار کرنا کس قدر ضروری ہے۔

پروگرام کے مطابق دوسرا فیصلہ آپ نے یہ فرمایا، کہ مکہ سے شام جانے والے تجارتی قافلوں کو روکا جائے، اگر وہ بھاگیں تو ان کا جہاں تک مناسب ہو تعاقب کیا جائے اور اگر وہ سلنے آئیں، تو ان کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے، اس حکمتِ عملی کے مندرجہ ذیل مقاصد تھے،

(۱) اہل مکہ، مسلمانوں کو، لاپچار، مجبور اور کمزور، سمجھنا چھوڑ دیں، انہوں مسلمانوں کی جمعیت اور قوت کا احساس ہونا چاہئے، انہیں مجبور کر دیا جائے کہ وہ مدینہ میں بسنے والوں کو، ایک باوقار باغیرت قوم تسلیم کریں۔

(۲) تجارتی قافلوں کی آزادانہ آمد و رفت میں خلل واقع ہوتا کہ، اہل مکہ کا شیعہ تجارت متاثر ہو، جس پر ان کے معاشی حالات کا داؤد مارتھا، ان کی مالی حالت کمزور ہو، جس پر انہیں تکبر و غرور تھا، یہاں کی خوش حالی ہی تھی، جس کے سبب وہ صرف مسلمانوں کی مخالفت کی تدابیر میں سوچتے رہتے تھے، ان کی تجارت مفلوج ہونا چاہئے تاکہ، اسلام کے خلاف استعمال کرنے کے لیے وہ جو دولت اور سامان جنگ تیزی سے جمع کئے جا رہے ہیں اس کی رفتار کچھ کم ہو۔

(۳) تجارتی قافلوں سے مقابلہ کی صورت میں، ان کا مال، دولت ہاتھ آئے، تاکہ مسلمانوں کی معاشی حالت مضبوط ہو، اور وہ ظالم ہی کی دولت سے اس کے ظلم کو روک سکیں، نیز جو کافر قید ہو کر مدینہ آئیں، یا تو وہ مسلمان ہو جائیں، یا مدینہ کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور اپنی قوم کو جا کر بتا سکیں، کہ اب مسلمان ایسے

کنزور نہیں کہ جو چلے آہیں اپنا تلمہ بنا لے،
 غرضیکہ مسلمانوں کے، یہ چھوٹے، چھوٹے لشکر، مدینہ کے اطراف میں جاتے، اور اپنا
 کام کرنے لگے، حضور علیہ السلام، جہاں، مناسب سمجھتے، خود، اپنی سربراہی میں لشکر تیار فرما
 کر تشریف لے جاتے، اس طرح کفار سے مقابلے اور چھڑیلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا لیکن
 نہ تو کوئی قافلہ لوٹا گیا، اور نہ ہی کوئی جنگ ہوئی، ہاں مسلمانوں کے اس اقدام سے اہل مکہ، اب
 کچھ خوف زدہ اور پریشان ہونے لگے، اور یہی اس حکمتِ عملی کا مقصد تھا۔

پہلا تیر

کفار مکہ پر پندرہ سال بعد، پہلا تیر، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے چلایا
 جب آپ سر یہ عبید بن الحارث میں شامل تھے، آپ نے پے در پے، آٹھ تیر پھینکے
 اور ہر تیر ٹھیک نشانہ پر لگا، کفار، آپ کی تیر اندازئی ہی دیکھ کر بھاگ گئے۔ (۲)

پہلا مقتول

رجب ۲ میں، سر یہ عبید اللہ بن جحش ہوا، جس میں، حضرت واقد بن عبد اللہ تمیمی
 رضی اللہ عنہ کے ایک تیر نے، عمرو بن اللخضر جی کو ہلاک کر دیا، مسلمان اور کافروں کے درمیان
 ہونے والی جنگوں کا یہ پہلا مقتول تھا، اس کی ہلاکت کی اطلاع جب کفار مکہ کو ہوئی، تو پورے
 شہر میں ایک آگ بھڑک اٹھی، یہ ظالم مسلمانوں سے پہلے ہی کیا کم جلعے ہوئے تھے، اس
 خبر نے تو ان کو آپ ہی سے باہر کر دیا (۱) اب تو ہر طرف سے، خون کا بدلہ چاہئے، مدینہ پر
 حملہ کرو مسلمانوں کو نیست و نابود، کر دو کے نعرے بلند تھے۔

(۱) وہ جنگی لشکر جس میں حضور علیہ السلام شریک ہوئے، غزوہ کہلاتا ہے۔ اور لشکرِ اسلام جس میں آپ

شریک نہیں رہے۔ سر یہ کہلاتا ہے: (۲) زرقانی ج (۱)

” اصل موضوع ”

گذشتہ صفحات کے مطالعہ سے، آپ کو اندازہ ہو چکا، کہ حضور علیہ السلام اور مسلمانوں کے کے پروگرام میں، جنگ و جدال، فتنہ و فساد، ہرگز شامل نہ تھا، وہ تو مدینہ کو ایک مستحکم پُر سکون شہر بنانے کے بعد، اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہنا چاہتے تھے، مکہ میں اُن کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اُسے بھلا چکے تھے، انہوں نے تو کبھی، اہل مکہ سے، اپنے چھوڑے ہوئے مال و جائیداد تک کا مطالبہ نہ کیا، نہ ہی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو ظالموں سے بدلہ لینے کا کبھی حکم دیا انہوں نے کبھی، یہ تک نہ سوچا تھا، کہ اب ہم، مکہ و شام کی گندہ پرہیز یہ ایک اچھا موقع ہے اہل مکہ کی تجارت کو تباہ کر دینے اور ان کی معاشی حالت کو کمزور بنا دینے کا، ۔۔۔۔۔

لیکن اہل مکہ پر، تو مسلمانوں کی دشمنی اور ان سے نفرت کا ایسا بھوت سوار تھا، کہ وہ، اُن کو صرف مدینہ ہی نہیں بلکہ دنیا کے کسی بھی گوشہ میں، زندہ دیکھنا نہ چاہتے تھے انہیں، اس پر بھی چین نہ آیا، کہ اسلام مکہ سے چلا گیا، وہ تو صرف مسلمانوں کو تہس نہس ہی کر دینا چاہتے تھے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے جو کچھ کیا، وہ صرف اپنی مدافعت تھی، اپنے جان و مال، اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے کیا، جس کا انہیں، صرف مذہبی نہیں بلکہ، اخلاقی و فطری حق حاصل تھا، اور آج بھی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح دنیا کی دوسری قومیں، اپنے تحفظ کے لیے اپنا حق استعمال کرتی ہیں۔

اس صاف ستھری حقیقت کے باوجود بھی، اسلام دشمن مصنفین نے مسلمانوں کو، ظالم، جائز اور جنگجو، نہ جانے کیا کیا، کہا اور جب مسلمانوں نے، ان کو آئینہ دکھایا، تو وہ اپنی بھیانک خوفناک صورت دیکھ کر خود ہی کانپ اٹھے، اسلام پر اعتراضات کو، آج تک نہ ثابت کیا جاسکا ہے، اور نہ قیامت تک کیا جاسکے گا۔

غرضیکہ ہم یہ بتا چکے، کہ غزوہ بدر اور اس کے بعد تمام غزوات کے اسباب و علل، درحقیقت، کفار مکہ ہی کی طرف سے پیدا ہوئے، اور پھر نتائج بھی انہی کو بھگتنا پڑے اب آئیے، اصل موضوع کی طرف۔

مقام بدر

مکہ و مدینہ کے درمیان بدر نامی ایک شخص نے، ساحلِ سمندر سے قریب پڑا اوڈالا اور آہستہ آہستہ، یہاں آبادی ہو گئی، اسی شخص کی نسبت سے، اس پوری آبادی کو بدر کہا جانے لگا شام سے مکہ، اور مکہ سے شام، جانے والے قافلہ، یہاں آرام کے غرض سے ٹھہرنے لگے، لہذا اس آبادی کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی، حتیٰ کہ سال میں ایک مرتبہ یہاں میلہ لگنے لگا، جس میں عرب کے بڑے بڑے تاجر جمع ہوتے اور اس طرح یہ دیہات چند دن کے لیے، خرید و فروخت، کھیل کود اور عیش و عشرت کا مرکز بن جاتا تھا، (۱) چونکہ قافلوں کی یہ گزرگاہ تھی، لہذا حضور علیہ السلام نے، قافلہ ابوسفیان پر حملے کے لیے اسی طرف کا رخ کیا، اور قریش مکہ اپنے قافلہ کو بچانے کے لیے بھی نہیں آئے اور اس طرح بدر ہمیشہ کے لیے حق و باطل کے امتیاز کا پہلا مرکز قرار پایا،

(۱) البدایہ والنہایہ، ج ۳، -

مکہ کا قافلہ تجارت

عمر بن الخطاب کی ہلاکت کی خبر نے اگرچہ اہل مکہ کو بے حد مشتعل کر دیا تھا لیکن ان کے سرداروں کو، مسلمانوں کی قوت کا کچھ اندازہ ہو چکا تھا، لہذا انہوں نے اپنے عوام کو جمع کر کے اپنا پروگرام بتایا کہ ہم مدینہ پر ضرور حملہ کریں گے لیکن، جنگ معمولی بات نہیں، لہذا ہمیں پہلے مالی طور پر نہایت مستحکم ہو جانا چاہئے، اور خوب سلمان جنگ جمع کر لینا چاہئے، اس مقصد کے لیے ہم جلد سے جلد ایک تجارتی قافلہ شام روانہ کرتے ہیں، اس تجارت میں ہر شخص اپنا حصہ شامل کرے تاکہ یہ قافلہ پہلی ہی مرتبہ اتنا منافع اور ضروری سامان لے کر واپس ہو، جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے کافی ہو سکے۔

یہ قافلہ تیار ہوا، اس میں شامل، چالیس تو قریش کے سردار تھے، تیس جوان قافلہ کی خدمت اور حفاظت کے لیے مقرر ہوئے، اور قریش کے ہر مرد و عورت نے، اس میں اپنا حصہ شامل کیا، اس کی مالیت، پچاس ہزار دینار، بتائی جاتی ہے، موجودہ طریقہ سے ہم نے حساب لگایا تو یہ دولت، اُس وقت تقریباً دو لاکھ ڈالر کی تھی، گویا ہمارے دور میں اس کی مالیت کا اندازہ دو کروڑ ڈالر کیا جاسکتا ہے، سواریوں اور سامان تجارت کے لیے ایک ہزار اونٹ لے گئے تھے، یوں سمجھ لیجئے، کہ یہ قافلہ کیا، قریش کی ایک ٹریڈنگ کمپنی تھی جو اپنا مال لے کر شام روانہ ہو رہی تھی، اور ایک زبردست منافع حاصل کرنے کا، اس کو یقین تھا، بہر حال اس قافلہ کو رخصت کرنے کے لیے بھی اہل مکہ نے بڑا اہتمام کیا، اور بڑے ہی اعزاز کے ساتھ، یہ قافلہ روانہ ہو گیا۔

اہم باتیں

اس موقع پر، قافلہ سے متعلق چند اہم باتیں ذہن نشین کرنا ضروری ہیں۔

(۱) یہ عام تجارتی قافلہ نہ تھا، بلکہ قومی نوعیت کا تجارتی قافلہ تھا۔

(۲) اس قافلہ سے قریش کے ایک ایک فرد کا تعلق تھا۔

(۳) قریش کے اہم سردار، اس میں شامل تھے۔

(۴) قریش کا تمام تجارتی سرمایہ اس قافلہ کے پاس تھا، اور اب قریش کی معاشی امیدوں کا واحد سہارا یہ قافلہ ہی تھا۔

(۵) یہ طے پاچکا تھا، کہ اس تجارت کی تمام آمدنی، مدینہ پر حملہ کرنے، مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے وقف ہے۔

گویا، اگر یہ قافلہ کسی حادثہ کا شکار ہو جائے، تو پورا مکہ، ماتم کدہ بن جائے گا، اور اہل مکہ کی ساری قوت ختم ہو جائے گی، سارا غرور تکبر خاک میں مل جائے گا، اور پھر مسلمانوں کا مقابلہ تو درکنار، کسی معمولی، حملہ آور ٹولی کا سامنا کرنے کے قابل بھی نہ رہیں گے، قافلہ کی اس اہمیت کو ذہن میں رکھئے اور اب آگے مطالعہ کیجئے۔

مدینہ میں قافلہ کی اطلاع

قافلہ، تجارت سے فارغ ہو کر، شام سے واپس نکلا ہی تھا، کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے، حضور علیہ السلام کو قافلہ کا حال بتایا اور اس کی واپسی کی اطلاع دی اور لوگ بھی، اُس وقت جمع ہو سکے، آپ نے، ان کو جمع کیا اور قافلہ کا حال بتاتے ہوئے، آپ نے قافلہ کے مقابلہ کے لیے جلد از جلد، مدینہ سے نکل کر شام کی گزرگاہ، بدر، پہنچنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، اس وقت جو لوگ جمع ہو سکے، ان کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی، دو گھوڑے ستر اونٹ، چھ، زبردہیں، اور آٹھ تلواریں تھیں۔

(۱) روح البیان، ج، ۳، سورۃ الانفال۔

وكان المشركون اكثر عدداً اور مشرک کئی گنا زیادہ تھے۔

وعدداً بالاضحاف۔ (۱)

چونکہ مدینہ سے روانگی کے وقت، حضور علیہ السلام کا ارادہ، کسی جنگ کا نہ تھا بلکہ صرف قافلہ سے مزاحمت کرنا مقصود تھی، اس لیے آپ نے کوئی خاص اہتمام نہ فرمایا نہ تو زیادہ لوگوں کو جمع کیا گیا، نہ ہی سواروں کا خاص اہتمام کیا، بلکہ بعض انصار صحابہ نے گذارش بھی کی کہ مدینہ سے باہر چراگاہ میں ہمارے جانور موجود ہیں، اگر حکم ہو تو ہم لے آئیں، لیکن آپ نے ضرورت محسوس نہ کی اور منع فرما دیا، کھانے وغیرہ کے لیے بھی کوئی خاص ذخیرہ نہ لیا گیا، غرضیکہ جلد از جلد جو کچھ ہو سکا وہ کیا، اور محافظین دین کا یہ مقدس قافلہ، سید الانبیاء، صلی اللہ علیہ وسلم کی سربراہی میں، ۶ یا ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوا۔

بچوں کی واپسی

مدینہ سے تقریباً ایک میل باہر، جا کر نبی کریم علیہ السلام نے، اپنے لشکر کا معائنہ فرمایا اس میں چند بچوں کو دیکھا، آپ نے ان کو بلا کر محبت و شفقت کے ساتھ سمجھایا، کہ سفر لمبا ہے، ہم سب جلدی میں جا رہے ہیں، کھانے پینے کا بھی انتظام نہیں ہے تم بچے، مو، تمہیں تکلیف ہوگی اور تمہاری وجہ سے ہمیں بھی پریشانی ہوگی، لہذا تم واپس اپنے گھر جاؤ بچے مان گئے اور واپس ہو گئے۔

لیکن عمیر ابن ابی وقاصؓ، رو کر عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ! میں اگر چہ کم عمر ہوں، لیکن آپ کے ساتھ چلنا چاہتا ہوں، میرے پیارے آقا، مجھے واپس نہ

(۱) روح البیان، ج ۲۰، سورہ الانفال: (۲) اس وقت حضرت عمیر کی عمر سولہ سال تھی۔

کیجئے، حضور، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو، ان کے آنسو دیکھ کر رحم آگیا، اور آخر کار عمیر کو اجازت ملی، ان کے بھائی، حضرت سعد ابن ابی وقاص بھی، شکر میں تھے، بھائی کو اجازت ملی تو بہت خوش ہوئے، گلے لگایا اپنے ہاتھ سے، ان کے تلوار ٹسکاٹی۔

دیگر انتظامات

یہاں آپ نے، دوسرے ضروری انتظامات کی طرف بھی توجہ فرمائی، مدینہ سے روانگی کے وقت، آپ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو، مسجد نبوی کا امام مقرر فرمایا تھا، اب آپ نے ابولبابہ ابن عبد المنذر کو، مدینہ کا حاکم اور عاصم ابن عدی کو قبا کا حاکم مقرر فرمایا، تاکہ یہ دونوں حضرات منافقین، باہبود کی حرکتوں پر نظر رکھیں اور اگر وہ کوئی سازش کریں، تو اس کو ناکام بنانے کے لیے مناسب اقدام کریں۔

روانگی

ان ضروری انتظامات کے بعد، آپ بدر کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ مقام صفراء پر پہنچے، تو آپ نے، دو سو اوروں کو یہ معلوم کرنے کے لیے، آگے روانہ کیا، کہ قافلہ، کہاں سے نظر آ رہا، کبتک، بدر پہنچنے والا ہے، صفراء سے بدر تقریباً دس میل ہے، ان دونوں حضرات نے واپس آکر اطلاع دی کہ قافلہ، کل یا برسوں، بدر پہنچنے والا ہے۔

سواری

جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ بدر کے دن سواری کے تین افراد کو ایک اونٹ ملا تھا، پس حضور علیہ السلام کی اونٹنی عقبہ کی سواری

کے لیے آپ کے ساتھ ابو لبابہ (۱) اور حضرت علیؑ تھے، پس جب ان دونوں کے سوار ہونے کا وقت آیا، تو عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ! آپ سوار رہیں ہم پیدل ہی چلتے رہیں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما انتم باقوی منی ولا
انا باغنی عن الاجر
منکم۔^۲
نہ تو تم، دونوں مجھ سے زیادہ طاقت ور ہو
اور نہ میں تم دونوں سے اجر و ثواب کا کم خواہاں
ہوں۔

قافلہ

قریش کا قافلہ تجارت، جس کے سربراہ، ابوسفیان^(۳) تھے، ابھی شام ہی میں تھا، کہ وہاں کسی نے ابوسفیان کو خبر دی، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ میں تمہارا تعاقب کرنے کے انتظامات کر رہے ہیں، تمہاری واپسی تک وہ بدر پہنچ کر تمہیں روک لیں گے لہذا تم بہت محتاط ہو کر سفر کرنا، یہ لوگ تو پہلے ہی مسلمانوں سے خوفزدہ تھے، یہ خبر ملی تو پورے قافلہ کا بہر حال ہو گیا، اور ابوسفیان نے فوراً، ایک شخص ضمضم غفاری کو مکہ دوڑایا، کہ جا کر قریش کو خبر کر دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی، قافلہ کی تلاش میں ہیں، اور مقام بدر پر وہ ہمارا انتظار کر رہے ہیں، لہذا اپنے قافلہ کی حفاظت کے لیے فوراً پہنچو۔

(۱) حضرت ابو لبابہ، مقام روحانک رہے، جب حضور نے انہیں مدینہ کا حاکم بنا کر واپس کیا تو ان کی جگہ مرثد رضی اللہ عنہ نے لی، (۲) البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۳۰ (۳) فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔

مکہ میں خبر

جو نہی، منصفم، مکہ پہنچا، اس نے اپنے کپڑے پھاڑ لیے، اپنے اونٹ کی ناک کاٹ دی جب عوام کو، کوئی اہم خبر سنانی ہوتی تو عرب، ایسی ہی حرکتیں کرتے تھے، یہ ان کی ایک رسم تھی منصفم نے بھی یہ سب کچھ کیا، اور چنچنے دھاڑنے، لگا، "اے قریش مدو کو پہنچو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا قافلہ لوٹنے کے لیے مدینہ سے نکل چکے ہیں، اگر تم نے ذرا بھی دیر کی، تو سارے مال و دولت پر مسلمان قبضہ کر لیں گے، اور قافلہ لے کر قنارہ ہو جائیں گے یا مار دیئے جائیں گے۔"

قریش کا حال

آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ خبر سن کر، قریش پر کیا گزری ہوگی، سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے، مال و دولت کی فکر، قافلہ میں شریک سرداروں کی جانوں کا خطرہ سب سے زیادہ پیچ و تاب، اس بات پر، کہ مسلمان، اب اتنے طاقتور ہو گئے، کہ بلا خوف و خطر وہ ہمارے قافلہ کی طرف بڑھ رہے ہیں، پس کہیں، ابو جہل بیچ رہا تھا، تو کہیں، ربیعہ لوگوں کو گھروں سے پکارا، پکار کر، لا رہا تھا، ابو جہل کو، اصرار تھا کہ جس قدر جلد ہو سکے، ہم اپنے قافلہ کی امداد اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے چلیں لیکن، ابو لہب، امیہ، عاص، عاص بن عامر، عتیبہ، شیبہ، حکیم ابن خرام، ابو النختری، عاص ابن امیہ، ان تمام سرداروں کے نزدیک، مسلمانوں کے سامنے پہنچا موت کے منہ میں جانے کے برابر تھا، ان پر یہ ہیبت مند واقعات کی وجہ سے طاری تھی، جو دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی، انہیں ہم اگلے صفحات پر "متفرق واقعات" کے ذیل میں بیان کریں گے۔

قریش کی روانگی

بہر حال، قریش نے کسی نہ کسی طرح، اپنا اختلاف دور کیا، اور مکہ سے روانہ ہونے کے لیے تیار ہو گئے، کہ اچانک انہیں خیال آیا، کہ ان کی عدم موجودگی میں کہیں بنی کنانہ ان کے اہل و عیال کو، کوئی نقصان نہ پہنچائیں، قریش کی بنی کنانہ سے بہت پرانی دشمنی چلی آرہی تھی۔ اس خیال سے، زیادہ پریشان عقیدہ تھا، قریش کی اس پریشانی کو شیطان نے دور کیا، جو سراقہ بن مالک بن خنیتم کی صورت میں ظاہر ہوا، کیونکہ سراقہ بنی کنانہ کے معززین میں سے ایک تھا، اس نے قریش کو اطمینان دلایا، اور کہا تم بے فکری سے، اپنے مشن پر جاؤ، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ بنی کنانہ سے تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے مقابلہ ہم سب کا مشترکہ مقصد ہے، شیطان کی اس نیند دہانی پر سب خوش ہوئے اور آخر کار یہ قافلہ مکہ سے روانہ ہو گیا۔

قافلہ قریش میں شرکاء کی تعداد، نو سو پچاس تھی، جب کہ ان کے پاس، سو گھوڑے ستر اونٹ تھے، گانے بجانے والی عورتیں، شراب اور عیش و عیاشی کا تمام سامان ان کے ہمراہ تھا، اس قافلہ کے کروفر کا حال، تاریخ کی کتابوں میں کچھ فرق کے ساتھ ملتا ہے لیکن بہر حال یہ اندازہ ہوتا ہے، سو گھوڑوں اور ستر اونٹ کی تعداد سواری کے جانوروں کے علاوہ تھی، نیز کھانے پینے کا تمام سامان، وافر مقدار میں موجود تھا چونکہ سب کے سب شیطان کے فریب میں مبتلا تھے۔ اس لیے، تکبر و غرور نے ان کو آپے سے باہر کر رکھا تھا، انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے مسلمان ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اور بس ان کی تلواریں، ان کے سر قلم کرنے کے

(۱) البدایہ والنہایہ ۳۲: (۲) معراج النبوة، ج ۳:

یہ اٹھنے والی ہیں، انہیں کیا پتہ تھا کہ بدر کا دن، قیامت تک آنے والوں کے لیے
 ”یوم الفرقان“ ہوگا، شیطان انہیں یہ سوچنے کا موقع کہاں دے رہا تھا، کہ وہ ذلت
 و خواری کے گڑھے میں گرنے جا رہے ہیں، موت ان کا انتظار کر رہی ہے اور وہ بھی
 نہایت ہی عبرت ناک موت،

شیطان ان کو ہانکتا رہا، یہ مستیاں کرتے آگے بڑھتے رہے، جہاں ٹھہرتے
 وہاں اونٹ ذبح ہوتے، گوشت بھننا، شراب کے جام پھلکتے، عورتیں ناپختیں،
 حضور علیہ السلام اور مسلمانوں کی بدگوئی ہوتی اور جہاں تک ان کے قہقہوں کی آوازیں
 پہنچتی ہیں، خدا کی مخلوق کی ان پر لعنت ہوتی ہے۔

پہلی منزل پر کھانے کا انتظام ابو جہل نے کیا اور دس اونٹ ذبح کئے، پھر جب
 قافلہ نے، مقام عفراء میں پڑاؤ ڈالا تو، امیہ بن خلف نے ان کے لیے نو اونٹ ذبح کئے
 مقام قدیر پر سہیل بن عمرو نے دس اونٹ گرائے، قدیر سے ساحل سمندر پہنچے اور
 عباشی کے لیے ایک دن ٹھہرے، تو یہاں شیبہ بن ربیعہ نے نو اونٹ ذبح کئے
 مقام حقفہ پر عقبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ ذبح کئے، اور مقام ابواء پر نیدرین الحجاج
 نے دس، پھر عباس بن عبد المطلب نے دس، اور پھر ابو البختری نے دس اونٹ
 ذبح کئے (۱)

اونٹ ذبح ہونے کی اس تعداد سے انداز ہوتا ہے، کہ مورخین نے سو گھوڑے
 اور ستر اونٹ، قافلہ قریش کے جانوروں کی کل تعداد نہیں لکھی، بلکہ یہ وہ جانور ہیں، جو
 مقصد جنگ کے لیے، سواری کے جانوروں سے زیادہ تھے، ان کے علاوہ ذبح کرنے
 کے لیے اونٹ بھی کثیر تعداد میں موجود تھے، مختصر یہ کہ اس قافلہ کے پاس کسی ضرورت

کی چیز کی کمی نہ تھی، ان کا سفر تفریحی معلوم ہوتا تھا، کیونکہ مسلمانوں سے مقابلہ، ان کے نزدیک ایک مذاق تھا، تفریح تھی،

قافلہ تجارت

ادھر قافلہ تجارت شام سے روانہ ہو کر، بہت ہی احتیاط کے ساتھ چھپتا، چھپاتا بدر کے قریب پہنچا، ان پر ایک خوف طاری تھا، کہ کہیں مسلمان چھپ کر حملہ نہ کر دیں، بدر میں ایک شخص مجدی بن عمرو، رہتا تھا، جس کو ابوسفیان جانتا تھا، بہت مشکل سے ابوسفیان مجدی کے پاس پہنچا، اور اس سے پوچھا، کیا تم نے یہاں سے مسلمانوں کو گذرتے یا ان کے جاسوسوں کو پھرتے دیکھا ہے، مجدی نے کہا، ایک دن میں نے دو سواروں کو دیکھا تھا، اور انہوں نے فلاں جگہ اپنے اونٹ بٹھائے اور ان کو پانی پلایا تھا، ابوسفیان وہاں پہنچا تو اس جگہ اونٹوں کی منگیناں، پڑی دکھی، اسے یقین ہوا کہ کوئی آیا ضرور ہے، لیکن کون آیا اور کہاں سے آیا، کیسے پتہ چلے، اہل عرب قافلوں اور ان کے اونٹوں کی پہچان وغیرہ میں بہت ماہر ہوتے تھے، ان کے اپنے طریقے تھے، جن سے وہ سب کچھ معلوم کر لیا کرتے تھے۔

ابوسفیان نے اونٹوں کی منگینیوں کو توڑا، تو ان میں، کھجوروں کی گٹھلیاں ملیں پس یقین ہو گیا کہ یہ اونٹ مدینہ سے آئے، اور یقیناً، جاسوسوں کے تھے جو ہماری تلاش میں ہیں نیز مسلمان، کہیں قریب، وجوہی میں موجود ہیں، بس ابوسفیان نے تیزی کی اور اپنے قافلہ کو بدر سے دور، رکھتے ہوئے، سمندر کے کنارے کناسے، نکل گیا۔

جب ابوسفیان کو خطرہ ختم ہو جانے کا یقین ہو گیا، تو اس نے قریش کے پاس پھر قاصد دوڑایا، اور پیغام بھیجا، کہ اب چونکہ قافلہ محفوظ ہے اور منتشر یہ

مکہ پہنچنے والا ہے، لہذا کسی امداد کی ضرورت نہیں، اور اگر کوئی ٹولی امداد کے لیے
 مکہ سے روانہ ہو چکی ہے تو اسے واپس بلا لیا جائے قاصد کی راستہ ہی میں مقام
 ححفہ پر ملاقات ہو گئی، اس نے ابو جہل کو، ابوسفیان کا پیغام دیا، جب دوسرے سرداروں
 کی یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان قافلے کے نکل چکا ہے اور قافلہ خیریت سے ہے، تو
 سب نے واپسی کا ارادہ کر لیا، لیکن ابو جہل جس کے سر پر موت منڈلا رہی تھی، نہ مانا
 کہنے لگا، اب ہم بدر جاؤں گے، تین روز ٹھہر کر خوب عیش کریں گے، اونٹ ذبح ہوں
 گے، کھانے پکین گے، تاج و گانے کی محفلیں جمیں گی، تاکہ ہماری شہرت ہو مسلمانوں
 اور عرب کے قبیلوں کے دلوں میں ہماری ہیبت طاری ہو، عقبہ و شیبہ، قبیلہ
 بنو زہرہ اور بنو عدی کے سرداروں نے، ہر چند اس کو واپسی پر آمادہ کرنا چاہا لیکن
 وہ نہ مانا، آخر کار بنو عدی اور بنو زہرہ کے سرداروں نے اپنی قوم کے ساتھ واپسی
 کا فیصلہ کر لیا اور وہ چلے گئے۔

ابوسفیان، قافلے کے مکہ پہنچا، اور کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر تیزی سے واپس
 آیا، قریش سے ملا، وہ یقین رکھتا تھا کہ ابو جہل اپنی قوم کو بہت تیزی سے ہلاکت کی
 طرف لے جا رہا ہے لیکن دوسروں کی طرح مجبوراً قافلے میں شامل رہا، اور سب مل کر
 اپنے مقتل، یعنی میدان بدر میں آ پہنچے۔

یہاں ایک، میلے کا سا، ساماں بن گیا، ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ کوئی نیا شہر آباد ہو
 گیا، جانوروں کے ذبح ہونے کی آوازیں، آگ جلنے کا دھواں، گوشت پھینکے کی خوشبو
 ناچ، گانا، عورتوں، مردوں کے ہنسنے، غرضیکہ سب کچھ ہونے لگا، انہیں کیا خبر تھی
 ہلاکت ویربادی، ان کو، یہاں گھیر کر لائی ہے، انہیں کیا پتہ کہ یہ ان کی عیاشی کے
 آخری دن ہیں۔ وہ کیا جانیں، کہ ان کے تکبر و غرور، کو ایسا خاک میں ملایا جانے والا ہے
 کہ تباہی تک آنے والوں کے لیے، ان کا انجام ذریعہ عبرت بن جائے گا۔

شکرِ اسلام

نبی کریم علیہ السلام اپنے جانثاروں کے ساتھ، مقام صفراء ہی میں رونق افروز نہ تھے اور ان مخبروں کی واپسی کا انتظار فرما رہے تھے، جن کو آپ نے قافلہ تجارت کی خبر معلوم کرنے کے لیے دوبارہ بدر روانہ کیا ہوا تھا،

مخبر واپس آئے اور انہوں نے خبر دی، کہ ابوسفیان تو اپنا قافلہ بچا کر نکل گیا لیکن مکہ سے، قریش ایک بڑا لشکر لے کر بدر پہنچ چکے ہیں، اور ہمارے منتظر ہیں اس خبر پر نبی کریم علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا، کہ اب دشمن کی اطلاع مل جانے کے بعد مقابلہ کئے بغیر ہماری واپس کے اثرات نہایت ہی خراب ہوں گے، نہ صرف یہ کہ، کفار مکہ کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔ بلکہ، مدینہ کے یہودیوں اور قرب و جوار کے، عرب پر بھی، ہمارا کوئی رعب باقی نہ رہے گا، گویا، اب تک تو صرف بیرونی اور خارجی حالات کا مقابلہ رہتا تھا آئندہ مدینہ کا اندرونی، امن و امان بھی تباہ ہو جائے گا، اور ٹپھر حالات پر قابو پانا بہت ہی مشکل ہوگا۔

اسی دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی الہی لے کر حاضر ہوئے، کہ اللہ تعالیٰ نے دو قافلوں میں سے، ایک کا آپ سے وعدہ کر لیا ظاہر ہے کہ ایک قافلہ، یعنی قافلہ تجارت تو نکل چکا تھا، اب ایک ہی، یعنی قافلہ قریش سامنے تھا، پس، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا، کہ قافلہ قریش ہی کا مقابلہ، مرضی الہی ہے، اور فتح و کامرانی کا وعدہ بھی، پس، آپ نے وادئ صفراء سے کچھ آگے بڑھ کر وادئ ذفران میں، صحابہ کو جمع فرما کر، ارشاد فرمایا، کہ اب حالات تبدیل ہو گئے ہیں قریش

اپنا لشکر لے کر بدر میں ہمارا، انتظار کر رہے ہیں، اور خدا نے وعدہ فرمایا ہے، کہ دو گروہوں میں سے تمہیں ایک گروہ پر، غلبہ حاصل ہوگا، پس سب مشورہ دیں کہ ان حالات میں کیا کیا جائے۔

ظاہر ہے، اچانک حالات کی تبدیلی کا صحابہ پر، ضرور کچھ اثر ہوتا تھا، انہوں نے خیال کیا، کہ ہم نہ تو جنگ کے ارادے سے نکلے اور نہ ہی، ہمارے پاس جنگ کا ساز و سامان ہے، اور تعداد بھی بہت کم ہے، لہذا عرض کرنے لگے، کہ ہمارے حالات کا تقاضا یہی ہے کہ ہم قافلہ البوسفیان کا تعاقب کریں، لشکر قریش کے سامنے جانا تو بالکل اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دینا، جیسا ہوگا۔ یہ ایک عام رائے تھی، لیکن حضور علیہ السلام نے اس کو ناپسند فرمایا، تو فوراً ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے، آپ کی مرضی کا احساس کرتے ہوئے، گردنیں جھکا دیں اور سب سے پہلے، رفیق غار مزاج شناس رسول، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اور آپ نے ایک نہایت ہی مؤثر تقریر فرمائی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور آپ نے بکر زور انداز میں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تائید فرمائی، اور کہا،

”دیار رسول اللہ، قریش کے معززین ہمارے مقابلے کے لیے نکلے ہیں وہ ہمیشہ سے کافر ہیں، انہوں نے کبھی ذلت و رسوائی کا سامنا نہیں کیا، وہ ایمان نہیں لائے اور اب بھی ایمان نہیں لائیں گے، ہمیں ان سے لڑنا چاہئے تاکہ انہیں اپنی حیثیت کا پتہ چل جائے۔“

حضور علیہ السلام نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دعادی، اور آپ دونوں سے خوش ہوئے۔

تقریر، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بعد، حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

”یا رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو حکم دیا ہے اس پر عمل فرمائیے ہم آپ کے ساتھ ہیں، اور آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم، ہرگز وہ نہ کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا، کہ۔“

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا
اِنَّا هُمْنَا قَعِدُونَ ۝
تم جاؤ اور تمہارا رب دونوں لڑو ہم
یہاں بیٹھتے ہیں (۱)

بلکہ ہمارا کہنا تو یہ ہے کہ

اذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا
اِنَّا مَعَكُمْ مَقَاتِلُونَ۔
آپ جاؤ اور آپ کا رب دونوں لڑیں
اور ہم دونوں کے سہارے لڑیں گے (۲)

یہ محبت بھری، پر جوش تقریر سن کر، نبی کریم علیہ السلام خوش ہوئے اور صحابہ کرام میں ایسا جوش جہاد پیدا ہوا، کہ اب وہ بغیر کسی تاخیر کے کفار کے سامنے پہنچنا چاہتے تھے لیکن حضور علیہ السلام کو ابھی، انصار میں سے کسی کی رائے کا انتظار تھا،

تقریر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اندازہ کرایا، کہ حضور علیہ السلام، انصار

کی طرف سے بھی، اظہارِ خیال چاہتے ہیں لہذا، آپ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے،

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، قسم، اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اگر، آپ، دریا میں چھلانگ لگانے کا حکم دیں گے، تو بھی ہم تعمیل کریں گے، اور ہم میں سے کوئی پیچھے، نہ سہے گا، جس کے ساتھ، آپ چاہیں تعلق رکھیں، اور جس سے منقطع کرنا چاہیں منقطع فرمائیں، اور جس قدر چاہیں، ہماری دولت میں سے خرچ کریں، ہمارے لیے باعثِ خوشی ہوگا، اور جو چاہیں چھوڑ دیں، اور قسم اس خدا کی، جس کے قبضہ میں ہماری جان ہے، ہمیں دشمن تک پہنچنا، اور اس سے جنگ کرنا ہرگز ناگوار نہیں، شاہد اللہ تعالیٰ، ہم سے آپ کو کوئی ایسی چیز دکھائے جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور آپ خوش ہو، پس، اب، اے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ارادہ فرمائیں جو چاہیں۔

یہ گفتگو سن کر، حضور علیہ السلام کا چہرہ مبارک چمک اٹھا، اور آپ نے غلاموں سے وہی کچھ سنا، جسکی آپ کو امید تھی، پس آپ نے فرمایا۔

سیر و اعلیٰ بركة الله والبشروا
فان الله دعوني احدی
الطائفین۔

چلو، خدا کی برکت سے، خوش ہو کہ اللہ نے مجھ سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔

والله لکانی الآن انظر الی
مصادع القوم۔

قسم خدا کی، دشمنوں کے ہلاک ہونے کی جگہیں میری نظروں کے سامنے ہیں۔

۱۔ روح البیان، ج ۳، سورۃ انفال،

صحابہ کا حال

اپنے ساتھیوں کی تقریریں سننے اور حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کو سننے کے بعد تمام صحابہ، دیوانے اور متوالے نظر آ رہے تھے، اب ان کے دلوں میں نہ گھبراہٹ تھی اور نہ ہی دشمن کا خوف انہیں موت نظر نہیں آ رہی تھی، بلکہ ہمیشہ کی زندگی کا یقین تھا، ایسی زندگی کہ اس دینا سے جانے کے باوجود بھی انہیں کوئی مردہ، نہ کہہ سکتا ہے اور نہ سوچ سکتا ہے اب وہ بالکل الحمد سے آگے بڑھ رہے تھے، نہ تعداد کی کمی کا خیال، نہ ہتھیاروں کی کمی کا احساس، کیوں، صرف اس لیے کہ وہ اپنے کسی کام سے نہیں جا رہے تھے، اپنی مرضی سے نہیں جا رہے تھے، کام اللہ کا تھا، مرضی رسول کی تھی، بندے تو، صرف تعمیل کرتے ہیں، سو، وہ کر رہے تھے، اور جو تعمیل کرتے ہیں وہ کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوتے پس کسی صحابی کو ناکافی کا شک و شبہ تک نہ تھا، مجاہدین اسلام کا یہ قافلہ چلتا رہا۔

بد کے قریب

شام تک مسلمانوں کا یہ قافلہ، بد کے قریب تھا، جہاں، حضور علیہ السلام نے کچھ آرا کے لیے قیام فرمایا، حضرت علی اور چند دیگر صحابہ کو حکم دیا کہ آگے جا کر، کچھ حال معلوم کریں، یہ صحابہ کچھ ہی دور چلے تھے کہ انہیں، دو غلام نظر آئے، صحابہ ان کو پکڑ کر قافلہ میں لے آئے اور ان سے پوچھ گچھ شروع کی، حضور علیہ السلام اس وقت نماز میں مصروف تھے، صحابہ نے ان دونوں سے سوال کیا کہ ابوسفیان کے غلام ہو، انہوں نے انکار کیا تو ان کو مارنا شروع کر دیا، جب ان کی پٹائی موٹی، تو کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان ہی کے غلام ہیں اتنے میں، نبی کریم علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے آپ نے فرمایا ان غلاموں نے پیسے بات کہی تو تم نے ان کو مارا، اور جب جھوٹ بولا، تو تم پیسے سمجھے، یہ ابوسفیان

کے غلام نہیں، لشکر قریش ہی میں سے ہوں، پھر آپ نے ان سے لشکر کا حال دریافت کرنا شروع کیا جس کو ہم، قارئین کی سہولت کے لیے بصورت مکالمہ پیش کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام۔ لشکر قریش کی تعداد کتنی ہے۔

غلام۔ ہمیں صحیح تعداد تو معلوم نہیں، ہاں، لشکر کافی بڑا ہے۔

حضور علیہ السلام۔ ان کے کھانے کے لیے، کتنے اونٹ روزانہ ذبح کئے جاتے ہیں

غلام۔ کسی دن، دس، کسی دن تو۔

گویا نو سے زائد اور ہزار سے کم افراد ہیں، اچھا یہ بتاؤ، کہ قریش کے سرداروں میں سے کون کون لشکر میں آیا ہے۔

حضور علیہ السلام

جو سردار، معززین، لشکر میں شامل ہیں، ان میں سے چند کے نام

غلام

یہ ہیں۔ عقبہ، شیبہ، ابوالحکم ابن خرام، طلحہ بن عدی، نصر بن

الحارث، زمعہ بن الاسود، ابو جہل، امیہ بن خلف، سہیل بن عمر

عباس بن عبدالمطلب،

حضور علیہ السلام صحابہ کرام سے۔

کہ اپنے مارے جگر پارے لے آیا ہے لہ

تاتی مکتہ الیوم با فلا ذکیدا

حضور علیہ السلام، غلاموں سے

کیا کوئی، ان میں سے واپس بھی چلا گیا ہے۔

غلام۔ جی ہاں، نوزہرہ اور بنو عدی واپس چلے گئے ہیں۔

ان معلومات سے فارغ ہو کر، آپ نے اسی مقام پر ٹھہر کر، مقابلہ کرنے کا

فیصلہ فرمایا لیکن حضرت جناب ابن المنذر، عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ، کیا یہ فیصلہ

وحی کے مطابق ہے، آپ نے فرمایا نہیں، اس سلسلہ کوئی وحی نازل نہیں، پس جناب نے گزارش کی، کہ کچھ آگے کنواں ہے، ہم وہاں قیام کریں تو، جنگی اعتبار سے بھی مناسب ہوگا، اور پانی کی تکلیف بھی نہ رہے گی آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا، اور اسی مقام پر پہنچ کر قیام کیا،

غرضیکہ، اب دونوں لشکر، اپنی، اپنی زندگی کے اہم موڑ، پر پہنچ چکے تھے ایک وہ تھے جو اللہ کے لیے جینا، اور اللہ ہی کے لیے مرنا چاہتے تھے، دوسرے وہ تھے، کہ تکبر و غرور نے، ان کے ذہنوں سے، موت کا تصور تک نکال دیا تھا۔ ایک وہ تھے، جنکا سہارا صرف اللہ، اور رسول، پر تھا دوسرے وہ جنہیں، اپنی تعداد و سامان جنگ پر ناز تھا، ایک وہ تھے، جو خدا کے بھیجے ہوئے، اور رسول کے لائے ہوئے تھے، دوسرے وہ جنہیں شیطان لعین نے ڈھکیلا تھا، ایک وہ تھے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا
عَنْهُ ۗ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ
أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۗ

اللہ راضی ہو گیا ان سے، اور وہ اس سے
راضی ہو گئے یہی اللہ کا گروہ ہیں، سن لو اللہ
ہی کا گروہ، کامیاب و کامران ہے۔
(پ ۲۸، المجادلہ، ۲۲)

اللہ، ان سے خوش، وہ اللہ سے خوش، کامیابی و کامرانی، ان کا مقدر ہے، اور
دوسرے وہ تھے،

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ
فَأَنسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ
أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ
أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ

ان پر شیطان نے قبضہ کر لیا ہے، اور
اُس نے، ان کو اللہ کی یاد بھلا دی ہے
یہی لوگ شیطان کا ٹولہ ہیں، خوب سن لو
کہ شیطان کا ٹولہ ہی، یقیناً نقصان اٹھانے

(پ ۲۸، المجادلہ - ۱۹)

لشکرِ اسلام میں شیطان

شیطان لشکرِ اسلام میں بھی آیا، اپنا کام کرنے کی بہت کوششیں کی، لیکن، جن کو دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ حاصل ہو، وہ کب شیطان کے مکر و فریب کا شکار بن سکتے ہیں۔ صحابہ تھکے، ہارے تھے، ارتیلی زمین میں، پیر دھنے جاتے تھے، چلنا تک دشوار تھا، پانی بھی اتنی مقدار میں نہ تھا کہ غسل و وضو کر کے تھکان کم کر لیں، کھانے کا بھی کوئی خاص انتظام نہ تھا، واقعی نازک وقت تھا، اور شیطان اپنا کام کرنے کے لیے، ایسے ہی وقت کی تلاش میں رہتا ہے، پس موقع ملتے ہی مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ پیدا کرنے لگا رسول کے ساتھی، خدا کا لشکر ہونے کا شرف حاصل ہے، حق پر بھی ہونے کا دعویٰ ہے، لیکن پھر یہ کیا ماجرا ہے، کہ آرام اور ضروریات زندگی سب کچھ دشمنوں کو نصیب ہیں، ہم پانی کو بھی ترستے ہیں، دلوں میں یہ وسوسہ آتا تھا، کہ خدا نے، اپنے دین کے محافظوں پر رحم فرمایا ایسی بارش ہوئی، کہ صحابہ، شکر ادا کرتے جاتے، اور حیرت میں تھے، کہ یہ بغیر آثار کے اچانک بارش کیسی، سب نے اپنی ضروریات کو پورا کیا، زمین سخت ہو گئی، کہ چلنا پھرنا آسان ہو گیا، قریبی کنواں پانی سے بھر گیا، کچھ گڑھے کھود کر، پانی محفوظ بھی کر لیا گیا، اور لشکر کفار چونکہ تیشب میں تھا، لہذا، ان کی جگہ پر پانی بھر گیا، دلدل بن گئی، پانی ایک ہی آسمان سے برسا، لیکن نیکیوں کے لیے رحمت بنا اور بدوں کے لیے مصیبت و رحمت بن گیا، پانی پراگرچہ قبضہ مسلمانوں کا تھا، لیکن ساتی کوثر، صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو پیاسا دیکھنا کب گوارا فرما سکتے تھے، لہذا، خون کے پیاسوں کو بھی پانی لینے کی عام اجازت تھی۔

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۳۰۔

عریش

چھپر، سائبان، کچھ کٹے، غرضیکہ سرچھپلنے کی جگہ کو، عریش کہا جاتا ہے، اب چونکہ جنگ کی آفری تیار ہوا ہو رہی تھیں، لہذا، غلاموں کو اپنے آقا کا خیال آیا، حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ، اگر اجازت ہو، تو ہم آپ کے لیے، میدان جنگ سے کچھ فاصلہ پر، ایک عریش بنا دیں، تاکہ آپ کی نظر مبارک ہم غلاموں پر نہ رہے، اور دشمن بھی آپ تک نہ پہنچ سکے، آپ کی سواری عقیبہ، آپ کے قریب ہے گی، اگر اللہ نے ہمیں فتح عطا فرمائی، تب تو غلام، آپ کے ساتھ ہی واپس ہوں گے، بصورتِ دیگر، آپ، سوار ہوں اور مدینہ تشریف لے جائیں، ہمیں یقین ہے، کہ مدینہ میں موجود ہمارے بھائی، آئندہ آپ کا اسی طرح ساتھ دیں گے، جیسے ہم خدمت عالی میں حاضر ہیں، اگر انہیں خیر ہو جاتی، یا آپ حکم فرماتے تو وہ بھی، ہمارے ساتھ، میدان جنگ میں موجود ہوتے، حضور علیہ السلام نے، حضرت سعد کی رائے کو پسند فرمایا، اور غلاموں نے مل کر، آقا کے لیے ایک سائبان بنا دیا۔ نیز فیصلہ کیا، کہ حضور کے ساتھ، بطور خادم، رفیقِ غار، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رہیں گے،

معاینہ

حضور نبی کریم علیہ السلام چند صحابہ کے ہمراہ میدان جنگ کا معاینہ کرتے، نکلے آپ کے دست مبارک میں ایک چھٹری تھی، جس سے آپ زمین پر جگہ، جگہ، لکیریں بناتے جاتے، اور فرماتے، کہ یہاں ابو جہل، ہلاک ہو کر، گرے گا، یہاں، فلاں اور یہاں فلاں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے جس جگہ جس کافر کے نام کی لکیر بنائی تھی، وہ، قتل ہوا، اور اسی جگہ گرا، بال برابر فرق نہ ہوا،

دعا اور زیند

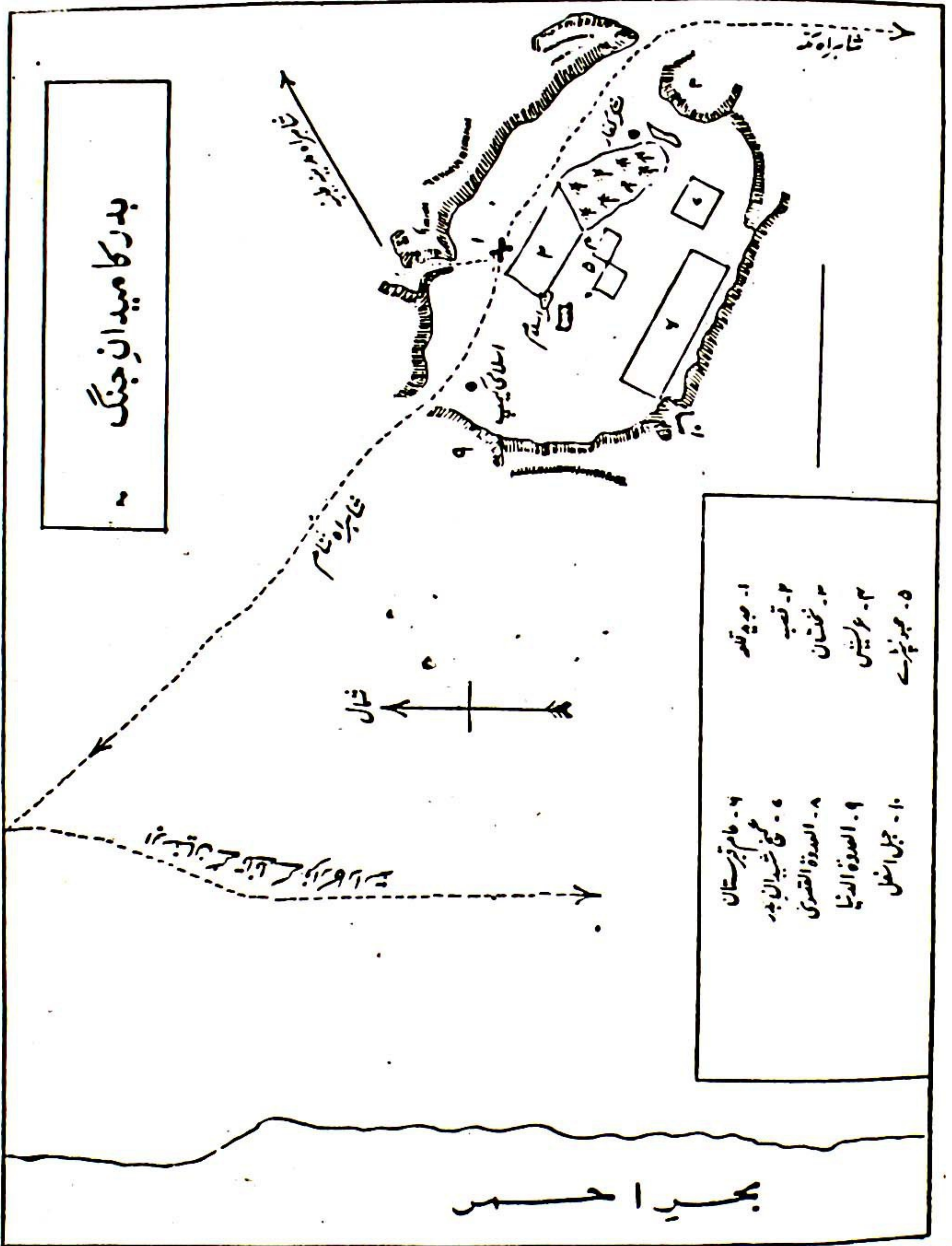
رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ میں رونق افروز ہو کر عبادت و دعا میں مصروف ہوئے، اور صبح جن سپاہیوں کو ایک بڑے لشکر کا مقابلہ کرنا ہے ان کے سکون و اطمینان کی یہ حالت کہ سب کے سب سو گئے، اور خوب سوئے ایسے سوئے، جیسے کوئی کسی تفریح گاہ میں سوتا ہے، کیوں نہ سوتے، دنیا کی عزت اور آفرت کی نجات کا قبیل و ضامن جو ساتھ تھا، کیوں نہ سوتے نبی پر مکمل اعتماد جو تھا، آج بھی، جو نبی پر اعتماد کرتے ہیں، ان کی زندگی بڑی ہی پرسکون ہو جاتی ہے، نبی ہی کے صدقہ میں، دین کے محافظوں پر خدا کا یہ انعام تھا کہ وہ میدان جنگ میں خوب سو رہے تھے لے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، کہ میری نیند کا یہ حال تھا، کہ کئی مرتبہ میں نے، اٹھنے کی کوشش کی لیکن نیند نے ہر بار، سلا دیا۔ حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نیند نے ایسا مہوش کیا تھا، کہ میں اپنی ٹھوڑی اچھاتے پر رکھے، بے ہوش پڑا رہا، جب ذرا ہوش آیا تو دوسری طرف جا پڑا لے لیکن دوسری طرف، اضطراب تھا، بے چینی اور خوف و ہراس تھا، ہر ایک کو اپنی موت نظر آرہی تھی، ذلت و خواری کے گڑھے نظر آرہے تھے حضور علیہ السلام نے، رات ہی کے وقت عمار بن یاسر اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو، دشمن کے لشکر کا حال معلوم کرنے بھیجا، یہ دونوں بے خوف و خطر، لشکر کے گرد پھگر لگا کر واپس آئے، اور بتایا، کہ، اُن سو رماؤں کے طور، اور گھبراہٹ کا یہ حال ہے کہ اگر، ان کا گھوڑا بھی ہنہاتا ہے، تو وہ، اس کے منہ پر، ہاتھ مارتے اور اس کو

لہ القرآن، سورہ انفال، آیت شواہد النبوة

ناموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حق یہ ہے، کہ قوت و طاقت، ہمت و بہادری، نہ تو جسمانی قوت سے ملتی ہے نہ ہی تعداد و مال و دولت اور وسائل کی کثرت سے، یہ جوہر، خدا پر ایمان رکھنے والوں کی اطاعت کرنے والوں، اور ان کے عاشقوں ہی کو نصیب ہوتا اور اس کثرت سے ملتا ہے، کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کا سامنا نہیں کر پاتی۔





ماخوذ از ضیاء القرآن

يَوْمَ الْفُرْقَانِ

حقی و باطل میں امتیاز کا اہم دن

وَإِذْ يَعِدُكُمْ اللَّهُ إِحْدَى
الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ
وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ
الشَّرْكََةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ
اللَّهُ أَنْ يَحِقَّ الْحَقُّ بِكَلِمَتِهِ
وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ لَا
لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ
الْبَاطِلَ دَلِيلًا
الْمُجْرِمُونَ ٥

اور یاد کرو جب وعدہ فرمایا، تم سے اللہ نے
دو گروہوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے
لیے ہے، اور تم پسند کرتے تھے کہ نہتہ
گروہ تمہارے حصہ میں آئے اور اللہ چاہتا
تھا، کہ حق کو حق کر دے، اپنے ارشادات
سے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے، تاکہ
ثابت کر دے حق کو اور مٹا دے باطل کو
اگرچہ ناپسند کریں، عادی مجرم۔

(پ، ۱۶، انفال، ۷، ۸۰)

۱۷ رمضان المبارک کی ستر، تاریخ جمعہ کے مقدس دن کی صبح صادق، آتانے
اپنے محبوب غلاموں کو، الصلوٰۃ خیر من النوم کے پیارے جملے سے پکارا، وہ جو خدا کے
سلائے، بڑی گھری بند ہوئے تھے، بلاشبہ، ان کا مونا بھی عبادت تھا، اب انہوں نے
آقا کی ایک آواز سنی، تو ایسے اٹھے، جیسے سوئے ہی نہ تھے، ضروریات سے نارسا ہو
صف بستہ، رسول کے ربار میں حاضر ہو گئے اور خدا تک پہنچانے والے رسول نے

۱۷ نماز میں سے بہتر ہے۔

اللہ اکبر کی صدا کے ساتھ اپنے غلاموں کو رب حقیقی کے دربار میں حاضر کر دیا، نماز فجر ہوئی، کیا عجب نماز ہوگی یہ، کہ سجدے کرنے والے، ان سجدوں ہی کی حفاظت کے لیے، سر پد کفن باندھے کھڑے رہیں، کتنی محبت ہے، ان کو سجدوں سے، کہ بھکنے والے سروں کو کٹانے کے لیے تیار رہیں، تا کہ قیامت تک سجدے ہوتے رہے، نماز ہوئی، دعا ہوئی سب نے مل کر، ردا، ردا کر، وہ مانگا، جس کی آج سب سے زیادہ ضرورت تھی، جو مانگا رہے تھے اس کا وعدہ تو پہلے ہی ہو چکا تھا، ”ہم تمہیں، دو جانتوں میں ایک عطا فرمانے کا وعدہ کر چکے ہیں، رسول تو، یہ بھی بتا چکے تھے، کہ کون کہاں مرے گا، لیکن، پھر بھی دعا کی اور خوب کی، کہ بانگتے رہتا عبدیت کی شان ہے، مجبور مانگنے والوں سے بہت خوش رہتا ہے، اس کے دربار میں بھکاریوں ہی کو عظمت حاصل ہے، تنکیرین کا ٹھکانہ تو جہنم کی آگ ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر، آقا نے غلاموں پر ایک ایسی مشفقانہ نظر ڈالی، کہ ہر عاشق، متوالا ہو گیا اور چہر آپ نے اسلام میں جہاد کی ضرورت، مجاہدین کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے شہید، ہونے والوں کو، ابدی زندگی، اور یقینی جنت کا مشورہ سنایا، تو ہر ایک ایسا بتیاب و بے چین نظر آ رہا تھا، جیسے جنت نظروں کے سامنے ہے، لیکن زندگی کی بیڑیاں پٹری ہوئی ہیں، کسی طرح وہ کھلیں تو اس قید سے رہائی ملے، اور جنت کی آزادانہ زندگی نصیب ہو۔

جھنڈے

احول جنگ کے مطابق، حضور علیہ السلام نے اپنے مختصر، باوقار، نورانی لشکر کو تین

۱۔ القرآن، سورہ انفال :-

حصوں میں تقسیم فرمایا، ہاجرین، قبیلہ خزرج، قبیلہ اوس، سب سے بڑا جھنڈا ہاجرین کا تھا جو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا، قبیلہ خزرج کا جھنڈا، حضرت جباب بن المنذر کو دیا گیا، جب کہ قبیلہ اوس کا علم دار، حضرت سعد بن معاذ کو بنایا گیا۔
 مشرکین کے ساتھ بھی تین جھنڈے تھے، جنہیں ابو عزییر بن عمیر، نضر بن عارث اور طلحہ بن ابی طلحہ نے اٹھایا ہوا تھا

صفت بندی

جنگ کے آغاز سے پہلے آپ نے شکرِ اسلام کو، اپنے، اپنے، اپنے جھنڈوں کے ساتھ، صنفیں بنانے کا حکم دیا، آپ کے دست مبارک میں ایک چھتری تھی جس کے اٹھانے سے آپ غلاموں کو سیدھا کھڑے ہونے، برابر اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم دے رہے تھے، کہ اسی دوران ایک عاشق کا عشق بھٹک اٹھا۔

عشق بھٹک اٹھا

یہ بات ہے حضرت سواد انصاری رضی اللہ عنہ کی، کہ ان کا پیٹ بڑا ہونے کی وجہ سے صفا سے باہر نکل رہا تھا، حضور نبیہ السلام نے پیٹ پر چھتری، چوبہ ہوتے ہوئے فرمایا در استوی یا سورا، اے سواد، سیدھے ہو جاؤ، پیٹ سے چھتری کا لگنا تھا کہ سواد کا عشق بھٹک اٹھا، اور فوراً بولے، یا رسول اللہ، اللہ نے آپ کو حق و سچائی کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، آپ انصاف کرنے والے ہیں، میرے ساتھ انصاف فرمائیے اے، اللہ کے رسول میرے پیٹ پر، آپ نے چھتری ماری جس کا بدلہ، آپ پر واجب ہو گیا۔

اللہ اکبر! اندازہ کیجئے، عاشق کی عقل بھی کس قدر تیز ہوتی ہے، کہ حالات جنگ میں

کھڑے ہونے کے باوجود، کتنی جلدی، اپنا مطلب تکالنے کے موقع حاصل کر لیا۔

حضور علیہ السلام نے اپنا پیٹ کھولتے ہوئے فرمایا، اے سواد، یہ ہے چھٹری، تم اپنا بدلہ لے لو تمام صحابہ، اس منظر کو دیکھ کر حیران تھے، کہ اس نازک موقع پر، سواد کی یہ حرکت کچھ موزوں نہ تھی سواد نے، آنک کے تھدس پیٹ پر ایک نظر ڈالی، اور لپٹ کر خوب بوسے دیئے، اور پھر خود ہی عرض کرنے لگے، حضور گستاخی کی معافی چاہتا ہوں، نبی کریم علیہ السلام نے ہسکراتے ہوئے پوچھا، اے سواد تم نے ایسا کیوں کیا۔

عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ، جنگ کی تیاری ہے، شہادت کی آرزو ہے، بس چاہا، کہ آخر وقت، میرے جسم کو آپ کے جسم مبارک سے مس ہونے کا شرف حاصل ہو جائے تاکہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہنا یقینی ہو جائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے غلام کی یہ محبت بھری ادائیگی حد پسند آئی اور آپ نے خصوصی دعا فرمائی، یہ منظر ہر عشق بھی تھا، اور اظہار عقیدہ بھی، خدا ہر مسلمان کو ایسا ہی خوش عقیدہ کرے۔

ہدایات

تم میں سے کوئی، میری اجازت کے بغیر نہ تلوار چلائے، نہ ہی آگے بڑھ کر حملہ کرے اگر دشمن تمہارے قریب آ کر حملہ کرے، تم اس کو پتھروں سے روکنا، اور اگر حملہ دور سے تیروں کا ہو تو تم، پتھروں سے ان کو روکنے کی کوشش کرتا، کسی قسم کی برتری یا تکبر کی بات زبان سے، نہ نکلے پائے بلکہ کوئی شور و غل بھی نہیں ہونا چاہئے صرف زبانوں پر اللہ کا نام، اس کی تسبیح و پاکی رہے اور جو بھی ہم میں سے شہید ہوگا، بلاشبہ اس کا مقام جنت ہی ہے، یہ تھیں ہدایات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کو میدان جنگ میں۔

شکرِ قریش

اب شکرِ اسلام، باطل کا مقابلہ کرنے کے لیے، بالکل تیار تھا، ان کے دل مطمئن تھے چہرے نور ایمان سے چمک رہے تھے، کیونکہ یہ جو کچھ کر رہے تھے، اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے کر رہے تھے، انہوں نے گروہیں کٹانے کا عزم کیا تھا، تو کسی مقصد اور کسی منزل کے حصول کے لیے، لیکن، شکرِ قریش اب تک پریشان حال تھا، غیر مطمئن تھے، ان کے چہروں پر گھبراہٹ، کے آثار نمایاں تھے، کیونکہ ان کے سامنے نہ تو کسی کی رضا تھی، نہ ہی کوئی مقصد تھا اور نہ کوئی منزل متعین تھی، ان کو تو، زلت و خواری کے اس مقام پر، ان کی مسلسل بناوٹ، تکبر و غرور نے لاکھڑا کیا تھا، اسی لیے، آخر وقت تک ان میں اختلاف تھا، حتیٰ کہ جب یہ اپنی صفت آرائی کر چکے تو انہوں نے ایک مرتبہ پھر شکرِ اسلام کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے، عیمر بن وہب کو بھیجا،

عیمر نے شکرِ اسلام کا بخوبی جائزہ لیا، اور واپس ہو کر اس طرح بیان دیا، کہ مسلمانوں کی تعداد تقریباً تین سو ہے، ستر اونٹ اور دو گھوڑے ہیں، لیکن، اے گروہِ قریش بٹھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے اونٹوں پر موت سوار ہے، وہ سانپوں کی طرح زبانی منہ سے نکالتے ہیں، تو، خدا کی قسم، ان میں سے کوئی بھی ہم میں سے ایک کو قتل کئے بغیر، مثل نہیں ہو سکتا، اور اگر وہ، اپنی تعداد کے مطابق ہمارے آدمیوں کو مار کر، مرے، تو ہمارا جینا کتنی خواری کا ہوگا، پس میں مشورہ دیتا ہوں، کہ ابھی وقت ہے، پھر سوچ لو اور کوئی بہتر راستہ تلاش کر لو۔

حکیم ابن حزام نے یہ حال سنا، تو غنیہ بن ربیعہ کے پاس پہنچا، اور کہنے لگا،

لہ قبح مکہ کے دن سلمان ہوئے ۱۲۰ برس عمر پائی، ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔

اے ابوالولید! تو قریش کا سردار ہے، میں تجھے، ایک ایسا مشورہ دیتا ہوں، کہ تو ہمیشہ کی نیک نامی پالے گا، غنیہ بولا، بتاؤ، میں کیا کر سکتا ہوں، حکیم نے کہا، دیکھو، اس جنگ کی اصل وجہ حضرت کی خون کا بدلہ ہے، جو تیرا، حلیف تھا، تو اس کا خون بہا ادا کر دے، تو جنگ کی وجہ ختم ہو جائے گی، اور یہ مصیبت سر سے ٹل جائے گی، غنیہ نے کہا، میں تیار ہوں اور ہرگز جنگ نہیں چاہتا، لیکن تو ابوجہل کے پاس جا اور اس کو راضی کر لے، کہ اس کی مرضی کے بغیر، میری بات کا کوئی اثر نہ ہوگا، وہ تو لڑائی کرانے پر تلا ہوا ہے۔

حکیم ابن خزام، ابوجہل کے پاس پہنچا، تو وہ بیٹھا، اپنے تیروں پر تیل مل رہا تھا، حکیم نے غنیہ سے اپنی گفتگو، اس کو بتائی، اور کہا، اب اگر تو راضی ہو جائے، تو ہمارے سروں سے موت کے بادل چھٹ سکتے ہیں، ابوجہل، ایک دم سیخ پا ہو گیا، اور کہنے لگا کہ غنیہ کا، سینہ پھول گیا ہے، یعنی وہ بزور ہو گیا ہے صرف اس لیے کہ اس کا بیٹا، ابوحنظیفہ، مسلمان ہو چکا ہے اور اس وقت لشکر میں ہے، غنیہ کو ڈر ہے کہ کہیں وہ اپنے بیٹے ہی کی تلوار سے نہ مارا جائے۔

پھر ابوجہل نے، پورے لشکر میں آگ لگانے کے لیے، یہ ساری بات، عمر بن حفص کے بھائی عمر بن حفص کو سنائی، عامر سنتے ہی، پچھنے چلانے، اور عرب کے دستور کے مطابق اپنے کپڑے بھاڑے اور اپنے بھائی کا ماتم کرنے لگا، جب یہ حال، غنیہ نے دیکھا، اور اسے معلوم ہوا کہ ابوجہل نے اُسے بزور دی کا طعنہ دیا ہے، تو وہ کہنے لگا، ابوجہل کو، اپنی دُور زد کئے ہوئے، جلدی ہی پتہ چل جائے گا، کہ کن کا سینہ پھول گیا ہے، سخت غصہ میں وہ اٹھا، اور میدان جنگ میں جانے کے لیے تیار ہونے لگا وہ ایک خود تلاش کرتا رہا،

۱۰ ابوجہل خبیث کی دُوریر، برص کا ایک گول داغ تھا، جسے وہ زعفران سے زرد کیا کرتا تھا۔

لیکن اس کا سر تنا بڑا تھا، کہ کوئی خود، اس کو نہ مل سکا، آخر کار، اس نے چادر سے سر ڈھانپ لیا، اور، اب لشکرِ قریش جنگ کے لیے پوری طرح تیار تھا،

حق و باطل آمنے سامنے

دونوں لشکر ایک دوسرے سے قریب ہوئے، تاریخِ اسلام میں، حق و باطل کے آمنے یہ پہلا، موقع اور عجیب منظر تھا، مسلمان خدا کا شکر ادا کر رہے تھے، کہ پندرہ سال کی قلیل مدت میں خدا نے ان کو اتنی ہمت و جرات عطا فرمادی، کہ آج وہ ظالموں سے آنکھیں ملائے، اُن کا سر کچلنے کے لیے تیار کھڑے ہیں اب نہ کسی کا رعب ہے، نہ ڈر، کفارِ قریش یہ منظر دیکھ کر ہی جلے بھنے جا رہے ہیں، کہ کل تک انہوں نے جن کی گردنیں دبا رکھی تھیں آج وہ ان کے سینوں پر سوار ہونے والے ہیں، کل تک جو مظلوم تھے، آج وہ قیامت تک کے لیے، مظلوموں کا سہارا بن کر، ظالموں کے مقابلے پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

کیا عجیب منظر تھا، حضرت ابو بکر نے، اپنے بیٹے، عبدالرحمنؓ کو دیکھا تو تلوار، تان کر آگے بڑھے حضرت خدیفہ نے، اپنے باپ عقبہ کو دیکھا، تو سر قلم کرنے کے لیے تباہ ہو گئے، بھائی کو بھائی قتل کر دینے کے لیے تیار کھڑا تھا، اس منظر کو دیکھنے والو، یہ نہ سوچنا، کہ اسلام نے بھائی کو بھائی سے، باپ کو بیٹے سے جدا کر دیا، ایک قبیلہ، ایک رنگ، ایک زبان کے لوگوں کو باہم ٹکرا دیا، نہیں ایسا نہیں، بلکہ اسلام نے تو، صلہ رحمی کی بے حد تاکید فرمائی، قاطع رحم کو جہنمی قرار دیا ہے، پس صرف اتنی بات ہے، کہ اسلام تمام تعلقات کا مرکز و سرچشمہ، اللہ اور اس کے رسول کو قرار دیتا ہے، وہ سب بھائی ہیں جن کا تعلق اللہ اور رسول سے ہے، چاہے، ایک قبیلہ کے ہوں، یا مختلف

۱۰ اس وقت تک کافر تھے، ۱۱ میں مسلمان ہوئے۔

تباہل کے، ایک رنگ یا مختلف رنگ ہوں، ایک زبان یا مختلف زبانیں بولتے ہیں، اسلام نے عصیت کے تمام بتوں کو چکنا چور کر ڈالا اسی لیے، جن کا تعلق اسلام سے نہ ہو، اہل اسلام کا اس سے کوئی رشتہ نہیں رہتا، جو خدا کا باغی ہے وہ مسلمان کا ساتھی کب ہو سکتا ہے جو رسول کا دشمن ہے، وہ غلام رسول کا دوست کب رہ سکتا ہے، یہ منظر تو، بدر میں دکھایا گیا، کہ ابو بکر، ایک حبشی غلام، بلال کو تو گلے لگاتے ہیں، لیکن اپنے جگر گوشے کو دیکھ کر قلم کر لینے کے لیے بے چین ہو جاتے ہیں۔

دعاء نصرت

نبی مکرم علیہ السلام نے، جب دشمن کے لشکر کو آگے بڑھتے ملاحظہ فرمایا، تو آپ اپنے عرض میں تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، آپ نے رب حقیقی کے حضور سجدہ کیا، اور نہایت گریہ و زاری کے ساتھ دعا فرمائی، حال یہ تھا کہ آپ کی چادر مبارک، بار بار، کندھے سے گہر جاتی اور حضرت ابو بکر، اٹھا کر، شانہ مبارک پر ڈالتے، اور آپ فرماتے۔

اللهم انجز لی ما وعدتني ، اے اللہ، مجھ سے کیا ہوا، اپنا وعدہ پورا
اللهم ان تهلك هذه العصاة فرما، اے اللہ اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت
لا تعبد فی الارض . کو ہلاک کر دیا تو روئے زمین پر تیری عبادت
کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

دعا کرتے کرتے، جب حضور پر، زیادہ گریہ و زاری کی کیفیت طاری ہوئی، تو بار بار غار نے ہمت کر کے آپ کو گلے لگایا، اور پورے اعتماد سے عرض کیا، اے میرے

۱۰ روح البیان - ج ۳ - سورہ انفال ،

آقا صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً، آپ کا رب آپ کی دعا قبول کرے گا، اور شکرِ اسلام کامیاب ہو کر رہے گا، آپ ذرا بیٹھے کہ غنودگی طاری ہو گئی، اور تھوڑی ہی دیر بعد، آپ بیدار ہوئے، آپ کے چہرے پر خوشی نمایاں تھی، زبان پر یہ آیت جاری تھی۔

مَسِيْهُنَا مَرُّ الْجَمْعِ وَيُوْتُوْنَ
الدُّبُوْرَه
عنقریب یہ جماعت پسپا ہو جائے گی
اور وہ بیٹھ پھیر کے بھاگ جائیں گے۔

(پ ۲۷، القمر، ۲۵)

آپ نے فرمایا، اے ابوبکر، نصرتِ اسلام کے لیے، حکمِ خدا جاری ہو چکا ہے حضرت جبریل علیہ السلام، فرشتوں کی فوج لے کر آیا ہی چاہتے ہیں۔

آغاز جنگ

جنگ کا آغاز ہو چکا، اس طرح، کہ دشمن نے، سب سے پہلے عامر بن حضرمی کو بھیجا جو عمر بن حضرمی کا بھائی تھا، اور جس کی ہلاکت، اس جنگ کا بڑا سبب تھی، عامر کے مقابلہ کے لیے سب سے پہلے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام، حضرت، مہجع ابن صالح رضی اللہ عنہ نکلے لیکن آپ عامر کے تیر سے شہید ہو گئے، گویا مسلمانوں میں پہلے شہید حضرت، مہجع ہیں جو تیر سے شہید ہوئے، اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کو عظیم مرتبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

یومئذ بہ مہجع، سید الشہداء، آج مہجع شہیدوں کے سردار ہیں۔

عامر بن حضرمی کو، بعد میں، حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

اتفاقہ شہادت

حارث بن مرقہ رضی اللہ عنہ نے حوض کے کنارے پانی پی رہے تھے کلابانک

ایک تیرا آپ کے گلے میں آکر بیوست ہو گیا، اور آپ شہید ہو گئے۔
 ان کی شہادت کی خبر جب ان کی والدہ کو پہنچی، تو آپ نے قسم کھائی، کہ میں اپنے
 بیٹے پر اس وقت تک نہ روؤں گی، جب تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
 سے، اس کا صحیح حال نہ معلوم ہو، جب حضور علیہ السلام مدینہ پہنچے تو، وہ آپ کی خدمت
 میں حاضر ہوئیں، اور عرض کرنے لگیں، میں نے سن لیا ہے کہ میرا بیٹا، اس دنیا سے چلا گیا
 ہے، میں آپ کی زبان مبارک سے سننا چاہتی ہوں تاکہ، اس کا غم مٹاؤں اور روؤں
 آپ نے فرمایا، وہ شہید ہوا، اور جنت میں یہاں سے زیادہ خوش، گھوم رہا ہے تو اب
 تو کس بات کا غم کرتی ہے، زبان مبارک سے، یہ خوشخبری سن کر، ماں یہ کہتی، واپس
 ہو گئی، اب میں، نہ غم کروں گی، اور نہ ہی روؤں گی، کہ میرا بیٹا، زندہ ہے، صرف میری
 آنکھوں سے ارجھل ہی تو ہے۔

پہلا مقتول

اسود بن عبد الاسد، قبیلہ مخزوم کا ایک نہایت بد اطوار شخص تھا، یہ کہتا ہوا،
 آگے بڑھا کہ میں، اللہ سے عہد کرتا ہوں، کہ مسلمانوں کے حوض سے پانی بیوٹنگا، یا اسے برباد
 کر دوں گا، یہ آگے بڑھا ہی تھا کہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا، اور اس
 زور سے تلوار ماری کہ اس کا پاؤں پنڈلی تک کٹ گیا، یہ گر پڑا، لیکن حوض تک گھسٹتا
 پہنچا اور اس میں گر پڑا، حضرت حمزہ نے اسے حوض ہی کے اندر ختم کر ڈالا، محمد
 نے اس کو غزوہ بدر میں، مشرکین کا پہلا مقتول لکھا ہے۔

مردہ نصرت

حضور علیہ السلام، عریش سے باہر تشریف لائے اور آپ نے، باواز بلیند غلاموں کو خوشخبری سنائی، کہ اللہ نے مجھ سے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اور تمہارے امداد کے لیے فرشتوں کی جماعت نازل ہو رہی ہے، ابھی نبی کریم علیہ السلام یہ فرما ہی رہے تھے، کہ ایک تیز ہوا کے ساتھ اللہ کے فرشتوں کا نزول ہوا، آپ نے، ارشاد فرمایا، اب اطمینان سے، بلاخوف و خطر خوب جم کر بڑو، آج جنت کے دروازے کھلے ہیں، جس کا عرض آسمان وزمین کے برابر ہے۔

حضرت عمیر بن حمام انصاری نے، جو سنا، تو عرض کرتے لگے، یا رسول اللہ کیا میں جنتی ہو جاؤں آپ نے فرمایا، تو جنتی ہے، عمیر اٹھے، اور کھجور کھانے لگے، پھر کچھ خیال آیا، تو کھجور پھینک تے ہوئے بولے، اگر میں آنا زندہ رہوں کہ یہ کھجوریں کھا لوں، تو یہ تو بہت لمبی زندگی ہے، تلوار اٹھائی میدان میں پہنچے، اور مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے، خالد بن الاعلم نے آپ کو شہید کیا،

پھر عریش

حضور علیہ السلام عریش سے باہر تشریف لاتے، تو صحابہ عرض کرتے، یا رسول اللہ آپ عریش میں تشریف رکھیں، اور دعا کریں، کیونکہ صحابہ، آپ کو تکلیف پہنچنے کا کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتے تھے، نبی کریم علیہ السلام، پھر عریش میں تشریف لے گئے، آپ کبھی میدان جنگ پر نظر ڈالتے اور کبھی، دعائیں مصروف ہو جاتے،

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں تین مرتبہ، آپ کو دیکھنے عریش میں گیا ہر مرتبہ آپ کو حالات سجدہ میں دیا جمی یا قیوم برحمتک استغیث، پڑھتے ہوئے پایا۔

پہلا مقابلہ

ابتدائی جھڑپوں کے بعد، باتا عدہ جنگ، اس وقت شروع ہوئی، جب عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی اور بیٹے، شیبہ اور ولید کو لے کر میدان میں آیا، اور مقابلہ کا چیلنج کیا لشکر اسلام سے حضرت عونت، حضرت معاذ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم، سامنے آئے، غتبہ نے ان حضرات کا نام و نسب پوچھا، جب معلوم ہوا، کہ یہ انصاری ہیں، تو کہنے لگا تم نہ تو ہمارے مقابلے کے ہو اور نہ ہی، ہمیں تم سے کوئی غرض پھر چلایا، اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ ہمارے جوڑے کے نہیں، ہم سے لڑنے کے لیے، قریش میں سے ہمارے رشتہ داروں کو بھیجو، حضور علیہ السلام نے یہ سنا، تو قریش سے نکل کر، حضرت حمزہ، حضرت علی، اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا، کہ آگے بڑھو اور اس کو جواب دو، یہ تینوں حضرات میدان میں نکلے، تو چونکہ یہ خود پہنتے تھے، اس لیے، عتبہ ان کو پہچان نہ سکا، اور ان سے بھی نام و نسب پوچھنے لگا، جب ان حضرات نے اپنا تعارف کر لیا، تو بولا، کہ ہاں اب ہمارا جوڑہ ہے، اور جو نبی مقابلہ ہوا، تو حضرت حمزہ کی زد میں آ کر غتبہ زمین پر تڑپ رہا تھا، حضرت علی کی ضرب نے ولید کو تڑپایا، ہوا تھا، لیکن اب تک شیبہ حضرت عبیدہ کے قبضے میں نہ آیا تھا، اس نے، حضرت عبیدہ کو کافی زخمی کر دیا تھا، پنڈلی ٹوٹ کر، چور چور ہو گئی، نلی کی ہڈی سے گودا بہہ نکلا، اور آپ بیٹھ گئے جو نبی حضرت علی کی نظر پڑی، شیبہ پر حملہ کیا اور اس کا بھی کام تمام کر دیا،

حضرت حمزہ اور حضرت علی، حضرت عبیدہ کو، اٹھا کر دربار رسالت میں لائے تو عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ، کیا میں شہادت سے محروم رہا، آپ نے فرمایا نہیں تم بلا شیبہ شہید ہو۔

حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا انتقال بدر سے واپسی پر مقام صخرہ میں

ہوا یہیں دفن ہوئے اس وقت آپ کی عمر انتالی برس کی تھی۔

کچھ مدت بعد، حضور علیہ السلام نے ایک سفر کے دوران، صحابہ کے ہمراہ مقام صفراء میں قیام فرمایا تو صحابہ نے، پوری وادی میں مشک و عنبر کی مہک محسوس کی، اور حضور علیہ السلام کو اپنا حال بتایا، تو آپ نے فرمایا یہاں، ایک شہید بدر، تمہارے بھائی، عبیدہ بن حارث دفن ہیں، یہ خوشبو انہی کی قبر سے نکل رہی ہے۔

دو فریق

تین تین، افراد پر مشتمل، حتی و باطل کے، یہ پہلے دو فریق تھے جو، ایک دوسرے کے مقابل ہوئے اور حتی پرستوں نے پہلے ہی واد میں حتی کو غالب کر رکھا یا، چونکہ یہ دونوں فریق حتی و باطل کو ممتاز کرنے میں سبقت لے گئے، لہذا اللہ تعالیٰ، نے قرآن کریم میں خصوصیت کے ساتھ ان کا تذکرہ بھی فرمایا اور دونوں کا انجام بھی واضح کر دیا، تاکہ قیامت تک آنے والے جس فریق کا انجام، اپنے لیے پسند کریں، اس ہی کے پیروکار بن جائیں، انشاء ہوتا ہے۔

یہ دو فریق ہیں، جو اپنے رب کے بارے

میں جھگڑا کر رہے ہیں، تو جن لوگوں نے کفر

اعتبار کیا، ان کے لیے جہنم کی آگ کے کپڑے

تیار کر دیئے گئے ہیں، ان کے سروں پر،

کھوتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا، جس سے

گل جائے گا، جو کچھ، ان کے پیٹوں میں ہے

اور ان کی کھال بھی، اور ان کے لیے لوہے

کے گزروں گے، جب بھی وہ تکلیف کی وجہ

هَذَا اِنْ خَصَمِنِ اِخْتَصَمُوا فِي

رَبِّهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا وَاَقْتَعَتْ

لَهُمْ نِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يَصَّبُ

مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ

يُصْهِرُ فِي مَا فِي بُطُونِهِمْ

وَالْجُلُودُ وَهُمْ مَقَامِعُ

مِنْ حَدِيدٍ هَكَذَا اَمْ اَدْوَا

اَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ

دشمن پر بجلی گری

عقبہ و شیبہ اور ولید، کیا ہلاک ہوئے کہ دشمن پر ایک ایسی بجلی گری، جس نے پورے لشکر کو، ہکا بکا سا کر دیا، مسلمانوں کو ذلیل و کمزور جاننے والے، تکبر و جہالت کے لبادے میں پلٹے ہوئے، یہ تصور بھی نہ کر سکے تھے، کہ پہلے ہی مقابلہ میں ان کے اہم سردار، اس آسانی سے اور اتنی جلدی، تڑپنے، پھڑکنے لگیں گے جو پہلے جنگ کی حمایت میں نہ تھے پیچھے، ہٹنے لگے، کسی نے کہا، «مکہ کے ان مشہور سرداروں نے کچھ بھی کرتب نہ دکھائے» کوئی بولا، «سب کا یہی حال ہونے والا ہے» پس اب بھاگ نکلو۔

حکیم بن حزام نے چاہا، کہ پھر، ابو جہل سے بات کرے، لیکن وہ بد نصیب تو، اب پہلے سے بھی زیادہ آگ بگولا تھا، ہر طرف چیختا، چلاتا، لوگوں کو جمع کر رہا تھا، بمشکل، لوگ اس کے گرد جمع ہوئے، تو اس نے تقریر کی۔

عقبہ، شیبہ، اور ولید کے قتل سے ہمیں مخالف نہ ہونا چاہیئے، وہ مغرور تھے اور خود سرے تھے، انہوں نے بغیر مشورہ جنگ میں جلد بازی، کی، اور بچکانہ انداز پر لڑے، خدا کی قسم، ہم یہاں سے واپس نہ ہوں گے جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، اور ان کے اصحاب کو ایک ایک کر کے قتل نہ کر ڈالیں، اور دیکھو، تم، انہیں زندہ گرفتار کر لو، تو اور بھی اچھا ہے، کہ ہم، پھر ان کو، ایسی موت ماریں گے، کہ ہمیشہ کے لیے عبرت بن جائیں گے اور، دنیا میں کسی کو اپنا ندہرب بدسنے کی ہمت نہ ہوگی، پس اب تیاری کرو، اور یکدم دشمن پر حملہ آور ہو جاؤ، اور دیکھو، کوئی ایک بھی، نکل کر نہ بھاگنے پائے۔

کیا خوب تھے عزائم، بتوں کے پجاریوں، شیطان کے پیروکاروں کے، ان کے

مقابلہ پر، جن کو قدرت و قوت والے، رب و وحدہ لا شریک نے، اپنی توحید اور اپنے محبوب کی رسالت کے جھنڈے، لہرانے کی غلیم ذمہ داری سونپی تھی، جس کو پورا کرنے کے لیے، یہ، اپنے سروں پر کفن باندھے، دیوانہ وار، اللہ پر بھروسہ کئے، رسول کا سہارا لیے، میدان میں موجود تھے، اس طرح، کہ نہ انہیں کسی سے خوف تھا، اور نہ کسی کا غم تھا، بس رسول، ان کا نگہبان اور خدا ان پر مہربان تھا۔

بے ترتیب جنگ

اب دشمن کی طرف سے، جنگ میں کوئی ترتیب، کسی اصول کی پابندی، نہ رہی، وہ جس طرح چاہتے اور جس طرف سے چاہتے، تلوار چلاتے، تیرا برساتے، ہر طرف سے حملہ کی کوشش تھی، اللہ کے رسول، صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حالت ملاحظہ فرمائی، تو آپ اپنی ہٹھی میں کچھ کنکریاں لیے، میدان میں روتق افروز ہوئے، اور آپ نے، شاہت الوجوہ، کا نعرہ بلند کرتے ہوئے، یہ کنکریاں، شکر کفار پر برسا دیں، اور غلاموں سے فرمایا، بڑھو اور حملہ کئے جاؤ، کہ، اللہ تمہاری فتح کا وعدہ فرما چکا ہے اور اس کی نصرت، اس وقت میدان میں تمہارے ساتھ ہے، یعنی اللہ کے فرشتے مدد کے لیے آچکے ہیں، فرشتوں کی آمد، اور ان کی امداد کی تفصیل آپ اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے،

اب جنگ پورے شباب پر آچکی ہے، اسلام کے دشمنوں کے لیے، آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اسلام کے سپاہیوں پر، خدا کی رحمتیں، برس رہی ہیں، کچھ جنت کی راہ پر ہیں، تو کچھ، جہنم کو ایندھن فراہم کر رہے ہیں۔

زبیر بمقابلہ عبید

عبید بن سعید بن العاص، میدان میں، چلاتا پھر رہا تھا، کہ میں "ابو کرشس" ہو کون ہے جو میرے مقابلہ پر آئے، حضور علیہ السلام کے چھوٹی زاد بھائی، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی، آگے، بڑھے تو، دیکھا کہ کبھی ت کا پورا جسم لوہے میں چھپا ہوا ہے صرف دو آنکھیں نظر آ رہی ہیں، آپ نے تاک کر، اس کی آنکھ ہی میں، اس زور سے پرچھی ماری، کہ فوراً زمین پر آ پڑا، اور مر گیا، جب آپ نے برچھی نکالنی چاہی تو وہ اندر بھنسی ہوئی تھی، آپ نے منہ پر پیر رکھ کر پوری طاقت سے، برچھی کو کھینچا، جس کی نوک بڑی پر لگنے سے، مڑ گئی تھی (اللہ اکبر، کس قوت کے ساتھ، آپ نے حملہ کیا ہوگا، یقیناً اس میں کسی فرشتہ کی قوت شامل ہوگی)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی، اس برچھی کو تاریخی اہمیت حاصل ہوئی، غزوہ کے بعد، اس کو حضور علیہ السلام نے حضرت زبیر سے لے لیا، اور اس کو ہمیشہ اپنے پاس حفاظت سے رکھا، پھر یہ، خلفاء راشدین کے پاس رہی، اور یہ حضرات اس برچھی کو نہایت متبرک سمجھتے رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے، اُس کو، حضرت زبیر کے صاحبزادے، حضرت عبد اللہ بن زبیر نے مانگ لیا، ۳۱ھ میں بنو امیہ کے ظالم گورنر، حجاج بن یوسف نے، عبد اللہ بن زبیر کو قتل کر دیا اور یہ برچھی، بنو امیہ کے پاس چلی گئی، لیکن انہوں نے، چونکہ اس کو کوئی اہمیت نہ دی لہذا پھر اس کی تاریخ محفوظ نہ رہی، اور پتہ نہ چل سکا، کہ وہ کیا ہوئی۔

فرعون کا قتل

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، کہ جنگ پورے شیب پر تھی، میں میدان جنگ میں کھڑا تھا، اور میرے دونوں طرف دونوں جوان تھے، اچانک، ان میں سے ایک نے، مجھ سے پوچھا۔

پوچھا! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں!

میں نے کہا! ہاں، لیکن تم اس کو کیوں، دیکھتا چاہتے ہو۔

نوجوان بولا! میں نے سنا ہے کہ اُس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، مکہ میں بہت ستایا، بہت دکھ پہنچایا، پس میں نے قسم کھائی ہے، کہ جب بھی میں، اُس ملعون کو، دیکھوں گا، تو اُس سے ضرور، بھڑ جاؤں گا، چاہے وہ مارا جائے یا میں۔

عبدالرحمن بن عوف: ابھی، میں اُسے کوئی جواب نہ دے پایا تھا، کہ دوسرے نوجوان نے بھی یہی سوال کر ڈالا، اور، اتنے ہی میں، ابو جہل، اپنے اونٹ پر اترتا ہوا مجھے سامنے ہی نظر آیا پس میں نے، دونوں کو بتایا، کہ وہ سامنے ابو جہل ہے، اتنا کہنا تھا، کہ وہ دونوں تیزی سے اس کی طرف پلکے، اور میں نے دونوں کو ابو جہل سے بھڑتا ہوا دیکھا، اور لمحہ بھر میں ایک نے اس کی ٹانگ کاٹ ڈالی اور دوسرے نے اُس پر مسلسل وار کر کے زمین پر گرا دیا یہ دونوں نوجوان، معاذ و معوذتھے، ان کے باپ کا نام "حارث"، ماں کا نام "عفراء" تھا ماں باپ دونوں ہی کی نسبت سے یہ مشہور تھے، کوئی کتاب ایسی نہیں، جس میں غزوہ بدر کا ذکر موجود ہو، اور معاذ و معوذ کا تذکرہ اہتمام و خصوصیت کے ساتھ، نہ کیا گیا ہو، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ مورخین نے بالاتفاق، ان دونوں جوانوں کو ہی غزوہ بدر کا ہیرو قرار

دیا ہے، اور حق بھی یہی ہے، کہ انہوں نے کارنامہ ہی ایسا عظیم انجام دیا، کہ، مکہ کا سب سے متکبر سردار، اس لشکر کا سالار، اور جنگ کرانے کا پوری طرح ذمہ دار، ابو جہل ہی تھا، لشکر اسلام کے بہادروں اور تجربہ کاروں نے ابھی اس پر حملہ کا خیال تک نہ کیا تھا، کہ ان نوجوانوں نے اس کا کام تمام بھی کر ڈالا۔

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص فرمالتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(پ ۳، آل عمران، ۷۴)

عکرمہ، اپنے باپ کی حالت دیکھ کر دوڑا، اور اس نے پیچھے سے حضرت معاذ پر حملہ کیا، جس سے ان کا بازو، کٹ کر ٹک گیا، اب دونوں بھائی، کافروں سے، مقابلہ کر رہے تھے، حضرت معاذ نے بتایا، کہ ٹکے ہوئے بازو کی وجہ سے، جنگ کرنے میں مجھے بہت رکاوٹ ہو رہی تھی، لہذا میں نے، اپنا ہاتھ پیر کے نیچے، دبا کر، جسم سے علیحدہ کر دیا، اور ایک ہاتھ سے لڑتا رہا، یہاں تک کہ ہم دونوں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے، اور خوشخبری سنائی، تو، آپ نے تین مرتبہ، اللہ الذی کا الہ الا ہو کا نعرہ بلند فرمایا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، دوبارہ میدان جنگ میں آئے، اور لڑتے، لڑتے، جام شہادت نوش فرمایا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، خلیفہ سوم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔

جنگ کا فیصلہ ہو چکا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی جائے، اور ابو جہل کی خبر لائے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، قتل گاہ میں تشریف لائے، تو دیکھا، کہ مغزور و متکبر، نہایت ذلیل و خوار خون پے لت پت سک رہا ہے، آپ نے سینہ پر چڑھ کر، اس کی داڑھی، پکڑی اور فرمایا،

تو ہی ہے، رسول خدا، اور ان کے غلاموں کا دشمن، آج تجھے کیا ہوا!
 ملعون بلولا، ہاں، ہاں، ایک جوان مرد کو اسی کی قوم نے مار ڈالا، بتاؤ، فتح کس کی ہوئی۔
 ابن مسعود، فتح و کامرانی، اللہ اور اس کے رسول ہی کے لیے ہے، اسے بد نصیب اتوا، تو
 فرعون سے بھی بدتر ہے، کہ جس نے، غرق ہوتے ہوئے، حق کا اعتراف تو کر لیا
 تھا، لیکن توجو، نہایت دلیل و خوار با پڑا، تڑپ رہا ہے، اب بھی، اپنی گمراہی
 و ضلالت پر ڈٹا ہوا ہے۔

ابو جہل، جاؤ، محمد بن عبد اللہ، (صلی اللہ علیہ وسلم)، سے کہدو کہ میں دنیا سے، اس حال
 میں رخصت ہو رہا ہوں، کہ ان سے بڑھ کر، میرے نزدیک کوئی بڑا نہیں۔
 حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے اس کا سر قلم کرنے کے
 لیے تلوار نکالی، لیکن بیری تلوار گند ہو چکی تھی، پس میں نے اسی کی تلوار کھینچی، جس پر ابھی تک
 خون کا دھبہ بھی نہ تھا، اور گردن پر مارنا ہی چاہتا تھا، کہ وہ پھر بلولا۔
 اسے ابن مسعود، بیری گردن ذرا بڑی کاٹنا، تاکہ دشمن کے سامنے، میرا سر دوسرے
 سروں میں اونچا نظر آئے۔

پس میں نے اس کا سرتن سے جدا کر دیا، اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار
 میں لے آیا، اور عرض کیا یا رسول اللہ، یہ رہا دشمن اللہ و رسول کا سر۔
 اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب ہوئے، اور آپ کے چہرے پر
 خدا کے فضل و احسان کے آثار نمایاں تھے، باختلاف روایات، آپ نے بطور شکرانہ
 دو رکعت ادا کیں، تیر فرمایا۔

کان هذا فرعون هذه الامة . یہ اس امت کا فرعون تھا، ل

آپ سے پوچھا گیا، یا رسول اللہ اس فرعون کو کس نے ہلاک کیا، آپ نے فرمایا، اللہ رحم کرے عفراء کے بیٹوں و معاذ و معوذہ پر جو، اس، فرعون امیت، اور سردار کفار کے قتل میں شریک ہوئے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ، اور کون اس قتل میں شریک ہوا، فرمایا، اللہ کے فرشتے اور عبد اللہ ابن مسعود بھی اس کے قتل میں شریک ہوئے۔

یلاشیہ، ابو جہل کی موت، خدا کے باغی، تکبر کرنے والوں کے لیے ایک کھلی عبرت ہے، اگر وہ کسی بھی مرض یا بدترین حالت میں اپنی طبعی موت مرتا، تب بھی اس سے زیادہ ذلت و خواری کی موت نہ ہو سکتی تھی کہ، حق و باطل کا پہلا ہی معرکہ تھا، اس باغی کو تکبر و غرور کے مظاہرے کا پہلا ہی موقع شیطان نے فراہم کیا تھا لیکن ابھی اس کی تلوار میان سے بھی باہر نہ آنے پائی تھی، کہ اس پر خدا کی تلوار برسی آفا نانا، باطل پرست ہمیشہ کے لیے ذلیل و خوار ہو گئے۔

پس اے حق پرستو! اب قیامت تک، جس کی رسی بھی ڈھیلی دیکھو اور اس کو ظلم و ستم سرکشی بناوت، غرور و تکبر میں ڈوبا ہوا پاؤ، تو، ہرگز اس سے خوف زدہ نہ ہو، بلکہ اس کے مقابلہ کے لیے اپنے اندر، ایمان کی قوت و طاقت پیدا کرو، یقیناً تم ہی غالب ہو گے وعدہ الہی ایسا ہی ہے۔

اور نہ ہمت ہارو، اور نہ غم کرو، اور تم ہی
وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا
سربلند رہو گے اگر تم سچ، مومن ہو۔
وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ

مُؤْمِنِينَ ۵
پ ۴، آل عمران، ۱۳۱

امیہ کا قتل

امیہ بن خلف وہی مشہور کافر ہے، جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا آقا تھا، اور

لہ ایضاً۔

مسلمان ہونے پر آپ کو شدید تکالیف پہونچاتا تھا، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بتایا، کہ زمانہ جاہلیت میں یہ میرا اچھا دوست تھا، آج میدان جنگ میں اس نے مجھے دیکھا یہ بڑا گھبراہٹا، ڈرا، اور سہما ہوا تھا۔ کیونکہ اپنے ساتھیوں کا انجام دیکھ رہا تھا یہ مجھے دیکھ کر پلٹ گیا، اور نہایت عاجزی سے، مجھ سے کہنے لگا، آج تم مجھے بچا لو، میں تمہیں کبھی اس کا بدلہ دے دوں گا اس کا بیٹا بھی، ساتھ تھا، مجھے دونوں سے کچھ ہمدردی ہوگی، اور میں نے ان کو پناہ دینے کا وعدہ کر لیا، اور ساتھ لے کر کسی ایسی جگہ کے لیے چلا جاں ان دونوں کو چھپایا جاسکے کہ اچانک ہمیں بلال نے دیکھ لیا، اور ایسے چلائے، کہ کئی مجاہد تلواریں تانے، ہماری طرف دوڑے، میں نے چونکہ اس سے پناہ کا وعدہ کر لیا تھا، لہذا، ہر چند لوگوں سے کہا اس کو تہ مارو، یہ میری پناہ میں ہے، لیکن کسی نے ایک نہ سنی یہاں تک کہ وہ زن پر حملہ کرتے تھے، اور میں روک رہا تھا، پھر ایسا ہوا، کہ امیہ گر پڑا، اور میں اس کے اوپر لیٹ گیا، لیکن لوگ میرے ہاتھوں اور ٹانگوں کے بیچ سے، مجھے بچا، بچا کر، اس پر حملہ کرتے ہی رہے اور موقع پا کر جناب بن المنذر نے، اس کی ناک کاٹ ڈالی، اب وہ چیختے اور کہنے لگا، مجھے پھوڑ دو، جو نہی میں اس کے اوپر سے ہٹا، تو حبیب بن یساف، اور ایک دوسری روایت کے مطابق، حضرت بلال نے، ایک ہی وار میں اس کا فاقہ کر ڈالا، ساتھ ہی یہ لوگ، امیہ کے بیٹے، علی کو بھی مارتے رہے، یہاں تک کہ حضرت جناب بن منذر نے، اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، وہ اس زور سے چیخا، کہ اس سے پہلے میں نے کبھی کسی کو اتنی زور سے چختے نہ سنا تھا، اور مر گیا۔

فتح

شکر قریش کے، تقریباً، تمام ہی سردار، سرغنہ اور بہادر ہلاک ہو چکے تھے

اب کسی میں مسلمانوں کو لٹکانے کی ہمت نہ رہی، تو سب کے سب پٹھو پھیر کر، بھاگنے لگے مسلمانوں کی فتح کا اعلان ہو گیا، حضور علیہ السلام کی اجازت سے مجاہدین نے، بچے کھچے، دشمنوں کو قیدی بنانا، اور شکر کے مال پر قبضہ کرنا شروع کر دیا جو بھاگ سکے وہ بھاگے باقی گرفتار کر کے، دربارِ سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیئے گئے، اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا، حق کو غالب و ثابت کر دکھایا۔

شہداء

حق و باطل کے، اس پہلے، معرکے میں، صرف چودہ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جام شہادت نوش فرما کر، حیات ابدی، حاصل کی، ان خوش نصیبوں کے، اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت عبیدہ بن حارث	-	حضرت عمیر بن ابی وقاص
حضرت عمیر ذوشمالین	-	حضرت عاقل بن ابی بکیر
حضرت مہجع بن صالح	-	حضرت سفوان بن بیضاء
حضرت سعد بن خیشمہ	-	حضرت مبشر بن عبد المنذر
حضرت حارثہ بن سارقہ	-	حضرت معوذ بن عضراء
حضرت عمیر بن حمام	-	حضرت رافع بن معلی
حضرت عوف بن عفراء	-	حضرت زید بن حارث

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا
عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ

اللہ ان سے راضی ہو گیا، اور وہ اس سے
راضی ہو گئے یہ اللہ کا گروہ ہیں، اللہ ہی کا

(۱) دونوں ہاتھوں سے بیک وقت کام کرتے تھے اس لئے "ذوشمالین" مشہور تھے۔

گروہ کامیاب ہے۔

(پ ۲۸، المجادلہ، ۲۲)

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں
انہیں مردہ نہ کہا کرو بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن
تم سمجھ نہیں سکتے۔

(پ ۲، البقرہ، ۱۵۴)

اور ہرگز خیال نہ کرو، کہ جو اللہ کی راہ میں
قتل کئے گئے، وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں
اپنے رب کے پاس، (اور) رزق دیئے
جاتے ہیں، خوش ہیں، ان (نعمتوں) سے
جو انہیں اللہ نے، اپنے فضل سے عنایت
فرمائی ہیں۔

(پ ۴، آل عمران، ۱۵۰)

شہداء کا زندہ ہونا، مسلمہ حقیقت ہے،
اور زمین انبیاء کرام، شہیدوں، علماء و سچے، ثواب
کے لیے اذان دینے والے مؤذنون
اور قرآن کے حافظوں کے جسم نہیں کھائی۔
(ماخوذ ضیاء القرآن)

اے اللہ! اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کے طفیل، شہداء بدر کے صدقے، ہمیں بھی حیات
ابدی عطا فرما۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین۔

أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۚ

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ
أَحْيَاءٌ ۚ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ ۚ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ
أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۚ
فَرِحِينَ بِمَا أَنَّهُمْ اللَّهُ
مِنْ فَضْلِهِ ۚ

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حياة الشهداء محققة۔ و
ان الارض لا تاكل اجساد
الانبياء والشهداء والعلماء
والمؤذنين المحسنين وحمله
القرآن۔

”فتح کے بعد“

فتح و کامیابی کے بعد، نبی کریم علیہ السلام نے اپنے معمول کے مطابق، تین دن مزید قیام فرمایا، پہلے شہداءِ کرام کو دفن کیا گیا، پھر آپ نے کفار کی لاشوں کو دفن کرنے کا حکم دیا کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے، کبھی دشمن کی لاشوں کی بے حرمتی کی اجازت نہیں دی آپ نے ہمیشہ میدانِ جنگ چھوڑنے سے پہلے ایک، ایک لاش کو دفن کرانے کا اہتمام فرمایا، لیکن بدر میں ستر کافر ہلاک ہوئے تھے، اس لیے، علیحدہ علیحدہ، سب کو دفن کرنا دشوار تھا، پس حضور علیہ السلام نے سب لاشوں کو ایک ہی گڑھے میں ڈال دینے کا حکم دیا صحابہ کرام نے سب لاشوں کو، گھسیٹ کر، گڑھے میں ڈالا، لیکن امیہ بن خلف کی لاش پھول چکی تھی، جس کو جگہ سے ہٹانا مشکل تھا، لہذا وہی، اس کو مٹی سے دبا دیا گیا۔

اہل مدینہ کو خوش خبری

حضور علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کو، اسی دن مدینہ کے لیے روانہ فرمایا کہ جا کر اہل مدینہ کو فتح و کامرانی کا مشرودہ سنائیں، یہ دونوں قاصد، گھنٹوں کا سفر نمٹوں میں طے کرتے، مدینہ پہنچے، تو دونوں نے حسب ہدایت اپنے اپنے راستے، الگ الگ کر لیئے۔

فتح و کامرانی کی خبر کے ساتھ، ساتھ، یہ ہلاک ہونے والے کافر سرداروں، اور گرفتار ہونے والے مشہور لوگوں کے نام بھی بتاتے جاتے تھے، بچوں اور عورتوں کا

بجوم ان کے ساتھ ہو گیا، اور پھر مدینہ کی آبادی کا ایک ایک دروازہ، کھٹ کھٹا کر یہ
 عظیم الشان خبر سنائی گئی، مسلمانوں کی تو خوشی کی انتہا نہ تھی۔ ہاں غزوے میں شریک نہ ہونے
 کا اب بے حد ملال ہو رہا تھا، کوئی کہتا، کاش، حضور علیہ السلام، یہیں ہمیں جہاد کی اطلاع دے
 دیتے، کسی کی زبان پر تھا، کہ اللہ کے رسول حکم دیتے تو ہم سب ہی چلے جاتے، ان احساسات
 کے ساتھ، ساتھ ہر ایک خوش تھا، اور اب ایک ہی انتظار تھا، کہ، اللہ کے رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم کو اپنی نظروں سے دیکھ لیں، لیکن عبد اللہ ابن ابی، اور اس کا گروہ، تمام منافقین
 خیر کو جھٹلا رہے تھے، اور کہتے تھے کہ جب سب لوگ واپس آئیں گے تب ہی، صحیح
 صورت حال معلوم ہوگی، مسلمانوں کی کامیابی سے، ان کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے
 اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے، انہیں گڑھنے میں مصروف تھے۔

افسوسناک

جس وقت مدینہ کا بچہ بچہ، خوشی سے اچھل رہا تھا، اسی وقت، صحابہ کرام کی ایک
 بڑی تعداد نبی کریم علیہ السلام کی صاحبزادی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ
 حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کرنے کے لیے جنت البقیع میں جمع تھی، حضرت زید ابن
 حارثہ کو پتہ چلا، تو وہیں پہنچ گئے، جنازہ رکھا دیکھا لیکن خوشی میں اتنے مدہوش تھے
 کہ، نہ دفن کا انتظار کیا اور نہ ہی اظہار افسوس کیا، بلکہ وہی اپنے انداز میں، پوری خبر سنا دی
 اور تمام صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، خود، خیر سن کر ایسے خوش ہوئے کہ بیوی کی موت
 کا احساس تک نہ رہا۔ سب نے جلد ہی تدفین کی، اور مسجد نبوی شریف میں جمع ہو گئے
 تاکہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور غازیوں کے استقبال کا پروگرام بنائیں اور ان
 کی واپسی کا انتظار کریں۔

واپسی

نبی کریم علیہ السلام نے بدر میں تین دن قیام فرما کر واپسی کا، اعلان فرمایا، غازیوں نے تمام مال غنیمت بھنا طت جمع کیا، قیدیوں کو ساتھ لیا، اور روانگی کی تیاری مکمل کر لی، بدر کو چھوڑنے سے پہلے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ کا، ایک نظر جائزہ لیا اور اُس گڑھے پر ٹھہرے، جس میں کفار کو دفن کیا گیا تھا آ پسنے، عتیبہ و شیبہ، ابو جہل اور سردارانِ قریش کو پکارا، پکار کر فرمایا :-

یا اهل القلب هل وجدتم	اے گڑھے والوں، کیا تم نے اس کو سچ
ما وعدد بكم حقاً فانی قد	پایا جو، تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا
وجدت ما وعدنی ربی	تھا، جب کہ بے شک میں نے تو وہ سچ
حقاً لہ	پایا، جو، مجھ سے میرے رب نے وعدہ

فرمایا تھا۔

جب صحابہ کرام تے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو، مردوں سے باتیں کرتے دیکھا تو انہیں حیرت ہوئی، پس، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ مردوں کو اپنی باتیں سنا رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

ما انتم باسمع لما اقول	جو کچھ میں اُن سے کہہ رہا ہوں، اس کو
منہم، ولكنہم لا	تم، اُن سے زیادہ نہیں سن رہے، صرف
یستطیعون ان	فرق یہ ہے، کہ وہ مجھے جواب نہیں دے
یحیبونی۔	سکے۔

غرضیکہ، نبی کریم علیہ السلام اور مجاہدین اسلام نے تین دن بعد، تاریخ اسلام کے اُس

لہ البدایہ والنہایہ، ج ۲۰

عظیم مقام کو چھوڑا، جس کی پہاڑیاں، جس کے سنگریزے، آج اہل اسلام کی، شجاعت و بہادری
صبر و تقویٰ، اور رسول کے عشق و محبت کی گواہی دیتے ہیں، جہاں آج بھی اہل اسلام کی کامیابی
پر تقاروں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

تقسیم غنیمت

بد سے نکل کر، آپ نے وادی صفراء میں قیام فرمایا، تمام مجاہدین کو حکم دیا، کہ
جس کے پاس جو بھی مال غنیمت ہے وہ ایک جگہ جمع کر دے، اس موقع پر بعض صحابہ
میں اختلاف رائے ہوا، کیونکہ انہوں نے اب تک حضور علیہ السلام سے مال غنیمت کے
متعلق خدا کا کوئی واضح حکم نہ سنا تھا،

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے، اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کیا تھا، اور
اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا تھا، جو بہت ہی عمدہ تھی اور اس کا نام، کتیفہ، تھا، وہ کہتے ہیں
کہ جب حضور علیہ السلام نے، سب مال غنیمت جمع کرنے کا حکم دیا تو میں وہ تلوار لے کر
حضور کے پاس حاضر ہوا، اور میں اس کو اپنے پاس رکھ لینا چاہتا تھا، لیکن آپ نے
حکم دیا کہ اس کو بھی مال غنیمت میں جمع کر دو، مجھے بہت ہی ناگوار معلوم ہوا، لیکن مجبور
تھا، کہ آقا نے حکم دیا تو میں نے اس کو بھی سب سامان میں ڈال دیا۔

اسی موقع پر مال غنیمت سے متعلق، سورہ انفال کی آیات نازل ہوئیں، اور حکم واضح
ہو گیا پس سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے سب سے پہلے مجھے بلایا
اور فرمایا، جاؤ، اپنی تلوار، اٹھا لو، پھر آپ نے ہر مجاہد کو، اس کا حصہ دیا۔
مال غنیمت میں، ان آٹھ حضرات کا، حصہ بھی، مجاہدین کے برابر ہی رکھا گیا،

۱۲۵ ایضاً۔

جو حضور علیہ السلام کی اجازت سے، کسی مجبوری، یا آپ کے کسی حکم تعمیل کی وجہ سے، جنگ میں عملی طور پر شریک نہ تھے، لیکن کسی نہ کسی طرح وہ جنگ میں شامل تھے، حضور علیہ السلام نے ان حضرات کو بھی، شکر و بدر کی فہرست میں شامل کیا انہی میں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہوتے ہیں، جن کو حضور علیہ السلام ہی نے، مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا، تاکہ وہ حضرت زقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری، اور خدمت کریں جو، اس وقت سخت بیمار تھیں اور جس دن مدینہ میں، فتح بدر کی خبر پہنچی اسی دن ان کو دفن کیا گیا۔

وادی صفراء ہی، میں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اور آپ کو یہیں دفن کیا گیا، ان کا تذکرہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

استقبال

اہل مدینہ کی مسرت و شادمانی کا ایک دن تو، وہ تھا، جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر ہمیشہ کے لیے مدینہ میں داخل ہو رہے تھے اور یا آج کا دن تھا، جب کہ حضور علیہ السلام اپنے ہمراہ فاتح مجاہدین اور مغلوب قیدیوں کو لے کر، علم اسلام بلند کئے ہوئے، ہمیشہ کے لیے، اسلام کے غلبہ کا اعلان کرتے ہوئے، حق و صداقت کی چمک کے ساتھ، سرزمین مدینہ پر رونق افروز ہونے والے تھے۔

یہ بائیس^{۱۲} رمضان المبارک، پیر کی صبح تھی کہ اہل مدینہ کو حضور علیہ السلام کی واپسی کا بہنہ چلا، مدینہ کے گلی کو چوں میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی، لوگ مدینہ سے باہر نکل کر، مقام روعاء تک پہنچ گئے اور بے چینی سے انتظار کرنے لگے، اور جو نہی بدر سے آنے والے بدر کابل پران کی نظر پڑی، تو خدا کی پاکی، تسبیح اور تکبیر کے نعرے بلند کر کے، انہوں نے اپنے اور کائنات کے آفاقی اہل اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا!

اس موقع پر بعض لوگوں نے قیدیوں کو دیکھ کر، ذلت آمیز باتیں کہیں، تو حضور علیہ السلام

نے منع کرتے ہوئے فرمایا، خدا شکر ہے کہ اس نے، ان کو ہمارے قبضہ میں دیا، لیکن یہ خیال رکھو کہ یہ اپنی قوم، قریش کے سردار اور معزز لوگ ہیں۔

بعض صحابہ نے، ایسی موقع پر، بدر نہ جانے کا عذر پیش کیا، بعض نے افسوس کا اظہار کیا، تو حضرت اسید بن حضری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہم تو یہ جانتے تھے کہ آپ ایک قافلہ تجارت پر قبضہ کرنے جا رہے ہیں، ہمیں ہرگز یہ پتہ نہ تھا، کہ آپ دشمن کا مقابلہ کرنے جا رہے ہیں، اگر ہم یہ جانتے تو ہرگز پیچھے نہ رہتے، حضور علیہ السلام نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔

بغرضیکہ، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے جانثاروں کی اس جماعت کو لے کر مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے، جن کو ایک ہفتہ قبل، بغیر ساز و سامان کے، صرف ایک تجارتی قافلہ کے مقابلہ کے لیے لے کر نکلے تھے، اس وقت یہ وہم و گمان بھی نہ تھا، کہ دشمن سے سامنا ہوگا، اور اللہ کے فضل و کرم سے اتنا بڑا انقلاب برپا ہو جائے گا جو قیامت تک کے لیے اسلام کی حقانیت کا واضح ثبوت بنے گا، فتح و کامرانی کے وجوہ و اسباب تلاش کرنے والے صرف اور صرف، ایک حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے، کہ فیصلہ الہی کی تکمیل کے لیے نہ اسباب کی ضرورت ہوتی ہے، نہ وسائل کی احتیاج، بلکہ ا۔

واللہ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ
وَمَنْ یَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ
اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ؕ

اللہ غالب ہے، اپنے ہر کام پر، لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو نہیں جانتے، اور جس نے مددگار بنایا، اللہ کو، اس کے رسول کو، اور ایمان والوں کو) تو وہ اللہ کے گروہ سے ہیں، اور بلاشبہ، اللہ

(پا ۱۲، یوسف، ۲۱)

کا گروہ ہی غالب رہنے والا ہے۔

(پ ۶، ماڈہ ۵۹)

اسیرانِ بدر

میدانِ بدر میں، اسلام کی فتح کے بعد، جن کفار کو گرفتار کیا گیا، ان کی تعداد ستر تھی ان میں اکثر سردار، اور معزز تھے، جیسے، عقیل بن ابی طالب، نوفل بن حارث، جبار بن صخر، عباس بن عبدالمطلب (حضور علیہ السلام کے چچا)، عمرو بن ابی سفیان، مالک بن عبد اللہ، امود بن عامر، وغیرہ۔

حضور علیہ السلام نے، تمام قیدیوں کو، صحابہ کرام کے سپرد کر دیا تھا، اور ان سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا تھا، لہذا صحابہ کا یہ حال تھا، کہ اپنے ان دشمنوں کا ہر طرح خیال رکھتے ان کو کھانا کھلاتے، اور خود، کھجوروں پر گزارہ کریتے تھے، جن قیدیوں کے پاس، کپڑے نہ تھے، صحابہ نے، اپنے کپڑے ان کو پہنائے، حضور علیہ السلام کے چچا، حضرت عباس، اس قدر دراز قد تھے، کہ کسی کا گزرتا ان کے بدن پر نہ آسکا منافقوں کا سردار عبد اللہ بن ابی، تقریباً، ان کے برابر کا تھا، اس نے اپنا کرتا پہنایا راسی احسان کے بدلے، حضور علیہ السلام نے، عبد اللہ بن ابی کے کفن کے لیے اپنا کرتا عنایت فرمایا تھا۔

قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی تھا، جو مکہ کا بہترین خطیب کہلاتا تھا، یہ بد نصیب بڑے بڑے اجتماعات میں نبی کریم علیہ السلام کی برائیاں کرتا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہرا گتتا رہتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا، تو حضور علیہ السلام سے عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ، اگر اجازت ہو، تو میں سہیل کے دو نچلے دانت اکھیڑوں تاکہ وہ کبھی اچھا نہ بول سکے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میں اگرچہ نبی ہوں لیکن اگر کسی کے اعضاء بگاڑوں کا رُمتہ کروں گا، تو میں بھی اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

یہ تھا، ان قیدیوں، اور دشمنوں کے ساتھ، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا حسن سلوک جو حضور علیہ السلام اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے اور اسلام کو مٹانے کی دن رات کوششیں کرنے والے تھے، اسلامی جنگوں پر اعتراضات کرنے والوں سے کوئی پوچھے تو سہی، کہ کیا، اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب، یا کسی ملکی قانون میں دشمن قیدیوں کے ساتھ ایسے نرم برتاؤ کی نظیر مل سکتی جو اب نفی کے سوا، کچھ نہیں ہو سکتا،

دو قتل

قیدیوں میں سے دو کافروں کو حضور علیہ السلام نے، مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے قتل کرادیا تھا ایک نصیر بن حارث، اور دوسرا عتبہ بن معینظ، یہ دونوں نہایت ہی خبیث، بدگو، اور بیہودہ تھے۔

نصیر، مکہ میں مسلمانوں کو بے حد ستاتا تھا، ہر وقت حضور علیہ السلام کی بدگوئی کرتا تھا، اس کا خاص موضوع طعن قرآن کریم تھا، یہ جب بھی قرآن کریم کی کوئی آیت سنتا، طرح طرح سے اس کا مذاق اڑایا، الحمد للہ، کہ آج خدا نے، اس کی رسی کو کھینچا اور یہ جکڑا ہوا، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر تھا، جو نہی، حضور علیہ السلام کی نظر مبارک اس پر پڑی، اس کو، خود ہی محسوس ہوا کہ مجھے قتل ہی کیا جائے گا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے، اس کی رشتہ داری تھی، اس نے ان کو بلایا اور کہنے لگا،

اے مصعب!

مجھے یقین ہے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کرادیں گے، تم ان سے میری صرف اتنی سفارش کرو، کہ وہ میرے ساتھ وہی معاملہ کریں، جو دوسروں

کے ساتھ ہو۔

مصعب، تجھ میں اور دوسروں میں فرق ہے، حضور علیہ السلام، مسلمانوں اور اسلام کی مخالفت میں تو دوسروں سے بہت آگے، آگے، رہتا تھا، پس اگر، آج تیری سزا دوسروں سے علیحدہ، اور زیادہ سخت، مقرر ہو تو، یہ زیادتی نہیں، بلکہ ظلم کا بدلہ اور انصاف ہوگا۔

نفسر ، اے مصعب، تم میرے رشتہ دار ہو، اگر تم قید ہو کر مکہ آتے تو میں قسم خدا کی تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرتا،

مصعب، مسلمان کا رشتہ کافروں سے، بالکل نہیں رہتا، میرے تیرے سارے رشتہ اسی دن ختم ہو گئے تھے، جس دن میں نے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ جوڑا تھا۔

ابھی، ان دونوں میں گفتگو جاری ہی تھی کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا "اس خبیث کا سراڑ او،، آپ لپکے اور نضر جہنم میں پہنچا۔

عقبنہ بن معین، یہی، وہ ملعون کافر تھا جس نے دو مرتبہ، مکہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی، آپ سجدے کی حالت میں تھے، کہ اس کعبت نے آپ کے سر مبارک پر پیر رکھ کر دہایا، دوسری مرتبہ بھی، سجدے ہی کی حالت میں آپ کی گردن پر، بکرے یا اونٹ کی اوتھیری ڈالی، آج اللہ نے کرم فرمایا، اور ان تمام ظالموں کو ذلیل و خوار کر کے اپنے، محبوب علیہ السلام اور ان کے غلاموں کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، اور آپ نے اس مردود کو جہنم رسید کیا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بعید نہ تھا کہ ان کو معاف فرمادیتے، آخر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے بڑے بڑے دشمنوں کو معاف فرمایا، بلکہ دشمنوں کے

گھروں کو جائے پناہ قرار دے دیا، لیکن اس موقع پر ہی عمل مناسب تھا، جو آپ نے کیا، تاکہ، ان صحابہ کی دلجوئی ہو، جن کے زخم تازہ تھے، اور ان ظالموں کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا، نیز، کافروں کو، مسلمانوں کی جرأت اور اپنی ذلت و خواری کا اچھی طرح احساس ہو جائے، علاوہ انہیں، یہود، منافقین اور قریب و جوار کے دیگر قبائل کو بھی احساس رہے کہ مسلمان، ظلم بہتے بھی ہیں، اور ظلم کا بدلہ لینا بھی جانتے ہیں۔

قیدیوں کے متعلق مشورہ

کچھ جنگ کے اثرات کم ہوئے، تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کو جمع فرما کر، قیدیوں کے متعلق مشورہ طلب کیا کہ، ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے، کیونکہ نبی کریم علیہ السلام ان لوگوں کی قید و بند کی مدت، بلا ضرورت دراز کرنا پسند نہ فرماتے تھے، صحابہ نے مختلف مشورے دیئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا، کہ، ان سب کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے، کیا عجیب کہ یہ لوگ آئندہ اسلام قبول کر لیں، یا اہل مکہ کو، ہماری قوت و جمعیت کا حال بتائیں اور اس طرح وہ دوبارہ ہم پر حملہ کی ہمت نہ کریں، نیز فدیہ کی رقم سے مجموعی طور پر ہماری معاشی حالت بہتر ہوگی، اور ہم اسلام کی اشاعت و حفاظت کے مزید اسباب مہیا کر سکیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کی رائے تھی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے، اور ہم میں سے ہر ایک کو حکم دیا جائے کہ وہ، اپنے رشتہ دار، یا جان پہچان والے کو قتل کرے، تاکہ ہمارا اپنا ایمان مضبوط ہو، اور یہ ثابت ہو، کہ، اللہ اور اس کے رسول کے باغیوں سے، اہل اسلام کا کوئی رشتہ و تعلق باقی نہیں رہتا، نیز ان کے قتل سے کفار مکہ، قبائل عرب یہود اور منافقین سب ہی کانپ اٹھیں گے اور انہیں ہماری ہمت و جرأت

کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا، اور آئندہ کبھی وہ ہماری طرف نظر اٹھانے کی بھی غلطی نہ کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے رائے پیش کی، یا رسول اللہ، ان سب کو کسی گھنی بھاڑی میں چھوڑ کر، آگ لگا دی جائے، تاکہ جہنم کے اس ایندھن کو بھڑکتا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں، اور خدا کا شکر ادا کریں کہ اُس نے ہمیں جہنم سے بچایا، نیز دنیا بھر کے ظالم اپنا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کریں، (۱)

ان تجاویزیں، نرم ترین، تجویز چوتھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تھی، لہذا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو پسند فرمایا، اور فیصلہ ہو گیا کہ ”ہر قیدی چار ہزار درہم ادا کر کے، رہائی حاصل کر سکتا ہے لیکن جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے ہیں، ان سے یہ رقم وصول نہیں کی جائے گی، بلکہ ان میں سے ہر ایک کا فدیہ، دس مسلمانوں کو لکھنا، پڑھنا سکھانا، ہوگا تو بعض قیدیوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے، معافی دیدی اور وہ بغیر فدیہ ادا کئے آزاد ہو گئے،

اس موقع پر بعض غیر محتاط، مورخین نے، لکھ مارا، کہ حضور علیہ السلام کا یہ فیصلہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تھا، لہذا، اللہ نے آپ پر عتاب فرمایا، اور سورہ انفال کی آیات نمبر ۶۷، ۶۸، ۶۹، نازل ہوئیں، یہ غلط فہمی، قرآن نافہمی یا کم علمی کے باعث ہوئی، انشاء اللہ اگلے صفحات پر، آپ اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں گے۔

پہچان سے فدیہ

نبی کریم علیہ السلام کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قیدیوں میں شامل تھے

اور جو بھی شکوک و شبہات تھے وہ دور ہو گئے، آپ نے فدیہ کی رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا اور مشرف باسلام ہو گئے، لیکن حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق، مکہ ہی میں آپ کا رہنا طے پایا، حضور علیہ السلام نے آپ کو ہجرت سے منع فرمایا، لہذا آپ ایک عرصہ تک، اپنے اسلام کا اعلان نہ کر سکے، فتح مکہ کے دن آپ نے اعلان فرمایا،:

قرآن کریم میں سورہ انفال کی آیات نمبر ۷۰، ۷۱، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے متعلق ہیں، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اظہار اسلام کے بعد سے اللہ تعالیٰ نے مجھے فدیہ میں دیئے ہوئے اور مالِ غنیمت میں چھنے ہوئے، سونے سے کئی گنا زیادہ دولت عطا فرمادی، اور سب سے عظیم مرتبہ جو عطا فرمایا وہ یہ کہ مجھے، آب زمزم پلانے کی خدمت مل گئی، جو میرے نزدیک، سارے عرب کی دولت سے بڑھ کر ہے۔

واماد سے فدیہ

حضور علیہ السلام کے واماد، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر، ابو العاص بن ربیع بھی گرفتار ہوئے تھے، حضور علیہ السلام نے، ان کو بھی فدیہ ادا کرنے کا حکم دیا، انہوں نے اپنی بیوی زینب سے کہلوا دیا کہ فدیہ کی رقم روانہ کرو، چند دن میں مکہ فدیہ کی رقم روانہ کرو چند دن میں مکہ فدیہ کی رقم آگئی، جس میں، حضرت زینب کا وہ ہار بھی تھا، جو شادی کے موقع پر ان کو، ان کی ماں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا، یہ ہار دیکھ کر حضور علیہ السلام کا دل بھرا آیا، آپ نے صحابہ سے فرمایا، اگر تم لوگوں کو اعتراض نہ ہو، تو بیٹی کو، اس کی ماں کی نشانی واپس کر دوں، تمام صحابہ نے بخوشی، اجازت دی، حضور علیہ السلام نے، ابو العاص کو آزاد کیا، اور فرمایا، یہ اپنا مال واپس لو، اور مکہ جا کر، زینب کو ہمارے پاس بھیج دو، آپ نے زید بن حارثہ کو ابو العاص کے ہمراہ کیا اور کہا، یہ زینب کو لے کر آئیں گے،

ابو العاص، مکہ کے قریب پہنچے، تو انہوں نے زید بن حارثہ کو ایک جگہ ٹھہرایا،

کر دو، کہ میرا مال واپس مل جائے، میں مکہ جا کر سب کی امانتیں اور حصے واپس کروں گا اور پھر مسلمان ہو جاؤں گا، حضرت زینب نے سفارش کی، حضور علیہ السلام نے درخواست قبول کرتے ہوئے مال واپس کر دیا،

ابوالعاص مکہ واپس گئے، سب کا حساب صاف کیا، اور وہیں، اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر کے، مکہ سے ہجرت کر کے، مدینہ چلے آئے، اور حضرت زینب کے ساتھ رہنے لگے، رضی اللہ عنہما۔

مکہ ماتم کدہ

قریش کا شکر جب مکہ سے نکلا تھا، تو بقیہ عورتوں، توجوانوں، بچوں اور بوڑھوں، سب ہی نے، بڑی امیدوں، آرزوؤں سے، رخصت کیا تھا، ہر ایک کو یہ یقین تھا، بالکل ایسا ہی یقین جیسے، ہر صبح، سورج کے ساتھ دن نکلنے کا یقین ہوتا، کہ عرب کے یہ بہادر کامیاب و کامران لوٹیں گے، (العیاذ باللہ) اسلام کی روشنی ہمیشہ کے لیے بجھ جائے گی، قافلہ بدر کی طرف سفر کر رہا تھا، اور مکہ کے ہر گھر میں جشن تھا، قافلہ کے استقبال کی تیاریوں کا جشن، غرور و تکبر کے جھنڈے بلند کرنے کا، جشن، اس جشن کی گھما گھمی میں کبھی کسی کو شیطان نے اتنا تک سوچنے نہ دیا، کہ اگر شکست نہ سہی، تب بھی کسی کا تو گھرا جڑ سکتا ہے، آخر جنگ ہے، نہ جانے کون کام آجائے، ایک لمحہ کسی نے نہ سوچا، بس، جشن تھا، کیوں نہ ہوتا کہ شیطان نے بڑا ہی پختہ یقین دلایا تھا:-

وَإِذَا زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ
أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ
لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ
وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ
اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے
اعمال آراستہ کر دیئے اور یقین دلایا، کہ آج
ان لوگوں میں سے تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا،
اور میں تمہارا نگہبان ہوں (پ، انفال، ۴۸)

اسی فریب میں مبتلا ہو کر، لشکر گیا تھا اور، اسی مکر کے سہارے سارا مکہ، اپنے فاتح سرداروں کا انتظار کر رہا تھا، کاش انہیں، یہ پتہ چل جاتا، کہ جس مکار نے ان کی ہمت افزائی کی تھی، ان کی نگہبانی کا وعدہ کیا تھا، خود اس کا کیا حال ہوا،

فَلَمَّا تَرَأَتْ الْفِئْتَنَ نَكَصَ . . . جب دونوں فوجیں، آمنے سامنے ہوئیں
 عَلَى عَقَبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ . . . تو وہ، اٹلے پاؤں بھاگا، اور بولا، میں بری الذمہ
 مِّنْكُمْ إِنِّي أَمَّا مَا لَا تُرَوْنَ . . . ہوں تم سے، میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں
 إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ . . . دیکھ رہے، میں تو، اللہ سے ڈرتا ہوں
 شَدِيدُ الْعِقَابِ . . . اور اللہ سخت عذاب دیتے والا ہے۔

(پ، ۱، انفال، ۲۸)

جو نہی شیطانی فوج کے سامنے اہل حق کے، نورانی چہرے، نظر آئے، اور فرشتوں کی قطاریں کی قطاریں، اترتی، اس مکار نے دیکھیں، تو چیختا چلاتا بھاگا، اسے قریش مکہ، اب میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا، میں تم سے علیحدہ ہوتا ہوں، مجھے وہ چیزیں نظر آ رہی ہیں، جو تم نہیں دیکھ سکتے۔

اس شیطان لعین کا ہر کسی کے ساتھ ہی رویہ ہوتا ہے، اہل حق کے خلاف، دین کے خلاف، بنکیوں کے خلاف، اکساتا ہے، اور پھر حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چل دیتا ہے، نہ ہی دنیا میں سہارا دے پاتا ہے، اور نہ ہی آخرت میں کام آ، پائے گا، اللہ اس کے مکر و فریب سے، مجھے اور ہر مسلمان کو محفوظ رکھئے،

غرضیکہ، امید و یقین کے اس ماحول میں، جو نہی، خبر ملی، کہ مکہ کے سورما، ایک، ایک کر کے قتل کر دیئے گئے اور بچے کچھے، قیدی بنا لیے گئے، تو ایسا محسوس ہوا، جیسے مکہ پر ارد گرد کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اب گھر، گھر ماتم تھا، پورا، مکہ ماتم کہہ تھا، اب کوئی نہ تھا جو سہارا دے، مفرعونی ڈینگیں مارے اب تو مسلمانوں کے خلاف بات کرتے ڈر

لگتا تھا۔

پورے شہر میں ایک، افراتفری کی کیفیت تھی، آخر کار، ابوسفیان نے کچھ سنبھالا، لیا اور قوم جمع کر کے، بدر کے تمام حالات بیان کئے، اور پھر اپیل کی کہ اب ہم، رونا، ماتم کرنا، چھوڑ دیں اس سے، ہماری، رہی رہی ساکھ، کو نقصان پہنچے گا، دشمن مزید خوش ہوگا، دوسرے قبیلے، ہم پر سنسے گے، ابھی ہمارے پاس نوجوان ہیں، ہم اپنے مقتولین کا بدلہ لیں گے، اور اپنے بزرگوں کی امیدوں کے مطابق، مسلمانوں کو نہیں نہیں کر کے دم لیں گے، ابوسفیان کی بے جان باتوں کے علاوہ ان بد نصیبوں کے پاس اب رکھا ہی کیا تھا، قوم نے اسی کو غنیمت جانا، اب گلی، کوچوں کی فضا تو کچھ معمول پر آئی، لیکن، گھر ماتم کدہ ہی بنے رہے، اور سچ تو یہ ہے، کہ دنیا کے کفر قیامت تک اپنے مقتولین کو، روتی ہی رہے گی۔

نتائج و اثرات

چونکہ، غزوہ بدر، حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا، لہذا، تماشہ بین اقوام، بے چینی سے نتائج کو منتظر تھیں، اور اللہ کے فضل و کرم سے جو کچھ ہوا، بغرض محال، اگر، اس کے برعکس ہو جاتا، تو اسلام اور مسلمانوں کا جو حشر ہوتا، اسی کی طرف حضور علیہ السلام کی اُس دعائیں اشارہ موجود ہے، جو اپنے، عریش میں جنگ کی رات، اور عین جنگ کے وقت کی تھی۔

اللهم انك ان تهلك هذه
العصاة لا تعبد بعدھا
فی الارض۔
اسے اللہ، اگر اس چھوٹی سی جماعت کو آج
تو نے ہلاک کر دیا تو، اس کے بعد زمین پر تیرا
نام بجا کوئی نہ رہے گا۔

پس اللہ نے فضل فرمایا، کہ حق غالب رہا، اہل اسلام کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی،

جس کے اثرات یوں تو، حق و باطل دونوں پر آج تک ہیں اور قیامت تک رہیں گے لیکن سہ کے حالات میں جو انقلاب رونما ہوا، ذرا، اس پر غور کیجئے۔

پندرہ سال تک مسلمان، کفار مکہ کے مظالم، ہتے ہتے، زریح ہو چکے تھے، ان کے حوصلے پست تھے۔ تابناک مستقبل کی کرن تک نظر نہ آتی تھی، مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد تو، اور بھی زیادہ، آزر وہ دل تھے، معاشی حالت بھی نہایت خستہ تھی، اللہ نے میدان بدر کو ان ناتوانوں کے لیے، اپنی رحمت و برکت، اور دائمی عزت و عظمت کا گہوارہ بنا دیا، کہ عدم و مسائل اور کم تعداد کے باوجود فاتح بنے، یقین ہو گیا، کہ ہم ایسے کمزور نہیں جیسا خود کو سمجھتے ہیں ہمارے پاس تو، ایسا مضبوط سہارا ہے، جس کے بل ہم ہر میدان میں کامیاب و کامران رہیں گے۔

جن ظالموں نے وطن کی زمین تک چھین لی، ان کو اپنی آنکھوں سے تڑپتا، پھڑکتا دیکھا، اپنے ہاتھوں سے، کھینچ، کھینچ، گڑھے میں، ڈالا، تو دل ٹھنڈا ہوا، اور ہمت بڑھی کہ آئندہ ہم پر، کوئی ظلم کر کے پیچ نہ سکے گا اب نہ کسی کو، ہم پر تپھر برسنانے کی ہمت ہوگی، نہ کوئی، ہمارے راستے میں کانٹے پچھاسکے گا، اب ہم پورے اطمینان سے اپنا کام کریں گے۔

آج مکہ کے رو سا کو، اپنے سامنے بندھا، دیکھا تو خدا کا شکر ادا کیا، کہ کل تک جو ہمیں باندھ باندھ کر مارتے تھے، آج اُس خدا نے، جس کے لیے ہم مار کھاتے تھے ان مارنے والوں کو ہمارے قدموں میں لا ڈالا، وہ ہماری آزمائش تھی، اور یہ اس کا ثمرہ، پھل ہے۔

مال غنیمت بھی حلال کر دیا تھا، فدیہ بھی جائز قرار دے دیا گیا، جن کے پاس کھانے کی کوئی چیز تھی ان کی مالی حالت خاصی بہتر ہو گئی، اب وہ اس قابل تھے کہ اس عطیہ خداوندی سے اپنی، انفرادی اور اجتماعی معاشی حالت کو بہتر اور مستحکم بنا سکیں، اور ایسا ہی ہوا۔

سلاطین وقت اور دولت مند اقوام مسلمانوں کو، خاندانِ قریش کی ایک باغی ٹولی تصور کرتے تھے، اور ان کو قابلِ توجہ ہی نہ جانتے تھے، لیکن اب انہیں احساس ہوا، کہ یہ ایک ایسی قوت ہے جس کا مقابلہ، آسان کام نہیں، لہذا، اب سیاسی و مذہبی اعتبار سے، ان کو دنیا کی ایک قوم تسلیم کرنا پڑے گا، اور جو اس ابھرتی قوم سے دوستی و حمایت کو بھلائی جانتے تھے انہوں نے، دوستی و حمایت کا ہاتھ آگے بڑھایا، اور جو اہل اسلام کی دشمنی کو ہی، اپنے وجود اور اپنی بقا کے لیے ضروری سمجھے، وہ کھل کر سامنے آ گئے۔

قریش و کفارِ مکہ کی تو معاشی و افرادی، ساری توانائی کا خاتمہ ہو گیا، اب نہ وہ کبیر و غرور کی باتیں تھیں نہ ہی ذلت آمیز لہجہ تھا، صرف جلی رسی کے بل تھے، جو پانچ سال تک تو باقی ہے پھر فتح مکہ کے بعد وہ بھی ہمیشہ کے لیے نکل گئے۔

غرضیکہ، غزوہ بدر نے اسلام کی جڑوں کو ہمیشہ کے لیے مضبوط و مستحکم کر دیا، جب کہ کفر کے قلعوں کو اجاڑ کر رکھ دیا اور قیامت تک کے لیے ثابت کر دیا، کہ

”مسلمانوں کو، اسلام، اور مملکتِ اسلامیہ کے تحفظ، عزت و آبرو کی بقا کے

لیے، دشمن پر غالب آنے کے لیے، بنیادی طور پر، حسن کردار، قوت ایمان، اللہ

اور اس کے لیے رسول پر مکمل توکل و اعتماد کی ضرورت ہے، کثرتِ تعداد

ظاہری وسائل و اسباب کی حیثیت اہل اسلام کی نظروں میں عارضی ہوتی ہے

وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً

اور اللہ مدد کرتا ہے، اپنی نصرت سے جس کی چاہتا ہے، یقیناً اس واقعہ (بدر) میں

بڑا سبق ہے، آنکھ والوں کے لیے۔

لَا يُؤَيِّدُ الْوَالِدِ الْبَصَارِ ۗ

(پ ۲، آل عمران، ۱۳۰)

”متفرق واقعات“

غزوہ بدر کے حالات بیان کرتے ہوئے، تسلسل باقی رکھنے کی غرض سے، گذشتہ صفحات میں ہم نے کچھ واقعات کو چھوڑا ہے، جن کا بعض مقامات پر ہم اشارہ بھی کر چکے ہیں پس مضمون کو مکمل کرنے کے لیے، چیدہ، چیدہ واقعات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں (۱)

دو خواب

ہم عرض کر چکے ہیں کہ کفارِ قریش، بدر، روانگی پر متفق نہ تھے، جس کی مختلف وجوہات تھیں، منجملہ ان کے یہ خواب بھی تھے۔

(۱) ابھی، قافلہ ابوسفیان کی اطلاع مکہ میں پہنچی بھی نہ تھی، کہ، عائکہ بنت عبدالمطلب، یعنی حضور علیہ السلام کی پھوپھی نے ایک خواب دیکھا، جس کے بیان کرتے ہوئے بھی وہ ڈرتی تھیں، لیکن، ایک دن انہوں نے اپنے بھائی عباس سے یہ کہتے ہوئے بیان کیا، کہ تم کسی کو نہ بتانا، عباس نے وعدہ کیا تو عائکہ نے کہا۔

میں نے ایک اونٹ سوار کو، پتھر پٹی زمین کی ندی میں کھڑا دیکھا، جو پکار رہا تھا کہ اے قریش! تم اپنی قتل گاہ میں پہنچ جاؤ، دوڑو، جلدی کرو، وہ شخص حرم میں آیا اور

(۱) یہ واقعات ہم، ان کتابوں سے نقل کر رہے ہیں، البدایہ، والنہایہ، روح البیان،

مواہب اللدینہ، معارج النبوت، شواہد النبوت،

لوگ اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے، پھر وہ ابو قیس کے پہاڑ پر چڑھ گیا اور پھر لوگوں کو بلانے لگا، جب لوگ جمع ہو گئے، تو اس نے پہاڑ سے، ایک بڑا پتھر نیچے، لڑکا دیا، جو کہ کے تمام گھروں کو تباہ کرتا، نو ہاشم کے گھریں آ گیا، اور نو ہاشم کے گھروا لے محفوظ رہے۔ چونکہ خواب بہت اہم تھا، لہذا عباس اس کو چھپانے کے انہوں نے، اپنے دوست ولید بن عقبہ کو سنایا ولید نے اپنے باپ کو سنایا اور اسی دن یہ سب بات، ابو جہل کو معلوم ہو گئی، دوسرے دن جب عباس نے، کعبہ کا طواف کر رہے تھے، تو ابو جہل نے ان کو بلایا اور بھری محفل میں، عائکہ کے خواب کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا کہ اب تک تو تمہارے مردہ نبوت کا دعویٰ کر رہے تھے، اب تمہاری عورتیں بھی نبی بنتا چاہتی ہیں۔

اس خواب کے دو دن بعد ہی، ابوسفیان کا قاصد مکہ پہنچا، اور اس نے، بیچ، بیچ کر سب کو جمع کیا، عقبہ، ولید، شیبہ، ابولہب، وغیرہ نے یقین کر لیا، کہ عائکہ کا خواب سچ ہے، قریش کو ضرور کوئی سخت آفت آنے والی ہے، اور ابولہب تو اس قدر ڈرا، کہ سب کے اصرار کے باوجودہ لشکر میں شریک نہ ہوا، اس نے، عاص بن ہشام کو اپنا نمائندہ مقرر کر کے، قریش کے ساتھ بھیج دیا۔

(۲) ابوسفیان کا قاصد ضمنیہم جب مکہ پہنچا، تو اسی رات اس نے خواب دیکھا، کہ میں اونٹ پر سوار، ایک خون بھری وادی میں جا رہا ہوں، میں اس خواب سے ڈر کر، اٹھ کھڑا ہوا، اور جب صبح میں نے لوگوں کے سامنے یہ خواب بیان کیا، تو انہوں نے اس کو عائکہ کے خواب کی تصدیق قرار دیا، اور بہتوں نے یہی کہا، کہ قریش پر کوئی بڑی آفت آنے والی ہے، لیکن صرف ابو جہل ہی تھا، جو نہ کچھ سنتا تھا، نہ ہی سوچتا تھا اس پر صرف مسلمانوں کی دشمنی سوار تھی، وہ ان سے جنگ کرنا چاہتا تھا، اور اس کو بہت ہی معمولی کام سمجھتا تھا۔

امیہ پر خوف

امیہ بن خلف، لشکر قریش میں شامل تو ہوا، اور مارا بھی گیا، لیکن بہت مجبور ہو کر ڈرتا، اور اپنی موت کا یقین کرتا ہوا آیا تھا، کیونکہ، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب عمرہ کرنے مکہ آئے، اور امیہ کے گھر ٹھہرے تھے، جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں، تو اس وقت انہوں نے امیہ کو بتایا تھا، کہ میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے، کہ امیہ کو میرے صحابہ قتل کریں گے۔

اس بات پر امیہ کو اتنا یقین تھا، کہ جب قریش نے بدر جانے کا فیصلہ کر لیا، تو وہ چھپا چھپا پھرتا تھا آخر ایک دن، ابو جہل اور عتبہ بن معینظ اس کے گھر پہنچ گئے اس کو بہت شرم دلائی اور کہا کہ اب تو عورتوں کی طرح گھریں بیٹھ کر زندگی پوری کر، امیہ مجبور ہو گیا، اور ڈرتا ہوا اپنے گھر سے نکلا۔

عداس کی نصیحت

عداس، عتبہ و شیبہ کا، نصرانی غلام تھا، اور یہ اُس وقت مسلمان ہو چکے تھے جب حضور علیہ السلام نے طائف سے واپسی میں، انگوروں کے ایک باغ میں پناہ لی تھی، جو عتبہ و شیبہ کا تھا، اور جب ان دونوں نے حضور علیہ السلام کو تھکا ہارا، زخموں میں چور، دیکھا تو، آپ کو عداس کے ہاتھ، انگوروں کا خوشہ بھیجا تھا جب عداس نے آپ کی زیارت کی، تو خدا نے توفیق دی اور مشرف باسلام ہو گئے، لیکن، چونکہ عتبہ و شیبہ طبیباً شریف تھے لہذا انہوں نے، یہ جانتے ہوئے بھی، کہ عداس مسلمان ہو گئے ہیں ان کو کبھی کچھ نہ کہا۔

آج جب عتبہ و شیبہ، بدر جانے کے لیے تیار ہونے لگے، تو عداس سے بولے

کہ ہم، محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کرنے جا رہے ہیں، عداس نے کہا، آپ دونوں میرے اچھے، اور شریف مالک ہیں، آپ کی کوئی تکلیف میرے لیے بڑی مصیبت ہوگی اس لیے میں آپ سے عرض کرتا ہوں، کعبہ کے رب کا واسطہ، آپ بدر نہ جائیں، کیونکہ میں جانتا ہوں، کہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے پیچھے نبی ہیں، آپ ان سے دشمنی میں اتنے آگے نہ بڑھیں، کہ وہ اپنے غلاموں کو تلوار کھینچنے کا حکم دیں اور اگر ایسا ہوا، تو آپ کا مقابلہ کسی عام عرب سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول سے ہوگا، میں جانتا ہوں، آپ کو کوئی عام عرب شکست نہیں دے سکتا، لیکن اللہ کے نبی سے کوئی بہادر مقابلہ نہیں کر پاتا، عداس رونے لگے میں جو کچھ کہتا ہوں آپ کے بھلے کے لیے کہتا ہوں۔

عقبہ و شیبہ نے اس وقت تو، عداس کی باتوں کو، کوئی اہمیت نہ دی، لیکن جب انہوں نے میدان بدر میں جنگ کے بادل اٹھتے دیکھے، تو کئی مرتبہ عداس کی نصیحت یاد کر کے، کہ واپس ہونے کا ارادہ کیا، لیکن ہر مرتبہ کسی نہ کسی طرح، ابو جہل کو ان کے ارادے کا پتہ چل جاتا، اور وہ غیرت و رجحیت دلا کر، رکنے پر مجبور کر دیتا۔

فال کی خبر

مشرکین میں، ہر کام کرنے سے پہلے فال نکالتے کارواج بہت پُرانا ہے، اور اب تک ہے، مشرکین مکہ بھی کوئی کام کرنے سے پہلے فال ضرور نکالتے تھے۔ اور اسی کی خبر پر عمل کیا کرتے تھے، بڑے بڑے اہم کام، صرف اس لیے نہ کرتے تھے کہ فال سے اُن کے کرنے کی اجازت نہ ملتی تھی، اتنے بڑے قافلہ کی روانگی کے لیے بسلا فال کیسے نہ نکالی جاتی، پس جمع ہوئے، خوب چڑھاوے لے کر، اپنے گرو، اہل کے گرو، اور اپنے طریقوں کے مطابق فال کے تیر نکالنے شروع کئے، اور آخر

کارفال نے، یا بُت نے واضح اعلان کر دیا، کہ مکہ سے باہر مت نکلو، ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔
لیکن حقیقت یہ ہے کہ، جب کسی کی شامت آہی جائے، تو اس کی عقل و نظر سب
پر، پر دے پڑ جاتے ہیں، وہی ہوا، کہ البوجہل نہ مانا، آج اپنے خدا کی بھی نہیں مان رہا
کیسے ماننا خدا کے حقیقی کا فیصلہ تو کچھ اور ہی ہو چکا تھا اور پھر کئی بار فال نکالی گئی اور
ہر مرتبہ، بربادی کی خبر ملی، لیکن جب مقدری پھوٹ چکا ہو تو فال کیا کرے۔

اصول کی پابندی

جب دو لشکر، آمنے، سامنے، آجاتے، اور جنگ شروع ہو جاتی ہے، تو کسی کو
کسی اصول یا ضابطہ کا خیال تک نہیں رہتا، ہر ایک ایسی تدبیر میں لگا ہوتا ہے، کہ دشمن پر
غلبہ حاصل ہو جائے، یہ صرف، دنیا کو حکمت و انانی کا پیغام دینے والے، آقا، حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، جنہوں نے میدان جنگ میں بھی اصولوں اور ضابطوں کی پابندی
کا عملی نمونہ پیش کیا، مندرجہ ذیل واقعہ سے اندازہ لگائیے، یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ یہ غزوے
میں آپ کو اس قسم کے متعدد واقعات ملیں گے۔

حضرت خذیفہ بن یمان، اور حضرت ابو حنیسہ رضی اللہ عنہما، دونوں صحابی، کہیں سے آئے
تھے، بدر کے ایسے راستے سے گزرے کہ، دشمن نے ان کو دیکھا اور پکڑ لیا اور کہا، تم
دونوں، اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے جا رہے ہو، ہم ہرگز نہیں جلتے دیں گے، بلکہ تمہیں
قتل کر دیں گے، ان دونوں نے یقین دلایا کہ ہمارا جنگ سے کوئی واسطہ نہیں، ہم تو
اپنے کسی کام سے نکلے تھے، اور واپس مدینہ جا رہے ہیں، بہت یقین دہانی کی،
تو جان چھوٹی، لشکر اسلام میں پہنچ کر، حضور علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے
اور سارا، حال بیان کیا، آپ نے فرمایا۔

ہم ہر حال میں عہد کی پابندی کرتے ہیں، تم نے وعدہ کر لیا ہے، کہ

جنگ میں حصہ نہ لو گے لہذا اب تم اپنی منزل کی طرت روانہ ہو جائے یہاں
ٹھہرنا بھی، بد عہدی میں شمار ہو گیا۔

قابل غور ہے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ، ایسے وقت، جب کہ دشمن تعداد
وسامان کے اعتبار سے گئی گنا، بڑا ہے، یہاں آدمیوں کی کمی ہے، لیکن پابندی عہد کے
اصول کی بناء پر اپنے دو جانثاروں کو شریک جنگ نہ ہونے دیا۔

چند معجزے

جنگ کے دوران، نبی کریم علیہ السلام کے چند معجزے بھی ظاہر ہوئے، تاکہ، بعض
حالات کی وجہ سے، کوئی، آپ کو اپنا، جیسا، عام انسان نہ سمجھ بیٹھے، یا، آپ کے کماں
نبوت میں کمی کی غلط فہمی اور قوت نبوت میں، کسی قسم کی کمزوری کا خیال نہ ہونے پائے،
یہاں ہم، چند معجزات کا تذکرہ، اسی مقصد سے کر رہے، کہ اگر، ہمارے قارئین کے
ذہن میں بھی، خدا نخواستہ کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی ہو، تو وہ دور ہو جائے، اران واقعات
کے مطالعہ کے بعد، ایمان مزید مستحکم اور مکمل ہو، کہ اہل ایمان کے لیے نبی کے معجزات
کا فائدہ ہی یہ ہے، کہ ان سے، ایمان کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے۔

(۱) یہ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں، کہ حضور علیہ السلام نے جنگ کی شب، میدان جنگ،
میں آکر، صحابہ کو یہ بتا دیا تھا، کہ کون کانر، کہاں مرے گا، اس کے متعلق حضرت، عمر
رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد معتبر کتابوں میں موجود ہے، کہ ”خدا کی قسم، اللہ نے اپنے
رسول کو حق پر بھیجا ہے، آپ نے جس کانر کے، ہلاک ہونی کی، جو جگہ بتائی تھی،
وہ بالکل اسی جگہ پڑا تھا، نہ لکیر سے ادھر نہ ذرا بھی ادھر،
پس آپ کا صحیح صحیح، یہ بتا دینا، پوری جنگ کے متعلق، یہ یقین کرنے کے لیے
کافی ہو گیا، کہ آپ کو جنگ کا تمام حال معلوم تھا، مدینہ سے نکلے تو قافلہ تجارت کے

تعاقب کے لیے تھے، لیکن یہ معلوم تھا کہ مقابلہ بڑے دشمن سے ہوگا، دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے، غلاموں کی ہمت افزائی تو کر رہے تھے، لیکن یہ پتہ تھا، کہ ابو جہل، عقیبہ، شیبہ ولید، امیہ بن خلف وغیرہ کا جہنم انتظار کر رہا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب مرنے والوں کا پتہ تھا، تو یہ بھی معلوم تھا، کہ نون، کس کو بارے گا، عرش میں آہ زاری کے ساتھ دعا تو ہو رہی تھی لیکن پتہ ہو چکا تھا، کہ کامیابی و کامرانی، اہل ایمان ہی کی ہوگی اور حق غالب ہو کر رہے گا بس اتنی سی بات تھی، کہ خدا نے، نظام قدرت کو پورا کرنے کے لیے، بعض مواقع پر اپنے نبی کی توجہ کو ہٹایا اور نبی نے، مرضی الہی کی تکمیل کے لیے، خدا ہی کے حکم کے مطابق، بعض باتوں کو غلاموں پر ظاہر نہ فرمایا،

(۲) حضرت رضاعہ بن رافع، اپنے بھائی، خالد بن رافع، کے ساتھ، لشکرِ اسلام میں شریک تھے راستہ میں، ان کا اونٹ بیمار ہو گیا، انہوں نے منت مانی کہ ہمارا اونٹ ٹھیک ہو جائے اور اللہ ہمیں فتح عطا فرمائے تو ہم مدینہ واپس ہو کر، اس اونٹ کو ذبح کر کے صدقہ کر دیں گے، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب تشریف لائے، آپ نے اونٹ کو بیمار دیکھا، تو پانی منگوا کر وضو فرمایا اور بچے ہوئے پانی میں کالی کی پھیر ہمیں حکم دیا، کہ اونٹ کا منہ کھولو، پس ہم نے، منہ کھولا، تو آپ نے وہ پانی اس کے منہ میں ڈالا، اور کچھ پانی کے چھینٹے، اونٹ کے سرگردن اور گوبان پر مارے، وہ اونٹ ہمیں اٹھا کر، خوب دوڑنے لگا، جیسے کبھی بیمار نہ ہوا تھا، پس اللہ نے ہمیں فتح دی اور ہم مدینہ واپس آئے، تو ہم نے اپنی نذر کے مطابق اونٹ کو ذبح کر دیا۔

(۳) عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ، لڑ رہے تھے، کہ کسی کافر کی زرہ پر، لگ کر ان کی تلوار ٹوٹ گئی، بڑے پریشان ہوئے، حضور علیہ السلام نے ان کو دیکھا، تو ایک لکڑی اٹھا کر ان کو دی، اور فرمایا، جاؤ، لڑو، جو نہیں یہ لکڑی ان کے ہاتھ میں آئی، ایک بہترین،

نیز تلوار بن گئی، خوب لڑے، اسی سے، آپ نے معاویہ بن قیس کو قتل کیا، یہی تلوار ہمیشہ آپ کے پاس رہی اور متعدد غزوات اور جنگوں میں کام آئی، آپ نے اس کا نام، عون، یعنی مدد و نصرت رکھا تھا، غالباً آپ جنگ یمانہ میں شہید ہوئے۔

(۴) حضرت حبیب رضی اللہ عنہ پر، امیہ بن خلف نے حملہ کیا، جس کی تلوار سے، آپ کا ہاتھ کندھے سے علیحدہ ہو گیا، اسی حال میں آپ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے اپنے رست مبارک سے ہاتھ کو ایسا جوڑا، کہ زخم کا نشان تک نظر نہ آتا تھا اور نہ ہی، کبھی اس بازو میں کوئی تکلیف ہوئی۔

(۵) حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، مصروت جنگ تھے، نہ جانے، کیا چیز آپ کی آنکھ میں لگی، جس سے آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل کر ٹک گیا، سخت تکلیف ہوئی، ساتھیوں نے، اس کو کاٹ دینے کا ارادہ کیا، لیکن چہرہ کسی نے مشورہ دیا، کہ حضور علیہ السلام کی اجازت کے بغیر کوئی کام مناسب نہیں، لہذا قتادہ آپ کے دربار میں حاضر کئے گئے، آپ نے اپنے دست مبارک سے ڈھیلا کو اس کی جگہ رکھا، اب نہ تو درد تھا، نہ کوئی یہ سوچ بھی سکتا تھا کہ اس آنکھ میں کچھ ہوا تھا۔

بدر کے بعد

کفار مکہ پر، بدر کی شکست کا اس قدر صدمہ تھا، کہ اکثر اپنی مجلسوں میں میدان جنگ کی باتیں کرتے رہتے تھے، یا جن لوگوں کے اعزاء و اقارب اور گھر و گھر ہو گئے تھے، ان کے متعلق حسرت دیاں کے تذکرے کرتے تھے۔

(۱) عبیز بن وہب کاڑ کا وہب، بھی، مدینہ میں قیدی تھا، ایک دن صفوان اور عبیز حرم کعبہ میں بیٹھے اپنے ہلاک شدہ عزیزوں کا ذکر کر رہے تھے۔

صفوان بولا: اے عبیز امیر سے باپ دادا اور دوسرے عزیز، جس بیدردی سے

قتل ہوئے، ان کا خیال کر کے میں تڑپ جاتا ہوں اور اب زندگی میں کوئی مزہ نہیں رہا۔

عمیرؓ، بس یہی حال میرا ہے، سب سے زیادہ، مجھے، دکھ اس کا ہے کہ میرا لڑکا، مدینہ میں قید ہے نہ جانے اس کا کیا حال ہوگا، اور کیا انجام، میرا تو دل چاہتا ہے کہ مدینہ جاؤں، اور کسی طرح محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سرا تار لاؤں (نعموز باللہ) اور یہ کام آسان ہے، کیونکہ سنا ہے، وہ مدینہ کے گلی کوچوں میں تنہا گھومتے رہتے ہیں،

صفوانؓ، پھر کیا ہے، آگے بڑھو، سب مکہ والوں کا دل ٹھنڈا کر دو گے، بڑی عزت پاؤ گے
عمیرؓ، عزت یہ مجھوری ہے، کہ میرے پیچھے، بچوں کی نگرانی، انکے کھانے پینے کا انتظام کون کرے گا، پھر قرضہ بھی بہت ہے رہ کیسے ادا ہوگا۔

صفوانؓ، یہ سب فکر نہ کرنا، اب کعبہ کی قسم میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے بچوں کا پوری طرح میں ذمہ دار رہوں گا، اور تمہارا سب قرضہ بھی میں ادا کروں گا، بلکہ، سفر کے لیے سواری کا بھی انتظام کرتا ہوں، بس اب انہیں کام میں دیر نہ کرو،

عمیرؓ مکہ سے روانہ ہوا، مدینہ پہنچا، ایک دن تلوار لیے، مسجد نبوی شریف کے دروازے پر بیٹھا تھا کہ اچانک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی، آپ نے، حیرت زدہ ہو کر، ساتھیوں سے فرمایا، ادا یہ تو عمیر بن وہب ہے، بدر میں شکر کفار میں اس کو میں نے چھتے چلاتے دیکھا تھا، اپنے ساتھیوں کو لڑنے پر ابھار رہا تھا، اور ہمارے لیے بہت بیہودہ گوئی کر رہا تھا، اب یہ یہاں کیسے، بس آپ آگے بڑھے اور فوراً گردن دبا کر حضور علیہ السلام کے دربار میں لے کر حاضر ہو گئے۔

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ عمیر، مدینہ میں پھر رہا ہے، میں نے اس کو مسجد کے دروازے سے پکڑا ہے، نہ جاتے کیوں، آیا ہے۔

حضرت علیہ السلام! عمیر پر ایک نظر ڈالتے ہوئے، عمر اس کو چھوڑ دو، عمیر یہاں آؤ، قریب آؤ، بیٹھو۔ عمیر، حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔

حضرت عمر، ساتھیوں سے، ذرا قریب ہو جاؤ، خیال رکھو، یہ خبیث، حملہ نہ کر دے، حضور علیہ السلام! عمیر تم یہاں کس ارادے سے آئے ہو۔

عمیر: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے بیٹے وہب کو چھڑانے آیا ہوں، حضور علیہ السلام! یہ تلوار کیوں تانی ہوئی تھی۔

عمیر: یہ تلوار، یہ تو ویسے ہی ساتھ لے آیا تھا، ہماری تلواروں نے بدر میں کیا کمال کیا جواب یہ کسی کام آئے گی۔

حضور علیہ السلام! عمیر! جو ارادہ ہے، سچ بتاؤ، یا میں بتاؤں!

عمیر: گھبرا جاتا ہے، نہیں، نہیں، کوئی ارادہ نہیں، صرف اپنے بیٹے کو لینے آیا ہوں۔

حضور علیہ السلام! اچھا، تو یہ بتاؤ، کہ حرم کعبہ میں صفوان کی اور تمہاری کیا گفتگو ہوئی، اور صفوان نے تم سے کیا وعدہ کیا ہے۔

عمیر: ہکا، بکا، لیکن، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری اس گفتگو کو تو، ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا۔

حضور علیہ السلام! تم دونوں کے علاوہ تیسرا جاننے والا، اور بھی ہے۔

عمیر! اور کون، وہاں تو کوئی نہیں تھا۔

حضور علیہ السلام! وہی رب کعبہ، جس کی تم قسم کھاتے ہو، اور جس نے مجھے، رسول بنا کر بھیجا ہے، وہ صرف دو آدمیوں کی پوشیدہ گفتگو ہی نہیں جانتا، بلکہ ہر ایک دل کا حال بھی جانتا ہے۔

عمیر: یہ ٹھیک ہے، لیکن آپ کو کیسے پتہ چلا۔

حضور علیہ السلام: میرا رب، مجھے سب کچھ بتاتا ہے، میں اس کا رسول ہوں نا،
عمیرہ، کاپنے لگتا ہے، اور کہتا ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
یا رسول اللہ، آج مجھے یقین ہو گیا، آپ، بلاشبہ، اللہ کے رسول ہیں، پس میرا اسلام
قبول کیجئے اور اپنے غلاموں میں شامل کر لیجئے۔

صحابہ کرام، نعرہ بلند کرتے، اور عمیرہ کو گلے لگاتے ہیں۔

حضرت عمر، عمیرہ اب سے چند لمحوں پہلے، تم میری نظروں میں خنزیر سے بھی بدتر
تھے، لیکن اب تم میرے قابلِ احترام بھائی ہو، اب میرا سب کچھ تمہارے
لیے ہے۔

حضور علیہ السلام: صحابہ سے، اپنے بھائی کو لے جاؤ، اس کا ہر طرح خیال رکھو، اس کے لڑکے
کو آزاد کر دو اور اس کو قرآن و شریعت کی تعلیم دو۔

وہب بھی آزاد ہو کر، مشرف باسلام ہوا، کچھ عرصہ مدینہ میں ٹھہر کر، دونوں نے حضور علیہ السلام
سے اجازت چاہی، مکہ چلے گئے، سب کا مقابلہ کرتے، اور علی الاعلان، اسلام کی تبلیغ میں
مصروف رہتے، صفوان، دونوں کا یہ حال دیکھ کر بھگتا تا، اور لڑ پتا رہتا، لیکن کچھ تہ بگاڑ سکتا
تھا عمیر بن وہب اور، وہب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی تبلیغ سے مکہ میں مسلمانوں کا ایک
گروہ تیار ہوا۔

(۲) حارث بن ابی ضرار، اپنے بیٹے کا فدیہ ادا کرنے کے لیے، کچھ کنزریں، اور
اونٹ لے کر مکہ سے چلا، مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے اُس نے، کینزوں اور
اونٹوں کو ایک خشک جگہ میں چھوڑا، تاکہ پہلے، بغیر فدیہ کے بیٹے کو آزاد کرانے کی کوشش
کرے اور اگر کام نہ بن سکا، تو ان کو، حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دے
پس حارث حضور علیہ السلام کے دربار حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا۔

حارث کیسے آئے،

حارث : اپنے بیٹے کو آزاد کرنے آیا ہوں، لیکن فدیہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں۔

حضور علیہ السلام: اچھا، کیا تم ٹھیک کہتے ہو، کچھ نہیں ہے۔

حارث : جی، کچھ نہیں ہے، آپ اس کو بغیر فدیہ لے کر آزاد کر دیں، تو احسان ہوگا۔
حضور علیہ السلام: تو پھر یہ بتاؤ، کہ مکہ سے جو کنٹریں اور اونٹ فدیہ ادا کرنے کے لیے لائے تھے، وہ کہاں ہیں، یا یہ بھی ہم ہی بتائیں۔

حارث : حیرت زدہ، خدا کی قسم، یہ بات نہ تو کوئی مکہ والا جانتا ہے، اور نہ ہی مجھے کوئی، مدینہ کے راستہ پر، یہاں آتا نظر آیا، پس مجھے یقین ہو گیا، کہ بے شک آپ نبی برحق ہیں۔ لہذا

نصر بن حارث، انہی کا بیٹا تھا، جس کو حضور علیہ السلام پہلے ہی قتل کر چکے تھے جب ان کو بتایا گیا۔ تو عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اب مجھے اس کے قتل ہو جانے کا کوئی صدمہ نہیں، بے شک اس نے اپنے کئے کی سزا پائی، اور خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے، آپ کا غلام بنایا۔

(۳) حضور علیہ السلام بھی بدر ہی میں تھے، کہ ایک عورت عذرا بنت مروان، نے آپ کے اور لشکر اسلام کے خلاف کچھ اشعار کہے، جس میں نہایت بیہودہ باتیں کہیں اور بہت مذاق اڑایا یہ ایک فاحشت بیہودہ تھی اور حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے خلاف، اکثر گلی کوچوں میں بیہودہ باتیں کرتی رہتی تھی۔ یہ اشعار جو اس نے لشکر اسلام کے خلاف کہے تھے، حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے کہیں سن لیے۔ آپ اگر چہ نابینا تھے۔ لیکن بے حد عاشق رسول تھے جب

اشعار سنے، تو آپ سے نہ رہا گیا، اور آپ نے قسم کھالی، کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی بدر سے واپس آئیں گے تو اس عورت کو میں ضرور قتل کروں گا۔

جس دن، حضور علیہ السلام اور آپ کے غلام فتح اسلام کا جھنڈا لہراتے، مدینہ میں داخل ہوئے اسی دن رات کو عمیر بن عدی، عجماء کے گھر پہنچے، اور نابینا ہونے کے باوجود آپ نے، اس پر ایسا حملہ کیا، کہ تلوار کی نوک اس کے پیچ سینے میں پیوست ہوگی آپ نے اتنے زور سے، اس کو، دبایا کہ تلوار سینہ چیرتی پھیچھے، پیٹھ سے نکل گئی اور یہودیہ اسی دم ختم ہو گئی۔

صبح، نماز فجر سے فارغ ہو کر، حضور علیہ السلام نے عمیر بن عدی کو قریب بلا لیا، اور فرمایا رات تم نے، عجماء کے ساتھ کیا کیا، عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ، آپ تو سب حال جانتے ہیں، آپ نے فرمایا تم نے اُسے قتل کر کے، مسلمانوں کو، ایک نہایت بدگو دشمن سے نجات دلائی ہے، پھر آپ نے صحابہ سے فرمایا۔

اذا احببتم ان تنظروا رجلاً
نصر الله ورسوله بالغيب
فانظروا الى عمير بن عدی .
انظر الى عمير بن عدی .
اذا احببتم ان تنظروا رجلاً
نصر الله ورسوله بالغيب
فانظروا الى عمير بن عدی .
انظر الى عمير بن عدی .

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب سنا، تو فرمانے لگے، ادا اس نابینا کو دیکھو، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے، کیا کیا، اس کا مرتبہ تو ہم سے بلند ہو گیا، حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے عمر!

لا تقبل اعشى ولكنہ
ان کو، اندھا مت کہو، یہ بصارت والے
بصیر۔
ہیں۔

نصرت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا سبب صرف اور صرف، غیبی امداد و نصرت تھی، اس کے علاوہ کوئی ظاہری و مادی وجہ ایسی نظر نہیں آتی، جس کے باعث، ایک نھتی اقلیت، مسلح اکثریت پر، غالب آئی، یہی وجہ ہے، کہ ظاہری اسباب اور مادی وسائل کو، حقیقت جاننے والی دنیا آج تک اس معرکہ میں مسلمانوں کی کامیابی پر متحیر و متعجب ہے، اور ان کا اس طرح حیرت زدہ رہنا ہی ثبوتِ حق ہے جس کے لیے یہ جنگی معرکہ ظہورِ پذیر ہوا، لیکن ہمیں حیرت ہے، اپنے دور کے ان بعض جدت پسند مصنفین پر جنہوں نے خواہ مخواہ، مادہ پرستوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی اور کفار کی شکست کے کچھ، لایعنی، ناقابل اعتبار، مادی اسباب بیان کر ڈالے، جن کو، اگر تسلیم کر لیا جائے تو مقصدِ بدر ہی ختم ہو کر رہ جائے، نہ تو، احقاقِ حق حاصل ہوگا اور نہ ہی بطلانِ باطل، بلکہ یہ ایک اتفاقی فتح قرار پائے گی، جس کا سبب، وقتی طور پر ایسے حالات و واقعات کا پیدا ہو جانا، ہوگا، جن سے مسلمانوں کو فائدہ پہونچا اور بس، ہارنے والے جیت گئے اور جیتنے والے اتفاق سے ہار گئے۔

جب ہم نے غزوہ بدر کو مادہ پرستوں کے سامنے بطور چیلنج پیش کرنا چاہتے ہیں، کہ اگر قوت و طاقت صرف ظاہری و مادی اسباب کا نام ہے تو پھر تم ہی بناؤ، کہ غزوہ بدر میں اہل اسلام بغیر، وسائل کے کیسے غالب آئے، اور یہ ایک

مسلمہ حقیقت ہے، مگر نبطا ہران کے غالب آنے کے اسباب موجود نہ تھے، اور حیب مادہ پرستوں کے پاس، اس کا کوئی جواب نہ ہوگا، اور یقیناً نہیں ہے، تو حقیقت ثابت ہو جائے گا، اور حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ اصل قوت مادی و مسائل نہیں بلکہ، علیہ وقوت کے مالک حقیقی اللہ جل و جلا، کی اور امداد و نصرت ہے، اگر اس کا فضل شامل حال نہ ہو تو، ظاہری اسباب و مادی و مسائل کے بہاڑ بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے بس اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ
تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ
الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعْزِزُ
مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ
يَبْدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلِيُّ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

کہو، اے اللہ اے سب ملکوں کے
مالک، تو ہی بخشتا ہے ملک جسے چاہتا
ہے، اور حصین لیتا ہے، ملک جس سے
چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے، جس کو چاہتا
ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ساری بھلائی
ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(پ ۳، العمران، ۲۲)

غرضیکہ، یہ نصرت الہی اور تائید ایزدی ہی تھی، جو لشکر اسلام کی کامیابی و کامرانی کا سبب بنی، قرآن کریم نے اس کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا، تاکہ رہتی دیتا تک انسان، اس پر غور و فکر کرتے رہیں، جو اس کو حاصل کر کے عزت پاتا چلے وہ اہل بدر کے نقش قدم پر چلے، ورنہ، حیرت و یاس کے سمندر میں، ڈوبکیاں لگاتا اور مترا رہے۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ
الضَّمَّةُ الْبُكْمُ الَّذِينَ كَا
يَقْتُلُونَ ۝

بے شک سب جانوروں سے بہتر اللہ
کے نزدیک وہ بھگوتنگے (انسان) ہیں جو
کچھ نہیں سمجھتے۔ (پ ۹، انقال، ۲۲)

اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ
الَّذِينَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ۝۶۷

بے شک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے
تزدیک وہ انسان ہیں، جنہوں نے کفر کیا، پس وہ
کسی طرح ایمان نہیں لاتے۔

(پ، ۹، انفال، ۵۵)

اب ہم تفصیل کے ساتھ، نصرت و امداد کے لیے خدا کی ان نعمتوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں
جن سے، اللہ عزوجل نے اپنے ان بندوں کو نوازا جو اس کی رضا کے لیے اپنے سروں
پر کفن باندھ کر اور تھیلوں پر جان رکھ کر میدانِ کارزار میں، حاضر ہو گئے تھے، نہ
انہیں کوئی غم تھا، نہ فکر، نہ وہ خوف زدہ تھے، نہ پست ہمت، خدا کی رضا کے سوا ان
کا مقصود اور کچھ نہ تھا، رسول کی راہبری پر انہیں مکمل اعتماد اور، خدا کے سہارے پر
پورا، پورا، بھروسہ تھا، پس اللہ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

جنگ کے لیے نکلنا

بلاشبہ، غزوہ بدر، اسلام کی شوکت اور مسلمانوں کی عزت و عظمت کا ذریعہ بنا، خدا
نے، اپنے بندوں کو اس نعمتِ عظمیٰ سے نوازنے کے لیے، یہ احسان فرمایا، کہ حالات
نا سازگار ہونے کے باوجود دونوں لشکر، میدانِ کارزار میں پہنچ گئے، اور مقابلہ ہوا،
یہ اللہ ہی کی تدبیر و حکمت تھی کہ، مدینہ سے نکلنے وقت لشکر اسلام کے پیش نظر
صرف قافلہ تجارت تھا جس کو لوٹ کر وہ، دشمن کو معاشی طور پر تباہ کرنے کی اہم سیاسی
پالیسی پر عمل کر رہے تھے، لیکن تھوڑی دور، چلنے کے بعد حالات نے دوسرا رخ
اختیار کیا اور بالآخر ایک بڑے لشکرِ کفار سے مقابلہ ہو گیا، اگر مدینہ ہی میں اس لشکر
سے مقابلہ کا پتہ، مسلمانوں کو چل جاتا تو یقیناً وہ ظاہری حالات کا تجزیہ کرتے، اور پھر
ہرگز مقابلہ کے لیے نہ نکلتے، اور حق و باطل کی اس جنگ میں تاخیر ہوتی، اور اس پر دو گرام

پر عمل نہ ہو پاتا، جو اس فیصلہ پر موقوف تھا۔

دوسری طرف، کفار، بالخصوص، ابو جہل کا مسلمانوں کے خلاف سخت برا فروختہ ہونا اور اپنے قافلہ کی حفاظت کے لیے مکہ سے نکل پڑنا، اور قافلہ کے، بحفاظت مکہ پہنچ جانے کی اطلاع کے بعد بھی مسلمانوں سے جنگ پر اصرار کرنا، یہ سب بھی اللہ ہی کی طرف تھا، کہ اگر کفار کی سوچنے سمجھنے کا موقع مل جاتا تو وہ بھی حالات پر نظر رکھتے ہوئے، ابھی جنگ کا فیصلہ نہ کرتے، اور اس طرح، کفر کو، مزید طاقتور ہونے اور بیٹھنے کا کچھ وقت ملتا، اور ان کی سازشوں سے مسلمان، پریشان ہی ہوتے رہتے، انہیں سکون ہی نہ مل پاتا کہ وہ اسلام کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے لیے، کچھ کرتے۔

پس اللہ رب العزت نے مسلمانوں پر انعام فرمایا، کہ وہ بغیر ارادہ جنگ کے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے، اور پھر خدا کو ان سے جو کام لینا تھا وہ پورا ہو گیا۔

وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ
مَفْعُوْلًا ؕ لِيَهْلِكَ مِّنْ هٰذِهِ
عَنْ بَيْنَتِهِ وَيُحْيِيَ مَنۢ مَّحْيَا
عَنْ بَيْنَتِهِ ط وَآيَاتِ اللّٰهِ
لَسَمِيْعَةً عَلَيْهِمْ
ليكن (یہ بلا ارادہ جنگ) اس لیے
تھی، تاکہ اللہ وہ کام کر دکھائے جو ہوتا ہی
تھا، تاکہ، ہلاک ہو، جسے ہلاک ہوتا ہے
دلیل سے اور زندہ رہے، جسے زندہ
رہنا ہے، دلیل سے، اور بے شک اللہ
خوب سننے اور جانتے والا ہے۔

(پ، ۱۰، انقال، ۴۲)

بارش ہو گئی

چونکہ لشکر قریش، مسلمانوں سے پہلے بدر پہنچ گیا تھا، لہذا انہوں نے اس

مقام پر پڑاؤ ڈال لینا تھا جو بظاہر، بہر اعتبار سے موزوں تھا جس کو قرآنِ کریم نے
 ”عدوہ قصولی“ فرمایا، زمین ایک سی سخت تھی، پانی بھی موجود تھا، لیکن مسلمانوں کا قیام
 ”عدوہ دنیا“ میں ہوا، وادی کا وہ حصہ جو مدینہ کے قریب تھا، جس میں نشیب و فراز تھے
 زمین ایسی رتیلی تھی کہ چلنا دشوار ہو رہا تھا، پیر دھنسنے جاتے تھے، وضو، غسل، پینے
 اور دیگر ضروریات کے لیے پانی تک نہ تھا اس صورت حال سے شیطان نے بھی فائدہ
 اٹھانا چاہا، کہ بے سر سامان مسلمانوں کے دلوں میں خوب وسوسے ڈالنے لگا ”تم اہل حق
 ہو، تمہارے ساتھ نبی برحق ہے، اگر یہ سچ ہے، تو کیا اہل حق کا یہی حال ہوتا ہے
 کہ پینے کے لیے پانی تک میسر نہیں، کیا اسی حال میں تم شان و شوکت والے بڑے
 لشکر سے مقابلہ کرو گے۔“

پس اللہ نے کرم فرمایا، اور رات ہی کو پارش ہونے لگی، نہ تو یہ بارش کا موسم تھا
 نہ ہی کوئی ایسے آثار تھے، جن سے عام طور پر بارش کا اندازہ لگا یا جاتا ہے لیکن جب
 خدا فضل فرمائے، تو نہ موسم ضروری ہے، نہ آثار، بارش ہوئی خوب ہو گئی، موسم خوشگوار
 ہو گیا، مرجائے ہوئے دل، تروتازہ ہو گئے، جسموں کی خاک و دھول اور تکان ختم ہو
 گئی پیاس بجھ گئیں، وضو، غسل اور پاکی کا ذریعہ فراہم ہوا خشک گڑھے، حوض بن گئے
 تاکہ پانی بعد تک کام آتا رہے، رتیلی زمین سخت ہو گئی، کہ چلنا پھرنا آسان ہو، یہ خدا
 کے بندے ہیں، جن کے لیے خدا نے تیا سگاہ کو پُر نضا اور ہموار کر دیا، یہ اللہ کے
 مہمان ہیں، جن کے کھانے پینے کا انتظام اُس نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ لے
 لیا ہے، یہ اسی خدا نے کیا، جس نے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے، سمندر کو
 سخت کر دیا تھا اور ان کے قافلہ کے لیے راستہ بنا دیا تھا اور جب پانی کی ضرورت
 پیش آئی، تو قافلوں کی تعداد کے مطابق پتھر سے چشمے جاری فرمائے، اور جس نے
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بند کمرے میں، بے موسم پھلوں کا اہتمام فرمایا تھا

خدا کے فضل و کرم کے واقعات سے تو تاریخ انسانیت بھری پڑی ہے اور سب ہی مانتے ہیں، پھر اگر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو کسی نعمت سے نوازا گیا، تو حیرت و استعجاب کس بات پر، کوئی نئی بات ہو، انوکھی بات ہو، تو حیرت کرو، نہیں، یہ حیرت نہیں، تعجب نہیں، بلکہ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور عظمت کا انکار ہے تو کسی کا انکار، میرے ایمان کو ہرگز، متزلزل نہیں کر سکتا۔

اس بارش سے، اہل حق کو فائدہ ہوا، خوب فائدہ ہوا، لیکن اہل باطل، ان کے لیے یہ بارش مصیبت و زحمت بن گئی، ان کا سامان عیاشی برباد ہوا، عیش و عشرت کے لیے، جگہ، جگہ، جلائی گئی آگ بجھ گئی، ایران کے رلوں کی آگ مزید بھڑکنے لگی، ان کا پڑاؤ نشیب میں تھا، بڑی اچھی جگہ تھا، لیکن اب وہاں بارش کا پانی بھرا پورا میدان کفر و دل بن گیا، کہ چلنا پھرنا بھی مشکل ہو گیا۔ یہ ان کی تباہی و بربادی کی پہلی نشانی تھی اگر سمجھ لیتے، تو بھاگ جاتے، جان بچ جاتی، لیکن کفر چاہے کتنی ہی شوکت و عظمت والا ہو، اندھا ہوتا ہے جو چاند کو، دھڑکڑے دیکھ کر بھی نہ سمجھ سکے تھے، وہ آج کیا سمجھ لیتے۔

خدا نے، اپنے اسی انعام کا تذکرہ، سورہ انفال کی گیارہویں آیت میں فرمایا ہے جو آپ پڑھ چکے ہیں دوبارہ پھر نظر ڈال لیجئے اس کے بعد ہم جس نعمت کو بیان کر رہے ہیں، اس کا ذکر بھی انہیں آیت میں موجود ہے۔

نیندا گئی

اللہ نے اپنے سپاہیوں پر یہ فضل فرمایا، کہ انہیں نیندا گئی، وہ خوب سوئے جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں بعض صحابہ کا حال بیان کر چکے ہیں، کوئی اٹھتا تو پھر دوسری جگہ لیٹ کر سو جاتا، کسی کے ہاتھ سے بار، بار، تلوار چھوٹ جاتی، غرضیکہ

خوب سوئے، جس سے فائدہ یہ ہوا کہ جنگ کی صبح سب تازہ دم، ہشاش بشاش تھے یقیناً یہ اللہ کا بڑا فضل تھا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک قول صاحبِ روح البیان نقل کرتے ہیں۔

النَّاسُ عِنْدَ الْقِتَالِ أَمِنٌ مِنْ
اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ
مِنَ الشَّيْطَانِ -

جنگ کی حالت میں، اونگھ، ذریعہ سکون ہوتی ہے جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور نماز میں شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

ظاہر بینوں کے لیے، بڑی حیرت کا مقام ہے، کہ نیند، اور میدانِ جنگ میں وہ بھی ایسے وقت جب کہ صورتِ حال نہایت خطرناک ہے، تین گنا بڑا دشمن سر پر مسلط ہے، بظاہر، صبحِ موت کا سامنا ہے، انسان کا تو یہ حال ہے کہ ذرا پریشانی ہو، الجھن ہو، نیند اڑ جاتی ہے، سونے کی دوا میں استعمال کرنا پڑتی ہیں، نہ جانے کیا جتن کرنے پڑتے ہیں کہ کسی طرح نیند آجائے، اور یہاں جنگ کی رات ہے میدانِ جنگ ہے، سب گھر سے بے گھر ہیں، بظاہر دوبارہ گھر والوں سے ملنے کی توقع بھی نہیں اور سو رہے ہیں، بڑے آرام سے۔

تو جنہیں حیرت ہوتی ہے، ہو کر نے، خدا پر ایمان رکھنے والوں کو کوئی حیرت نہیں، رسول کے غلام میدانِ جنگ میں سو گئے تو کیا ہوا، یہ تو چھوٹی سی بات ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام تو آگ میں سوئے تھے، یہ سب کیسے ہوا، بات بالکل واضح ہے ڈاکٹر ٹرپنٹے ہوئے مریض کونٹہ کا انجکشن لگا کر سلا دینا ہے، تاکہ عارضی آرام مل جائے، تو خدا اپنے بندوں کو جب چاہے، خونِ دغم سے آزار کر کے سلا دے کہ میرے بندوں کو سکون نصیب ہو جائے، کیا یہ قادرِ مطلق کے لیے دشوار ہے پھر بندے کو تو خدا کی یاد سے سکون مل جاتا ہے۔

آلَا يَذِكُرُ اللَّهُ تَعَطُّمًا
خبردار، اللہ ہی کی یاد سے دل مطمئن

(پ ۱۳، الرعد، ۲۸)

تو پھر جہاد ہو ذکر الہی کی چادر ہے، اُسے اور صحنے والوں کے دل کیوں نہ مطمئن ہوں اس چادر تلے، بند آنا ہی چاہئے تھی، پس آئی اور مجاہدین خوب سوئے۔

فرشتوں کی آمد

سورہ العمران کی آیات نمبر ۱۲۳ تا ۱۲۷، سورہ انفال، کی آیات نمبر ۹، ۱۰، بغور پڑھیے
پھر مندرجہ ذیل سطور کا مطالعہ کیجئے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام نے اپنے غلاموں کی، چھوٹی سی، کمزور جماعت کے لیے عرش میں جس عجز و انکساری کے ساتھ، اپنے رب کریم سے دعا کی، اس کی تفصیل آپ گذشتہ ادراق میں پڑھ چکے ہیں، اللہ نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، اور شکر اسلام کے لیے، فرشتوں کے نزول کا مشرودہ سنایا، کہ ایک ہزار فرشتوں کا لشکر، میرے سپاہیوں کی امداد کے لیے آ رہا ہے، اور جب دوران جنگ ایک موقع پر مسلمانوں نے یہ خبر سنی کہ کفار قریش کی امداد کے لیے گزرنے والے جابر ایک بڑا لشکر لے کر آنے والا ہے تو اللہ نے بھی اپنے بندوں کی امداد میں اضافہ کیا اور فرمایا، "تم ہرگز نہ گھبراؤ، ہمارے شکر سے بڑا شکر کس کا ہو سکتا ہے، اگر دشمن کی مدد کے لیے کوئی پہنچا، تو ہم مزید، تین ہزار کائناتی لشکر نازل فرما دیں گے، اور اگر دشمن کا حملہ شدید ہو گیا، تو پھر ہم اپنے لشکر کی تعداد بڑھا کر پانچ ہزار کر دیں گے۔"

میدان بدر میں اگر غور کیا جائے، تو فرشتوں کا نزول کوئی حیرت کی بات نہیں کہ فرشتہ تو، انسانوں کی خدمت ہی کے لیے پیدا کئے گئے ہیں اور نظام قدرت

کی انجام دہی کے لیے ہمیشہ ہی دنیا میں آتے جاتے رہتے، ہر انسان کے ساتھ ہر وقت دو فرشتے رہتے ہیں، عزرائیل علیہ السلام تو اپنی پوری جماعت لیے، ایک ایک انسان کے گھر پر پہنچتے ہیں، اور باطل کے مقابلہ پر اہل حق کی مدد کے لیے بھی اس سے پہلے کئی مرتبہ فرشتوں کے لشکر آپکے ہیں، پس، غزوہ بدر، احد، حنین، دیگر غزوات اور دیگر مقامات پر، اہل حق کی امداد کے لیے اگر اللہ کا لشکر نازل ہوا تو کیا تعجب ہے۔ ملائکہ کی یہ عظیم فوج، حضرت جبرائیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام کی قیادت میں، منظم ٹولیوں کی صورت میں اس طرح، لشکر کے درمیان، دائیں بائیں اتری، کہ اللہ کے سپاہیوں کی ہر طرف سے دور ہو سکے، ان کے، عمامہ اور لباس سفید تھا، چنگبرے گھوڑوں پر یہ سوار تھے، ہول کے جھوکوں کے ساتھ، گہرے بادلوں میں سے یہ زمین پر آئے۔

اللہ نے اپنی نورانی مخلوق کی یہ فوج، کافروں سے جنگ کے لیے نازل نہیں فرمائی تھی، اگر فرشتوں ہی سے، دشمن کو ہلاک کرنا مقصود ہوتا، تو اس کے لیے تو صرف حضرت جبرائیل علیہ السلام ہی کافی تھے، جن کی قوت کا اندازہ انسانیت متعدد بار کر چکی ہے، انہوں نے اس پہلے اپنے بازو کے ایک پر کی قوت سے، قوم لوط کو ہلاک کر ڈالا اپنی ایک بیچ سے قوم ثمود کے شہروں کو تباہ کر دیا، یقیناً ان کافروں کے لیے بھی ان کا ایک اشارہ کافی ہوتا اتنے فرشتوں کو مقابلہ کرنے کے لیے بھینچنے کی کیا ضرورت تھی، یہ تو صرف اللہ نے اپنے پیارے بندوں کی دلجوئی کی تھی کہ انہیں اپنی تعداد کی کمی کا خیال نہ رہے، بلکہ یہ احساس ہو کہ، اگر دشمن کی تعداد ساڑھے نو سو ہے، ہمارے پاس، ہزار فرشتے موجود ہیں اور اگر دشمن کی تعداد بڑھ جائے تو ہمارے ساتھ بھی پانچ ہزار فرشتوں کی جماعت ہو جائے گی اور جو خدا اتنی تعداد کر سکتا ہے، اس کے لشکر میں کمی نہیں، وہ جتنی چاہے، تعداد بڑھا دے، کون ہے جو اس لشکر

کا مقابلہ کر سکے، ہاں بعض مقامات پر، بوقت ضرورت، فرشتوں نے اپنا کام بھی دکھایا جیسا کہ چند واقعات سے اندازہ ہوتا ہے۔

سائب بن جنیش، رضی اللہ عنہ، نے مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنی گرفتاری کا حال بیان کرتے ہوئے بتایا، میں مشرکین کے ساتھ، بھاگا جا رہا تھا، کہ بلند قد، خوبصورت نوجوان، چٹکبرے گھوڑے پر سوار میرے آگے آیا، اور مجھے اس زور سے دبایا، کہ میں ہل نہ سکا، پھر اُس نے مجھے باندھ دیا، اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آگئے، انہوں نے مجھے اس حال میں دیکھا، تو چلائے، ”یہ قیدی، کس کا ہے جب کسی نے جواب نہ دیا، تو وہ مجھے لے کر، حضور علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئے، اور آپ کو میرا حال بتایا، آپ نے مجھ سے پوچھا، کہ تمہیں کس نے گرفتار کیا، تو میں خاموش رہا، کیونکہ میں، اپنا حال حضور علیہ السلام کو بتانا نہ چاہتا تھا، پھر آپ نے خود فرمایا، کہ اس کو، اللہ کے فرشتے نے گرفتار کیا ہے، اور اے عبدالرحمن اب یہ تمہارا ہی قیدی ہے، اس کو لے جاؤ۔

سائب نے کہا، اگرچہ میں بہت دیر سے مسلمان ہوا، لیکن میں ہمیشہ اپنے اس واقعہ کو یاد کرتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ ایک انصاری، حضور علیہ السلام کو، غزوہ بدر کی باتیں سناتے ہوئے کہنے لگے، یا رسول اللہ، میں ایک کافر کے پیچھے دوڑا کہ، اس کو مار دوں، لیکن وہ ابھی مجھ سے بہت آگے تھا اچانک میں نے اپنے قریب سے ایک گھوڑا، گزرتے کا احساس کیا، اور سنا کہ اس کا سوار کہتا جا رہا ہے ”اقدام یا جنزوم“، اور ایک لمحہ بعد ہی میں نے دیکھا، کہ اُس کافر کا سر زمین پر تھما، میں دوڑا اور اس کو اٹھالیا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا، جنزوم، حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے

کا نام ہے، وہ میدان جنگ میں تمہاری مدد کر رہے تھے۔

ابوالیہ کعب بن عمرو نے، عباس بن عبدالمطلب کو گرفتار کیا، جو بہت دراز قد تھے، حضور علیہ السلام نے ابوالیسیر سے پوچھا کہ تم نے ان کو کس طرح گرفتار کر لیا، انہوں نے کہا، ان کی گرفتاری میں، میری مدد، ایک ایسے شخص نے میری مدد کی، جسے میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، وہ نہایت ہی بارعب شکل و صورت والا تھا، چنگبرے گھوڑے پر سوار تھا، حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے ابوالیسیر تیری مدد کرنے والا شخص، اللہ کے ان فرشتوں میں سے ایک تھا، جو بدر میں تمہاری مدد کے لیے نازل ہوئے۔

غرضیکہ ملائکہ، دوران جنگ مجاہدین اسلام کی مدد کرتے رہے، انہوں نے کافروں کو قتل بھی کیا، زخمی بھی کیا، گرفتار کر کے باندھا بھی، مسلمانوں نے فرشتوں اور ان کے گھوڑوں کی آوازیں سنیں، انہیں دیکھا اور صرف مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ کافروں نے بھی دیکھا۔

ابوسفیان جب مکہ واپس ہو کر جنگ کا حال، ابولہب اور دوسرے کافروں کو سنایا، تو یہ کہا کہ مسلمانوں کے پاس اسلحہ کی کمی نہ تھی بلکہ تعداد بھی بہت تھی، ہم، ان میں ایسے لوگوں کو بھی دیکھا، جن کے چہرے سفید تھے، وہ سفید لباس میں، سفید عمامے باندھے، چنگبرے گھوڑوں پر سوار تھے، جب وہ ہمارے کسی ساتھی کی طرف بڑھتے تو ان کا وار کبھی خالی نہ جاتا تھا، وہ زمین و آسمان کے درمیان اڑتے بھی نظر آتے، ہم کسی طرح بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔

اور شیطان تو، اس خدائی فوج کو دیکھتے ہی بھاگا، جب کہ وہ مکہ سے وقت جنگ تک ابو جہل کے ساتھ، ساتھ لگا، ہوا، اس کا اہم ترین مشیر بنا ہوا تھا، اور کفار کی ہمت افزائی کے لیے، ان کی شجاعت و بہادری کے فصیدے، پڑھ

رہا تھا، اور اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا تھا۔

وَإِذَا ذُكِرْتُمْ لِلشَّيْطَانِ
أَعْمَالُهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ
الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنَّ
جَارَكُمْ - مددگار ہوں، -

شیطان، میدان جنگ میں، سرفراز بن مالک کی صورت اختیار کئے، ابو جہل کا ہاتھ پکڑے
کھڑا تھا، جونہی اس نے دونوں شکروں کو، آمنے سامنے دیکھا، اور شکر اسلام میں
فرشتوں کو اترتے دیکھا، تو ابو جہل سے کہنے لگا، اب میں جاتا ہوں، اور جب ابو جہل
نے اس روکنا چاہا، تو اسے ایسا، دھکا دیا کہ وہ زمین پر گر پڑا اور یہ بھاگا۔

فَلَمَّا تَرَأَتْهُ الْفِئْتَانِ تَنْكَصُ
عَلَىٰ عَقْبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ
مِّنْكُمْ إِنِّي أَنَا مَلَائِكَةٌ
إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ
شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

تو جب دونوں فوجیں، آمنے ہوئیں، تو
وہ اس لیے پاؤں بھاگا، اور بولا، میں تم سے
علیحدہ ہوتا ہوں، میں وہ دیکھ رہا ہوں، جو تم
نہیں دیکھ رہے ہو، میں تو اللہ سے ڈرتا
ہوں، اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے

(پہ. ۱۰، سورہ انفال، ۴۸)

شیطان کی عمر، اگرچہ بہت طویل ہے، لیکن اُسے مہلت "وقت معلوم" تک
ملی ہے، کہ جب اللہ چاہے اس کو ہلاک کر دے، علاوہ انہیں، وہ فرشتوں، خصوصاً
حضرت جبرائیل علیہ السلام سے بہت ڈرتا ہے کہ اگر کسی نے اس کو گرفتار کر لیا تو نہ
جانے پھر ہائیے یا نہ ملے، نیز، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے بھاگتا ہے
کہ اگر ان کی نظر اس پر پڑ گئی تو وہ ان کے جلال کو برداشت نہ کر پائے گا، ممکن ہے کہ

جل کر خاک ہو جائے۔ (۱)

۱۔ روح البیان وغیرہ

تعداد کم دکھانا

خدا نے، اپنے اس انعام کا ذکر، سورہ انفال کی آیات نمبر ۴۳، ۴۴، فرماتے ہوئے بتایا کہ مسلمانوں پر، دوران جنگ ایک احسان یہ بھی کیا گیا، کہ حضور علیہ السلام کو خدا نے خواب میں، اور عام صحابہ کو ظاہر میں، کافروں کی تعداد کو کم دکھایا۔

حضور علیہ السلام نے اپنے عمریش میں دعل سے فارغ ہو کر تھوڑا آرام فرمایا اور جب بیدار ہوئے، تو چہرہ نور پر خوشی کے آثار تھے، آپ نے اپنے رفیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشرہ سناتے ہوئے بتایا کہ کافروں کو میں نے خواب میں تھوڑا دیکھا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپہیں یقیناً شکست ہوگی۔

جب کہ مسلمانوں نے کو ظاہر میں اپنا دشمن کم ہی نظر آ رہا تھا، جیسا کہ، ایک موقع پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے فرمایا، کیا تم کافروں کو ستر دیکھتے ہو، یعنی مجھے ستر نظر آ رہے ہیں کیا تمہیں بھی اتنے ہی نظر آتے ہیں تو ان کے ساتھی نے کچھ غور کر کے کہا، نہیں، مجھے، تو پھر، نظر آ رہے ہیں حالانکہ وہ ایک ہزار تھے، مسلمانوں کو اس لیے کم نظر آئے کہ:-

تثبتا لهم وتقوية لقلوبهم وہ ان سے ڈٹ کر لڑیں، مسلمانوں کے

وتصديقا لرؤيا الرسول دل مضبوط رہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تصدیق ہو جائے۔

اور کفار کو بھی مسلمان، زیادہ نہیں کم نظر آ رہے تھے، اگر زیادہ نظر آتے تو کافر بھاگ کھڑے ہوتے جب اللہ کو تو، جنگ کرنا ہی مقصود تھی، تاکہ اسلام غالب ہو، اور

دنیا پر یہ حقیقت واضح ہو جائے، کہ اہل حق و سائل سے نہیں، خدا کے فضل و کرم اور اس کی نصرت سے غالب رہتے ہیں۔

درحقیقت، اس کی کیفیت کا تعلق، دونوں لشکروں کے عزائم اور مقاصد سے بھی ہے کہ اہل حق کے سامنے خدا کی رضا، رسول کی اطاعت اور اسلام کو غالب کرنے کا، ایسا جذبہ تھا جس کی تکمیل کے لیے ان کے دل میں، اب نہ تو کسی چیز کی محبت باقی رہی تھی، نہ ہی ذہن میں کسی کی قوت کا تصور اور کسی ڈر کا خیال رہا تھا، انہیں، جنت کے باغات سل منے نظر آ رہے تھے، جن کی راہ میں، چند پتھر چند کلٹے کافروں کی صورت میں تھے، وہ انہیں بہت کم نظر آئے بہت کمزور نظر آئے، پس انہوں نے عزم کر لیا کہ ان پتھروں اور کانٹوں کو ہٹائے، کاٹتے، ہمیں اپنی منزل تک بہر حال پہنچنا ہے۔

اور اہل باطل کو تکبر و غرور، تعداد و وسائل کی کثرت پر اعتماد، شہرت و عزت کی ہوس نے، شیطان کے مکر و فریب نے ایسا اندھا کھ دیا تھا، کہ صبر و استقامت، شجاعت و دلیری کے سورج ان کے سامنے چمک رہے تھے، لیکن انہیں تو ایسا نظر آ رہا تھا، کہ سامنے چند چراغ ٹمٹما رہے ہیں، بس ہم نے پھونک ماری اور یہ ہمیشہ کے لیے بجھے اور فرعونیت کا تاج ہمیں ملا۔

پس دونوں ہی نے، ایک، دوسرے کو کم، کمزور، دیکھا اور غالب وہ رہا، جس کا مقصد مقدس تھا، اور تائید الہی جس کے ساتھ تھی۔

لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ
مَفْعُولًا ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ
الْأُمُورُ ۝

تاکہ، اللہ وہ، کر دکھائے جو ہوتا ہی تھا،
اور، اللہ ہی کی طرف سارے معاملات
لوٹائے جاتے ہیں۔

(پ۔ ۱، انقال، ۴۴)

مٹھی بھر خاک

جب جنگ پورے شباب پر تھی، جبیر ایل علیہ السلام، حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ، آپ ایک مٹھی خاک، دشمن کے لشکر پر پھینکئے، پس حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاک لانے کا حکم دیا، انہوں نے تعمیل حکم کی، اور حضور علیہ السلام نے، «شاہت الوجہ»، (چہرے مرجھا جائیں) پڑھ کر لشکر کفار کی طرف خاک اڑائی، کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جس میں خاک نہ پڑی ہو، اور کوئی حلق ایسا نہ تھا، جس میں خاک کا اثر نہ ہوا ہو، بس میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے کا ظہور ہونا تھا، کہ دشمن کے پیر اکھڑ گئے، اب مسلمانوں کی طرف ان کے سینوں کے بجائے، پٹھیں تھیں، مجاہدین اسلام، ان کو گرفتار کر رہے تھے، ان کا چھوڑا ہوا مال جمع کر رہے تھے، اور جو اللہ نے چاہا وہ پورا ہوا، حتیٰ ثابت ہو گیا، اسلام غالب آ گیا۔ (۱)

کافروں پر، پتھر، کنکریاں، خاک برسنے کے واقعات تاریخ انسانیت میں کئی مرتبہ پیش آچکے ہیں ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند ماہ پہلے، خدا نے اپنے گھر، کعبہ کے دشمن کو، کنکریاں برساکر ہی تباہ و بربادی فرمایا تھا۔ اور یہ کام ابابیل سے لیا گیا تھا لیکن، غزوہ بدر، میں اور اس سے پہلے، ہجرت کے لیے گھر سے نکلنے وقت، اس کے بعد غزوہ حنین میں، تین مرتبہ، کافروں پر خاک و کنکریاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ السلام کے دست مبارک سے برسوائیں، تاکہ یہ ثابت کر دیا جائے، کہ اب دنیا میں، ہماری عطا و دین سے، وہ قوت و قدرت والا نبی موجود ہے، جس کی رضا و خوشنودی، ہمارے رحم و کرم کی برسات کا ذریعہ ہے، اور اس سے بغاوت، اس

(۱) روح البیان، سورہ انفال،

کی حکم عدولی، اس کی ناراضگی، ہمارے، عتاب و عذاب کے نزول کا سبب ہے نیز اب ہم جو کچھ دیتے ہیں وہ اسی نبی کے واسطے اور ویسے سے دیتے ہیں، اب کافروں پر کنکریاں برسوانے کے لیے، ہم نہ تو فرشتوں کو بھیجیں گے، نہ ابابیل کو حکم دیں گے، اب اگر انسان، میرے نبی سے بغاوت کرے گا، تو نبی ہی سے اس کو تباہ کرایا جائے گا۔

پس، اے انسانوں، تمہاری بھلائی اور نجات اسی میں ہے کہ اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کرو، ان کے دامن میں پناہ لو، ان کی بغاوت اور مقابلہ سے باز آؤ، کہ کوئی قوت ان کو مغلوب نہیں کر سکتی، دیکھو جس کی پھینکی ہوئی مٹی، تمہیں میدان سے بھاگنے پر مجبور کر رہی ہے، اگر وہ تم پر نظر غضب ڈال دے تو تمہارا کیا حشر ہوگا، لہذا، میرے نبی کے غضب کو دعوت نہ دو، ان کی رحمت میں پناہ لو، دنیا میں کامیاب رہو گے، اور آخرت کی نجات یقین ہوگی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى خَيْرِ خَلْقٍ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَّ

اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

”وضاحت“

اس عنوان کے ذیل میں، ہم غزوہ بدر سے متعلق، کچھ ایسے امور کی وضاحت کرنا چاہتے جو، دورانِ مطالعہ، یا دورانِ تحریر، ہمیں قابلِ وضاحت معلوم ہوئے، تاکہ ہمارے قارئین کے ذہنوں میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔

۱۔ عیرو یا نفیر

قافلہ تجارت کو، عیرو کہا جاتا ہے اور قافلہ جنگ کو، نفیر۔

یہ امر بالکل واضح اور مسلمہ ہے، کہ حضور علیہ السلام۔

”مدینہ طیبہ سے، عیرو کے تعاقب، اور اس کے مال و اسباب پر، قبضہ

کرنے لیے اپنے چند (۲۱۳) جانثاروں کے ساتھ نکلے، تاکہ

کفارِ مکہ کی معاشی حالت کو کمزور کر دیا جائے، اور جو مال، اسلام کے

خلاف استعمال ہونے کے لیے مکہ جا رہا ہے، اس کو دشمن تک نہ

پہنچنے دیا جائے۔“

چونکہ الادہ صرف عیرو کا تھا، لہذا حضور نے اپنے قافلہ کو کسی لشکر کی صورت نہ دی

نہ تو تمام صحابہ کو ساتھ چلنے کا حکم دیا، نہ دیگر سامان جنگ جمع کرنے کی کوشش

فرمائی، اس وقت مدینہ میں صرف، تین سو، تیرہ صحابہ ہی موجود نہ تھے اور نہ ہی کوئی ایسی

صورت تھی کہ دیگر صحابہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کے لیے

تیار نہ ہوتے، ان میں سے ہر ایک جاں نثار تھا، اگر سب کو معلوم ہو جاتا، کہ ہمارے
 آقا صلی اللہ علیہ وسلم، دشمن اسلام کے مقابلے کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں تو ایک
 بڑا لشکر تیار ہو جاتا، حضور علیہ السلام جب، جنگ سے فارغ ہو کر واپس مدینہ تشریف
 لائے تو صحابہ نے، جنگ میں شریک نہ ہونے پر اظہار افسوس کیا، اور شکوہ بھی کہ، اے
 اللہ کے رسول آپ نے ہمیں بتایا ہی نہیں، کہ آپ اتنے عظیم مقابلہ کے لیے تشریف
 لے جا رہے ہیں ورنہ ہم بھی اپنے بھائیوں کی طرح، یا تو شرف شہادت پاتے اور
 یا آج فاتح کی حیثیت سے ہمارا سر بلند ہوتا۔

سامان جنگ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوا، کہ اس وقت، جو تلواریں اور سواریاں موجود
 تھیں وہی لے لی گئیں، حالانکہ اگر کوشش کی جاتی تو مزید تلواریں بھی جمع ہو سکتی تھیں
 زرہیں بھی مہیا ہو جاتیں، اور سواریاں بھی مل جاتیں، بلکہ بعض صحابہ نے عرض بھی کی، کہ اگر
 اجازت ہو تو ہم اپنی چراگاہوں سے کچھ سواریاں لے آئیں، لیکن حضور علیہ السلام
 نے منع فرما دیا (۱)۔

غرضیکہ، یہ قافلہ تقریباً ایسا ہی تھا، جیسے اس سے پہلے کئی قافلے، قریش کے
 تجارتی قافلوں کے تعاقب میں جا چکے تھے، جیسے، غزوہ ابواء، سریہ دار الرقم
 سریہ سعد بن ابی وقاص، غزوہ بواط، غزوہ عشیہ سریہ عبداللہ بن حبش، وغیرہ،
 قرآن و حدیث کی روشنی میں، جمہور امت مسلمہ نے اسی موقف کو اختیار کیا، اور
 اسی پر ہمیشہ اتفاق رہا، ہمیں یہ وہم و گمان بھی نہ تھا، کہ اس واضح تاریخی حقیقت میں بھی
 کسی کو اختلاف کی جرأت ہوگی، لیکن جب دوران مطالعہ ہم نے بعض مصنفین کا یہ موقف
 پایا، کہ۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہی سے، تفسیر کا ارادہ کر کے چلے تھے

(۱) معارف القرآن، ج ۴، ۴، انقال،

تو ہمیں تشویش ہوئی، اور ہم نے دائرہ مطالعہ مزید وسیع کیا، تاکہ اگر یہ دوسرا موقف صحیح ثابت ہو اور قرآن و حدیث، نیز علماء متقدمین سے اس کی تائید ہوتی ہو، تو ہم، قارئین تک پہنچنے سے پہلے ہی رجوع کر لیں، تاکہ کسی کی نوکِ قلم کا نشانہ، نہ بننے پائیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری تشویش رفع ہو گئی، اور اب ہم پہلے سے زیادہ اپنے موقف پر یقین رکھتے اور پورے وثوق سے کہتے ہیں، کہ،

”مدینہ طیبہ سے حضور علیہ السلام کا نکلنا، عیسیٰ کے لیے تھا، نیکر کے لیے ہرگز نہیں۔“

کیونکہ ہمیں، بحمد اللہ، قرآن و حدیث کے علاوہ مندرجہ ذیل علماء متقدمین و متاخرین کی تائید حاصل ہے،

تفسیر روح البیان	شیخ اسماعیل حقی البہوسی
تفسیر روح المعانی	شیخ سید محمود آلوسی بندادی
تفسیر کبیر	شیخ امام محمد فخر الدین رازی
تفسیر ابن کثیر و البدایہ و النہایہ	شیخ ابوالفدا حافظ اسماعیل بن کثیر
تفسیر مواہب الرحمن	علامہ سید امیر علی
تفسیر نعیمی و مرآة المناجیح -	حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی
کنز الایمان، حاشیہ ترجمہ قرآن اعلیٰ	صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین
حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی -	مراد آبادی
تفسیر معارف القرآن	علامہ مفتی محمد شفیع
تفسیر بیان القرآن	علامہ اشرف علی تھانوی
تفسیر ماجدی، اردو، انگلش	عبد الماجد دریا آبادی
مواہب اللدینہ	امام احمد بن محمد القسطلانی

علامہ محمد حفیظ الرحمن سیوہاروی	قصص القرآن
مولانا ملامعین واعظ الکاشفی	معارض النبوت
علامہ نور بخش توکلی	سیرت رسول عربی
علامہ عبد المصطفیٰ الاعظمی	سیرت مصطفیٰ
محمد ابو الفضل ابراہیم، محمد محمد جلوہ لوی	قصص القرآن (مطبوعہ بیروت)
علی محمد البجاوی، السید شحاتہ	" "
علامہ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی	مدارج النبوت
"رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین"	
علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری	ضیاء القرآن
ڈاکٹر حمید اللہ خان (پیرس)	بذریعہ مکتوب (۱۷)

۱۷ ہم نے چاہا کہ، زیر قلم عنوان سے متعلق، وقت کے، معروف محقق، ڈاکٹر حمید اللہ خان کا نظریہ بھی معلوم کریں، ان کی کوئی ایسی کتاب تو، ہمیں میسر نہ آسکی، جس سے ہمارا مقصود حاصل ہوتا لہذا ہم نے مصوت کو عربیہ روانہ کیا، انہوں نے ہمارے سوال پر پوزی توجہ دی اور نہایت ہی تسلی بخش جواب عنایت فرمایا جس کے لیے ہم ڈاکٹر صاحب کے تہہ دل سے ممنون ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے مکتوب کا، ایک اہم حصہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ جو قارئین کرام کے لیے نہایت مفید ہوگا، ڈاکٹر صاحب، غزوہ بدر کی تفصیل کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔
 "اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ، مدینہ سے نکلے تھے، کارواں کو لوٹنے کے لیے (قرآن میں ہے، غیر ذات الشوکہ) مگر، کارواں کا بیچ نکلنا اور اس کی حفاظت کے لیے آنے والی، دشمن فوج سے مقابلہ کرنا، مقدر تھا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

ملاحظہ فرمایا کیسے اور کتنے علماء کرام کی ہمیں تائید حاصل ہوئی، ان سب نے اپنے الفاظ میں یہی فرمایا ہے۔

”کہ حضور علیہ السلام، قافلہ تجارت کی اطلاع پا کر، مدینہ منورہ سے نکلے تاکہ اس قافلہ کے مال و اسباب پر قبضہ کر کے کفارِ مکہ کی شہ رگ کاٹ دیں“

شاید آپ پوچھیں گے، کہ کیا کہ کاروانوں کو لوٹنا جائز ہے! یہی اعتراض دشمن مستشرقین کرتے ہیں، اور یہی سوال مجھ سے، کوئی چال سال قبل، پیرس، میں ڈاکٹری کے، مقالے کے امتحان کے وقت میرے ممتحن، پروفیسر نے کیا تھا، میں نے جواب دیا تھا، کہ جب دو مملکتوں میں جنگ چھڑی ہوتی ہے اور مکہ و مدینہ، دو مملکتیں تھیں، تو ہر ایک کو دشمن کی جان اور مال کو نقصان پہنچانے کا حق ہوتا ہے، (جیسا کہ حالیہ جنگ میں فرانس اور جرمنی کو حق تھا)، اور یہ، نہ بھلایا جائے، کہ قریش نے مسلمانوں کی جائیدادیں، جو مکہ میں ہجرت کے وقت رہ گئی تھیں، ضبط کر لی تھیں بہت سے مسلمانوں کو مکہ میں جان سے مار ڈالا تھا، اور خود رسول اللہ کو قتل کرنے کا منصوبہ کیا تھا اور، یہ گویا، اسلامی مملکت کے خلاف اعلانِ جنگ تھا میں نے پروفیسر صاحب کو، یہ بھی کہا تھا، کہ قافلوں کو، لوٹنا معاشی دباؤ ڈالنا تھا، نہ کہ بے قصور، محصوم مسافروں کا مال لوٹنا، اس پر وہ کہنے لگے کہ یہ نئی اصطلاح ہے، میں نے کہا، اصطلاح، نئی ہے، لیکن، دشمن پر دباؤ ڈالنا، یہ پرانا معاملہ ہے، ہمیشہ ہوتا رہا ہے، اور، مملکت اسلامی کے سپہ سالار (رسول اکرم) نے بھی یہی کیا، اس پر وہ، چپ ہو گئے اور مجھے امتحان میں کامیاب کر دیا۔

ہمیں افسوس ہے، کہ یہ مقالہ ہم، قیام ہالینڈ کے دوران قلمبند کر رہے ہیں اور یہاں ”القادری اسلامک سینٹر“ کے دارالمطالعہ میں ہمیں یہی کتابیں میسر آئیں بلکہ ان میں سے بھی چند کتابیں، میرے رفیق، حضرت علامہ مولانا بدر القادری نے فراہم کیں، کاش، اس وقت ہم مدرسہ انوار العلوم ملتان کے کتب خانہ میں ہوتے، تو یقیناً اس سے کئی گنا زیادہ علماء کی تائید حاصل کر لیتے، تاہم، جن علماء اور ان کی کتب کا ہم نے تذکرہ کیا، وہ ہمارے اطمینان قلب کے لیے کافی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ قارئین کرام بھی مطمئن ہوں گے۔ اب ہم ان حضرات کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں، جنہوں نے، مذکورہ علماء متقدمین و متاخرین سے بلا دلیل اختلاف کرتے ہوئے ان کے موقف کے برعکس موقف اختیار کیا، کہ،

”حضور علیہ السلام مدینہ طیبہ سے ہی، شکر قریش کا مقابلہ کرنے کے ارادے سے نکلے“

یہ موقف جن حضرات نے اختیار فرمایا، ان کے اعمائے گرامی اور تہاد بھی ملاحظہ ہو،

سیرت النبی، جلد اول

علامہ شبلی نعمانی

تفسیر القرآن

ابوالاعلیٰ مودودی

تدبر قرآن

ابن احسن اصلاحي

یہ تین حضرات چونکہ، کافی متعارف و مشہور ہیں، لہذا، دوران مطالعہ ہم نے انہی کی طرف رجوع کیا تھا جب ان کا موقف ہم نے، قرآن و حدیث اور تمام اسلاف علماء متقدمین و متاخرین سے الگ پایا جاتا تو ہمیں بے حد افسوس ہوا، اور اندازہ ہوا، کہ ایسے ہی خودرو اور خودراٹے لوگ ہی، قوم میں نظریاتی اختلاف کا بیج بوتے، اور خواہ مخواہ انتشار و افتراق پیدا کرتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی کے متعلق ہم تسلیم کرتے ہیں، کہ وہ ایک اچھے مورخ بھی ہیں اور ادیب بھی، لیکن یہاں انہیں غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اپنی تائید میں جو تحقیق کی وہ اگرچہ

قابل تسلیم نہیں لیکن قابل تعریف ضرور ہے۔ غلطی اپنی جگہ ہی رہی، ویسے، علامہ موصوف کی ساری تحقیق کا تفصیلی اور بسیط جواب، علامہ محمد حفیظ الرحمن سیوہا روی نے، قصص القرآن میں دیا ہے۔ اور حق ادا کر دیا ہے، جس کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اپنے وقت کے محقق جناب نعمانی صاحب کو کتنی زبردست غلط فہمی ہوئی اور اسی معاملہ میں وہ غلطی کا شکار نہ ہوئے۔ بلکہ بعض دیگر شرعی امور میں بھی انہوں نے اجتہاد فرمایا اور صرف اپنی عقل سے شرعی مسائل میں کانٹ، چھانٹ کی کوشش کی، مثلاً ان کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو۔

لڑائی کے زمانہ میں بقر عید کا زمانہ آگیا تھا، مولانا کو خیال ہوا، کہ اگر ہندوستان کے مسلمان اس سال قربانی کے روپے، ترقی کے فنڈ میں داخل کر دیں، تو اچھا ہے، کہ قربانی کا روپیہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا جو اس وقت اپنی جھپتی قربانی کر رہے ہیں، فقہ کی رو سے انہوں نے اس پر غور کیا تو انہیں کوئی مانع نظر نہ آیا۔

غالباً تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت کا پہلا فتویٰ، صادر فرمایا گیا اور مزے کی بات یہ کہ فقہ کی رو سے انہیں کوئی مانع بھی نظر نہ آیا، حالانکہ یہ بالکل واضح شرعی اصول ہے کہ جو عبادت، جس شکل کے ساتھ فرض یا واجب ہے وہ اسی شکل میں ادا ہوگی، کسی کو اس کی شکل تبدیل کرنے کا اختیار نہیں کیونکہ مقصد عبادت اس کی شکل اختیار کرنے ہی سے حاصل ہوتا ہے، مثلاً، حج بغیر احرام کے نہیں ہو سکتا، کہ اس کا مقصد اسی شکل کو اختیار کرنے بعد حاصل ہوتا ہے، قربانی کا مقصد، نہ تو غربا و ضرورت مند حضرات کی اعانت ہے اور نہ ہی دولت خرچ کرنا، بلکہ اس کا اصل مقصد، اصرارِ دمِ دھون بہانا ہے

۱۷ جیات شبلی ص ۶۰، مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ

تاکہ سنتِ ابراہیمی بھی ادا ہو اور امتِ مسلمہ میں، اسلام کی حفاظت و بقا کے لیے، جہاد کا جذبہ بھی بیدار رہے، یعنی، ہر سال جانوروں کے گلے کاٹنے والی قوم وقت آنے پر، اللہ کی رضا کے لیے، اپنا گلا باسانی کٹا سکے۔

اگر علامہ موصوف کے فتوے پر غربت و افلاس کے اس دور میں عمل کیا جائے لگے، تو نہ تو، سنتِ ابراہیمی زندہ رہے گی اور نہ ہی، جہاد کا تصور باقی رہے گا، آج تو مسلمانوں کے معاشرے ہی میں اتنے غریب موجود ہیں، کہ اس فتوے کے مطابق کہیں قربانی ہونا ہی نہیں چاہئے، لیکن چونکہ فتویٰ غلط تھا، لہذا نہ تو علامہ شبلی کے دور میں اس پر کسی نے عمل کیا اور نہ ہی آج عمل ہو رہا ہے، بلکہ کسی کو یہ معلوم بھی نہیں کہ اس قسم کا بھی کوئی فتویٰ دیا گیا تھا۔

علاوہ ازیں، علامہ شبلی نعمانی کی شخصیت ایسی نہیں کہ امتِ مسلمہ ان کے موقف کو تسلیم کرے یا اس کی تقلید کرے، جیسا کہ ہمیں خود پہلی مرتبہ ان کے شاگرد رشید، علامہ سید سلیمان ندوی کی مرتبہ ”حیاتِ شبلی“ پڑھ کر اندازہ ہوا، اور افسوس بھی، کاش مولانا ندوی، اس قدر، دیانت کا مظاہرہ نہ کرتے تو اُستادِ محترم کا حال پردے ہی میں رہتا، وہ لکھتے ہیں۔

پھر اس اظہار میں بھی کوئی پردہ نہیں، کہ مولانا میں وہ پابندی و اتقاء اور مذہبی تورع و تقدس، جو علمائے دین کا خاصہ ہے نہیں تھا، اور اس لیے اُن علماء کی نگاہوں میں جو ان چیزوں کے دیکھنے کے عادی تھے، مولانا کا رنگ کھٹکتا تھا، اور وہ طلباء کے لیے ان کی تعلیم و صحبت کو سخت مضر سمجھتے تھے۔ لہ

لہ حیاتِ شبلی صفحہ ۶۴، مطبوعہ دارالمنصفین اعظم گڑھ۔

قارئین، خود فیصلہ فرمائیں، کہ جو شخص پابندِ شرع نہ ہو، تقویٰ و پرہیزگاری سے اتنا، عاری ہو، کہ اس کے ہم عصر علماء طالب علموں کے لیے بھی اس کی صحبت کو پسند نہ کرتے ہوں، اس کی تحقیق اور دینی باتوں کا کیا اعتبار رہا، امت مسلمہ اور علماء امت کے لیے اس کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔

اب سہے، مودودی صاحب اور اصلاحی صاحب تو اگرچہ ان دونوں نے تقلید تو نعمانی صاحب ہی کی، مگر یہ ہے، لیکن اپنی بات کہنے کا، جو انداز اختیار کیا وہ نہایت ہی، گستاخانہ اور افسوسناک ہے، ان حضرات نے تو اپنے موقف کی تائید میں کوئی دلیل تک دینا گوارا نہ فرمائی، مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جنگ بدر کے بیان میں تاریخ و سیرت کے مصنفین نے ان روایات پر اعتماد کر لیا ہے، جو حدیث اور معاری کی کتابوں میں وارد ہوئی ہیں، لیکن ان روایات کا بڑا حصہ قرآن کے خلاف ہے، اور قابل اعتماد نہیں۔

(۲) قرآن کا یہ ارشاد ضمناً ان روایات کی بھی تردید کر رہا ہے جو جنگ بدر کے سلسلہ میں عموماً کتب سیرت و معاری میں نقل کی جاتی ہیں، یعنی یہ کہ ابتداءً نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین قافلہ کو لوٹنے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے، پھر چند منزل آگے جا کر، جب معلوم ہوا کہ قریش کا لشکر قافلہ کی حفاظت کے لیے آ رہا ہے تب یہ مشورہ کیا گیا کہ قافلہ پر حملہ کیا جائے، یا لشکر کا مقابلہ! اس بیان کے برعکس قرآن یہ بتا رہا ہے، کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے تھے اسی وقت یہ امر خفی آپ کے پیش نظر تھا کہ قریش کے لشکر سے مقابلہ کیا جائے اور یہ مشاورت بھی

اسی وقت ہوئی تھی کہ قافلہ اور لشکر میں سے کس کو حملے کے لیے منتخب

کیا جائے (۱۷)

ان عبارتوں کو ذرا غور سے پڑھئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ، مصنف تفہیم القرآن کے نزدیک، مغزوہ بدر سے متعلق احادیث اور معازی کی کتابوں میں جو کچھ موجود ہے، اس کا بڑا حصہ، قرآن کے خلاف ہے، اور قرآن کریم سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ گویا وہ تمام علماء متقدمین و متاخرین، جن کی فہرست ہم پیش کر چکے الیاذی اللہ، قرآن کو نہ سمجھ سکے، یا انہوں نے جان بوجھ کر قرآن کے خلاف لکھا، حضرت ابوالاعلیٰ صاحب ہی ہیں، جنہوں نے قرآن کو سمجھا اور سخی بیان کر دیا، اور کوئی دلیل بھی نہ دی، کہ آخر، جمہور علماء امت کا موقف کیوں غلط ہے اور، مودودی صاحب کا ارشاد کیوں صحیح ہے، شاہد انہوں نے دلیل دینے کی ضرورت یوں نہ سمجھی ہو، کہ ان کا انداز بیان مجتہدانہ ہے، تو امت کو مجتہد کی بات بلا دلیل تسلیم کرنا چاہتے ہیں جو انہیں مجتہد سمجھے وہ ان کی بات کے آگے سر تسلیم خم کرے ہم تو انہی کی اقتداء کریں گے، جن کا علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری اور خدمت دین کے لیے پر خلوص محنت و مشقت، ہم پر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

اب، آئیے، دیکھیں، مودودی صاحب کے ہم فکر و نظر، جناب احسن اصلاحی

صاحب کیا رقمطراز ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکنا، ابتدا ہی سے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ایک مقصد حق کے لیے تھا اور وہ مقصد حق یہ تھا، کہ دین کا بول بالا ہو اور کفر کی جڑ کٹے، ظاہر ہے کہ کفر کی جڑ کٹ سکتی تھی تو قریش کی یزیدیت سے کٹ سکتی تھی، نہ کہ ان کے کسی تجارتی قافلہ کو لوٹ لینے

۱۷ تفہیم القرآن، ج ۲، پ ۹ ص ۱۳۲،

سے، اس وجہ سے، سیرت و معازی کی کتابوں کی وہ روایت قرآن کے الفاظ کے صحیحاً خلاف ہے، جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ نعوذ باللہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے اُس تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے جو ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آ رہا تھا۔

الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ وہی بات ہے، جو مودودی صاحب نے لکھی، مقصد دونوں کا ایک ہی ہے، کہ سیرت و معازی کی کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا، وہ قرآن کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن کو وہ نہ سمجھ سکے، مودودی صاحب اور اصلاحی صاحب نے خوب سمجھا ہے، لیکن ان عبارات سے یہ ظاہر نہ ہو سکا کہ مفسرین کے متعلق ان حضرات کا کیا خیال ہے، شاہد انہوں نے خود اپنی تفسیر لکھی کسی دوسری تفسیر کا مطالعہ نہ کیا، ورنہ تفاسیر سے تو ہمارے ہی موقف کی تائید ہوتی ہے، ملاحظہ فرمائیے، تفسیر ابن کثیر میں ہے:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حضور علیہ السلام مدینہ سے ابوسفیان
انما خرج من المدینة طالبا	کے قافلہ کی تلاش میں نکلے تھے۔ جس
لعیرابی صفیان التي بلغه خبرها	کے متعلق آپ کو خبر ملی تھی کہ وہ شام آ رہا
انها صاد رة من الشام فيها اموال	ہے، اور اس میں قریش کا مال کثیر ہے۔
جذيلة القریش

دیگر تمام مصنفین اور مفسرین نے، ملتے جلتے الفاظ میں یہی موقف اختیار کیا جیسا کہ ہم گذشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں اور ان کتابوں کی فہرست پیش کر چکے ہیں جو ہمیں میسر آئیں، غور فرمائیے ان تمام اکابر کی بات قابل اعتبار اور قابل تقلید ہے، یا جناب

۱۔ تدبیر قرآن ج ۲، پ ۹ ص ۲۲۵، ۲۲۶ تفسیر ابن کثیر، پ ۹، ۱۰، انقال۔

مودودی صاحب اور اصلاحی صاحب کی بات کو تسلیم کر لیا جائے، الحمد للہ ہم ان حضرات کے متبع ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ مِنْ وَاَمِنْ
عطا فرماتا ہے (اللہ) دانائی جسے چاہتا
يُؤْتِي الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ
ہے، اور جسے دانائی عطا کی گئی تو یقیناً
خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ
اُسے بہت بھلائی دیدی گئی۔ اور
اِلَّا اُولِي الالْبَابِ ۝
نصیحت قبول نہیں کرتے مگر عقل مند۔

رپ ۳، بقرہ، ۲۶۹ (۲۶۹)

اِنَّهَا يَحْتَسِبُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ
اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء
الْعُلَمَاءُ
ہی اُس سے ڈرتے ہیں۔

رپ ۲۲، فاطر، ۲۸ (۲۸)

بہر حال، ہمارے مطالعہ کے دوران چونکہ ایک بات سامنے آگئی لہذا، اس کی وضاحت ہمارے لیے لازمی ہو گئی اس سے مقصود، نہ کسی کی تردید ہے اور نہ ہی توہین ہمارا اندازِ تحریر و تقریر یہ بالکل نہیں۔ کہ ہم کسی کی دل آزاری کریں۔ یہ ایک تاریخی مسئلہ تھا، جس کی وضاحت ضروری تھی، پس ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کی،

وجہ اختلاف

اب ہم یہ بھی عرض کرنا چاہیں گے، کہ آخر، ان چند حضرات نے جمہور علماء امت سے اختلاف کیوں کیا ہے تو ہمارے خیال سے ان حضرات نے یہ سوچا کہ، اگر یہ تسلیم کر لیا گیا، کہ حضور علیہ السلام اور مسلمان قافلہ تجارت کا تعاقب کرنے اور اس کے مال و اسباب پر قبضہ کرنے کے لیے مدینہ سے نکلے تھے، تو، اسلام دشمن یہ اعتراض

کریں گے، کہ، اسلام، دوسروں کا مال و دولت لوٹنے اور جان مارنے یا بدامنی پھیلانے کی تعلیم دیتا ہے، پس ان حضرات سے، اس اعتراض کا جواب تو نہ بنا، انہوں نے، حقیقت ہی کو بدل ڈالا، یہ تو اُس عورت جیسی کیفیت ہے جو خالی مٹھی دکھا کر بچے کو اپنی طرف بلانا چاہتی ہے، تو بچہ دھوکا کھا جاتا ہے، اور ماں پر یقین کر کے اس کی بات مان لیتا ہے لیکن واضح رہے کہ ہمارا معترض، کوئی بچہ نہیں، جو ہمارے فرار سے مطمئن ہو جائے گا، وہ صرف اعتراض ہی نہیں کر رہا بلکہ ہماری تاریخ کو خوب اچھی طرح جانتا ہے، اس کو مطمئن کرنے کے لیے ہمیں مقابلہ کرنا ہوگا، اور اپنی تاریخ کی حقانیت کو، اُس پر ثابت کرنا پڑے گا، ورنہ اسلام کو شدید نقصان پہنچے گا، اور، بالفرض یہاں بات بن بھی جائے تو آپ دیگر مقامات پر کیا کریں گے، لہذا ہمیں اس اعتراض کا معقول جواب دینا چاہئے، فرار اختیار نہیں کرتا چاہئے۔

ہمارے خیال میں یہ کوئی خاص اور اہم اعتراض نہیں، پہلے تو، معترض پر واضح کیجئے کہ اسلام نے دنیا کو امن کا پیغام دیا ہے، کسی موقع پر نہ تو بدامنی پیدا کی اور نہ ہی اسلامی تعلیمات سے اس کی کوئی نظر پیش کی جاسکتی ہے پھر اس مخصوص واقعے کے متعلق یہ وضاحت کیجئے کہ اس قافلہ تجارت پر حضور علیہ السلام کی توجہ، صرف اس لیے ہوئی کہ اس کا مال و اسباب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کئے جانے کا فیصلہ، پہلے ہو چکا تھا، لہذا مسلمانوں نے طے کیا، کہ، وسائل جنگ کو ہی ختم کر دیا جائے، تاکہ، جنگ نہ ہونے پائے، جنہیں ضائع نہ ہوں اور بدامنی نہ پھیلے، لیکن کفارِ قریش نہ مانے، ان کا قافلہ بعافیت نکل گیا پھر بھی وہ مسلمانوں سے، آ، ٹکرائے، اور پھر جو ہونا تھا، سو ہو کر رہا۔

حضور علیہ السلام کا یہ عمل ایک ایسی ہی سیاسی تدبیر تھا، جیسی تدابیر آج بھی دشمن کو کمزور کرنے، ڈرانے، اور اس پر اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کی غرض سے کی جاتی ہیں آج، یہ دنیا کی دو بڑی طاقتیں، ذمین چھوڑ کر، چاند پر جانے کے لیے، اپنی قوموں

کا خون چوس رہی ہیں، ہمارا معترض ذرا، ان سے پوچھے، کہ آفراس کا، کیا جواب ہے کیا زمین پر جگہ تہ رہی، یا، چاند کی زمین، ہماری اس زمین سے کچھ زیادہ حسین ہے، لے احمقو! بتاؤ تو ہی کہ دنیا بھوکے مر رہی ہے اور تم اس کی دولت چاند گاڑیوں کی نظر کر رہے ہو، ایسا کیوں ہے، تو جواب یہی ملے گا کہ اصل مقصود چاند پر جانا نہیں، چاند کو تو نشانہ بنایا گیا، درحقیقت یہ دونوں توتیں، اپنے، اپنے سائنسی کمالات کا مظاہرہ کر کے ایک دوسرے کو مرعوب کر رہی ہیں، اس احمقانہ تدبیر کو ساری دنیا، کمال بھی کہتی ہے، اور امن و امان قائم کرنے کی کوشش بھی کہا جاتا ہے، تو پھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے، سیاسی تدبیر کے طور پر، صرف ایک قافلہ تجارت کا رخ کیا تو اُس پر کیا اعتراض کیا جاسکتا ہے آپ نے جو کچھ ارادہ فرمایا، اُس کا آپ کو حق تھا اپنے مشن کی قبا کے لیے، اپنے حدود ریاست کے تحفظ کے لیے، بالکل ایسے ہی جیسے آج ہر سربراہ مملکت اپنی قوم اور اپنے ملک کے تحفظ کے لیے جو چاہتا ہے قانون بناتا ہے، اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔

مختصر یہ کہ ہمیں اپنے کسی تاریخی واقعہ یا شرعی حکم کو، کس کے اعتراض کی وجہ سے بدلنے کی ہرگز ضرورت نہیں بجز اللہ ہمارے تاریخی اتنی صاف اور شریعت اتنی مکمل ہے، کہ اگر کوئی نا سمجھ اس پر اعتراض کرے تو ہم پوری قوت کے ساتھ اس کو جواب دے سکتے ہیں، یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ مطمئن ہو یا نہ ہو، کیونکہ اطمینان کا تعلق جواب کے صحیح ہونے سے نہیں۔ اطمینان تو دل سے متعلق ہے اور دلوں کا پھیرنے والا تو، اللہ ہی ہے۔ کفار نے حضور علیہ السلام کے زمانہ ہی میں اعتراضات کئے، قرآن پر، اعتراضات کئے اسلام کے احکام پر اعتراضات کئے، ان کو جواب دیئے گئے، خود، اللہ کے نبی نے جواب دیئے، آپ سے زیادہ صحیح جواب دینے والا کون ہو سکتا ہے، اور صرف جواب ہی نہ دیئے، بالکل معجزات کا مظاہرہ فرما کر اپنی نبوت کو ثابت کر دکھایا، لیکن،

جہیں ماننا نہ تھا، انہوں نے کسی طرح مان کر نہ دیا، تو آج کے اسلام دشمن کیسے مان سکتے ہیں
پس ہمارا کام منوانا اور مطمئن کرنا نہیں ہمارا کام تو اس انداز پر جواب دینا ہے کہ ہم خود
اپنے جواب پر مطمئن ہوں۔

۲۔ صحابہ کی ناگواری

دوسری وضاحت جو ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ غزوہ بدر کا تذکرہ کرتے ہوئے اقرآن کریم
نے بعض صحابہ کی، اس موقع پر ناگواری کا بھی ذکر کیا ہے، اور یہ ناگواری اس حد تک تھی کہ وہ یہ
خیال کرنے لگے تھے، کہ انہیں «موت کے مونہہ میں ڈھکیلا جا رہا ہے» ملاحظہ ہو سورہ انفال^۶
یہ اُس وقت کی حالت ہے جب مقام صفراء پر حضور علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ تجارتی
قافلہ جس کے لیے ہم مدینہ سے چلے تھے وہ تو ہماری زور سے نکل گیا، لیکن کفار قریش کا لشکر
بدر میں ہمارا، انتظار کر رہا ہے، اور خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ تمہیں دو قافلوں میں سے
ایک پر ضرور غلبہ عطا فرمائے گا، پس اب تمہارا کیا خیال ہے، اس موقع پر بعض صحابہ کو یہ
خیال ہوا کہ ہم تو جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں نکلے، بے سرو سامان ہیں، جب کہ دشمن پوری
طرح یس ہو کر آیا ہے وہ ہم سے تعداد میں بھی زیادہ ہے، ہتھیار بھی پورے لایا ہے
اس حال میں اُس کے سامنے جانا اپنے آپ کو موت کے منہ میں دینا ہے۔

صحابہ کا یہ خیال بالکل فطری تھا، جیسا کہ عام لوگوں کو ایسے موقع پر خیال ہوتا ہے،
یہ، نہ تو ان کے تقویٰ کا خلاف تھا اور نہ ہی حضور علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری سے
گریز تھا، صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الظاہر ان المرادھی الکراہۃ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ طبعی کراہت
المطبعیۃ التي لا تدخل ہے جو کسی کے قدرت و اختیار میں نہیں
تحت القدر وقد لا اختیار ہوتی، پس یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ حال

فلا یرد انھا لتلیق بمنصب . صحابہ کی شان کے مطابق نہ تھا۔

یہ بالکل ایسے ہی ہے، جیسے کسی بہادر مہلوان کے سامنے، اچانک سانپ آ، گرے، تو وہ ضرور ڈرے گا، بھاگے گا، اس مطلب یہ نہیں لیا جائے گا، کہ وہ بزدل ہے بالکل اسی طرح صحابہ کا حال ہوا تھا، کہ اچانک ایک بڑے لشکر کی خبر سن کر، انہیں، کچھ پریشانی ہوئی، لیکن جیہ ان کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا، اور آگے بڑھے، تو ان میں سے کسی نے بھی قرار اختیار نہ کیا، بلکہ وہ وقتی کیفیت ختم ہو گئی اور ہر ایک شوق شہادت میں مستانہ وار، میدان جنگ میں پہنچ گیا، اور جوں، جوں، اللہ کی رحمتیں ان پر نازل ہوتی رہیں ان کے دل بڑھتے اور قدم مضبوط ہوتے گئے، حتیٰ کہ جب جنگ کا وقت آ گیا تو ہر ایک ہی چاہنے لگا، کہ پہلے، اُس کو جام شہادت نوش کرنے کا موقع ملے اب تو دنیا کی کھجوریں اور پانی ٹھجی بے مزہ لگنے لگا، صرف ایک ہی خواہش تھی کہ شہید ہو کر، جنت میں پہنچیں اور یافاتح بن کر، آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے، جنتی ہونے کی ضمانت لیں۔

پس ایسا ہی ہوا، چودہ جاں نثاروں نے شہید ہو کر، جنت کی راہ لی، اور حیات ابدی کا انعام پایا اور فاتحین کو مشرودہ ملا، کہ نبی مکرم علیہ السلام نے فرمایا:

اطلع اللہ علی اهل بد دفقال

اعملوا ما شئتم فقد غفرت

لکم۔^{۱۷} میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔

یہ اہل بدر کی عظمت اور ان سے محبت کا اظہار ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں، کہ ان کے لیے شرعی احکام کی پابندی نہ رہی، ہاں اگر وہ، اس جہاد کے بعد کوئی نقلی عبادت نہ کرتے تب بھی یقیناً مغفور اور جنتی ہی ہوتے، رضی اللہ عنہم۔

۱۷ روح البیان، ج ۱، ۳، افعال، ۲۷ روح البیان ج ۳، افعال، ومدارج النبوت۔

۳۔ مالِ غنیمت

غیر مسلموں کا وہ مال، جو ان سے جنگ و قتال، اور ان پر فتح و غلبہ کے بعد، مسلمانوں کو ملے، غنیمت، کہلاتا ہے۔

فتح و غلبہ کے بعد دشمن کے مال و اسباب پر قبضہ کر لینا، ان کے باقی لوگوں کو قیدی بنا لینا، ایک فطری عمل جو ہر زمانہ میں جاری رہا اور آج بھی ہے، لیکن اس سلسلے میں ہمیشہ دو نظریے رہے، ایک تو یہ کہ فاتح قوم کے سپاہی دشمنوں پر غالب ہونے کے بعد، ان کا مال و دولت اس خیال سے لوٹتے ہیں کہ یہ ہماری جنگی کاوشوں اور تکالیف کا نعم البدل ہے، اب یہ ہمارا حق ہے، اس نظریہ کے لوگوں میں یہ طریقہ رہا ہے، کہ جو چیز جس کے ہاتھ لگی وہ اس کی ہو گئی، حتیٰ کہ زیادہ سے زیادہ دولت پر قبضہ کرنے کی غرض سے وہ آپس میں ہی لڑنے جھگڑنے لگتے اور ایک دوسرے کو مارنے لگتے ہیں، یہ نظریہ ان اقوام کا ہے جو دنیا میں جنگ و قتال، اپنی عزت و شہرت کے لیے اپنے حدودِ سلطنت کو وسیع تر کرنے کے لیے، یا دوسروں کے مال پر قبضہ کرنے کے لیے کرتی ہیں۔

دوسرا نظریہ یہ ہے، کہ اس کائنات کی ہر چیز اللہ کی ہے اس نے تمام انسانوں کو اپنی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے کا اختیار تو دیا، لیکن اپنے احکام کی پابندی اور اطاعت شعاری بھی ان پر لازمی قرار دیں پس وہ لوگ جو وہ لوگ جو مالکِ حقیقی سے کھلم کھلا بغاوت کریں، وہ اس کی نعمتوں کے غاصب ہیں، جب ایسے لوگوں پر اللہ، اپنے مطیع و فرمانبردار بندوں کو غالب کر دے، تو ان کو چاہئے کہ وہ باغیوں کا مال و دولت خدا کے سپرد کر دیں، جو حقیقتاً اس کا مالک ہے، یہ نظریہ اہل ایمان کا ہے، خدا بیوں اور رسولوں کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنے والوں کا ہے اس نظریہ کے حامل لوگوں کا طریقہ، حضور علیہ السلام کی بعثت سے پہلے، یہ رہا، کہ جب وہ جہاد سے فارغ ہوتے

تو دشمن کا جو کچھ بھی مال و دولت اُن کے ہاتھ آتا، وہ اس کو ایک میدان میں جمع کر دیتے تھے، اور آسمان سے ایک آگ آتی، جو اس کو جلا کر، راکھ کر دیتی تھی، یہ لوگ بے چینی سے آگ کے آنے کا انتظار کرتے تھے اور جب سب کچھ جل جاتا، تو خدا کا شکر ادا کرتے، اور خوشی منایا کرتے تھے، کیونکہ ان کے نزدیک یہ جہاد کے لیے قبول ہونے اور خدا کے راضی ہو جانے کی علامت تھی، لہ

شریعتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے نظریہ تو یہی باقی رکھا، لیکن طریقہ کار تبدیل کر دیا غزوہ بدر ہی کے موقع پر جب مسلمانوں میں "غنیمت" کے سلسلے میں فکری و ذہنی اختلاف پیدا ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے اس سے متعلق اپنا حکم نازل فرمایا ملاحظہ ہو، سورہ انفال آیت نمبر ۴۱،

مالِ غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا، چار حصہ غازیوں میں تقسیم کر دیے جائیں گے کہ انہوں نے اپنے مالک حقیقی کی رضا کے لیے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالا تھا، اپنا سب کچھ چھوڑ کر دشمنِ اسلام سے مقابلہ کے لیے میدانِ جنگ میں کود پڑے تھے، پس اب اللہ اپنے فضل و کرم سے، انہی کو اپنی نعمتوں کا مالک بنایا تھا کہ یہ ان سے فائدہ حاصل کریں، اور ایک حصہ اللہ کا رہے گا۔ جو اس کے نبی کے دربار میں پیش کر دیا جائے کیونکہ اس کائنات میں آپ ہی خدا کی عطا و دین سے اُس کی ملکیت کے مالک و مختار ہیں، پس آپ اختیار ہے، کہ اس پانچویں حصہ کو جیسے چاہیں، اپنے، اپنے اعزاء و اقرباء، یتیم و مساکین اور مسافروں کے لیے صرف کریں۔

پس حکمِ خداوندی کے مطابق، غزوہ بدر کے مالِ غنیمت کو بھی اسی طرح تقسیم کیا گیا، اور بعد میں جو غزوات ہوئے اور اُن سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوا، اس کو بھی اسی طرح

لے تفسیر روح البیان، سورہ انفال، ودیگر تفاسیر،

تقسیم کیا گیا، حتی کہ خدا نے مسلمانوں کو فتح و کامرانی کا وہ وقت بھی دکھایا، جب قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر ان کا قبضہ ہوا، جس سے، ان کے اونٹ لدھ گئے اور مسجد نبوی کا صحن بھر گیا، تاریخ اسلام گواہ ہے، کہ مجاہدوں اور غازیوں نے باوجود ضرورت کے، کبھی اپنی مرضی سے ”غنیمت“ کا، دھاگہ مایا ایک سوئی تک اپنے لیے استعمال نہ کی، جب انہیں، ان کا حصہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے امیر نے دیا، تو انہوں نے اس کو اپنے لیے حلال جانا، اور اس کے ملنے پر خوش ہوئے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پانچ وال حصہ ملتا رہا، اس سے بھی انہوں نے اپنے لیے کبھی تو صرف ایک تلوار اور کبھی اتنا لیا، کہ وقتی طور پر، ازواج مطہرات کے نان و نفقہ کا انتظام ہو سکے، باقی سب، آپ نے دوسرے حقداروں میں تقسیم فرمایا اس میں بھی، یتامیٰ و مساکین کی ضرورت کا ہمیشہ زیادہ خیال رکھا، حتیٰ کہ، ایک مرتبہ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، نے اپنے لیے ایک خادم کی درخواست پیش کی، تو چہتی بیٹی کو جواب ملا، کہ ”میرے سامنے تمہاری ضرورت سے زیادہ، اہل صفہ کی غربت و افلاس اور ان کی بھوک ہے میں ان کی ضرورت پوری کرنا چاہتا ہوں، لہذا تمہیں کچھ نہیں دے سکتا۔“ لہٰذا حضور علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی مال غنیمت کے متعلق یہی حکم ہے، اب یہ مال امیر المؤمنین کی نگرانی میں تقسیم ہوگا، اور اللہ کا پانچواں حصہ، یتامیٰ مساکین اور مسافروں پر تقسیم کر دیا جائے گا رسول کی دولت کا کوئی وارث نہیں ہوتا لہٰذا اب آپ کا حصہ علیحدہ نہیں کیا جائے، اور ”ذوی القربیٰ آپ کے اعزاء و اقرباء کا اب پتہ چلانا دشوار ہو گیا ہے، لہٰذا ان کا حصہ بھی نہیں رہا، جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب موجود رہے، امام وقت نے ان کو حصہ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت

امام حسن و حسین کو دوسروں سے زیادہ حصہ دیتے تھے۔
مال عنیمت کی یہ تقسیم، اس قدر، منصفانہ، اور انوکھی ہے، کہ دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر
پیش نہیں کر سکتی، نیز حضور علیہ السلام کے طفیل، امت مسلمہ پر خدا کا یہ خصوصی فضل ہے کہ اُس نے
مال عنیمت اُس کے لیے حلال طیب کر دیا، حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

احدت لی الغنائم ولم تخل
لنبي تبلى له
میرے ہی لیے مال عنیمت حلال کیا گیا، مجھ
سے پہلے کسی نبی کے لیے حلال نہ تھا۔

یہ اللہ کا خصوصی کرم تھا، اپنے محبوب علیہ السلام پر، جس کا فیض، قیامت تک کے
لیے، امت مسلمہ کا نصیب بنا۔

۴۔ عتاب

بدر کے ستر قیدیوں کے متعلق حضور علیہ السلام نے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
سے مشورہ فرمایا تو، تین نظریے سامنے آئے، جیسا کہ آپ گذشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما
چکے ہیں، پس اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے
مطابق، صحابہ کو، قیدیوں سے فدیہ لے لینے کا اختیار دیا، اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا، کہ
ان ستر کے بدلے، آئندہ جنگ میں، تم میں سے، ستر ہی شہید ہوں گے (۲) چنانچہ ایسا
ہی ہوا کہ غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے، صحابہ نے آپ کے اس ارشاد پر خوشی
کا اظہار کیا، کہ یہ تو بہت ہی اچھا ہے کہ فدیہ سے ہمیں دنیا کی دولت ہاتھ آئے گی،
شہادت، جنت اور ہمیشہ کی زندگی کا ذریعہ ہوگی۔

اس سے پہلے بھی، میدان جنگ میں، شکست کے بعد جو نبی، کفار بھاگنے شروع

(۱) الشقا، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر ابن کثیر، روح البیان (۲) تفسیر روح البیان،

ہوئے، تو مجاہدین صحابہ نے ان کا تعاقب کرنے اور ان کو مزید مارنے کی کوشش کے بجائے ان کا مال و اسباب جمع کرنا شروع کر دیا، اور جو کافر ہاتھ لگے، ان کو گرفتار کیا، سعد بن معاذ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما، کو، یہ عمل سخت ناگوار بھی معلوم ہوا تھا۔

فدیہ لینے کے فیصلہ کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَقُولَ لَآ أُسْرَىٰ
حَتَّىٰ يُتَخَيَّنَ فِي الْأَرْضِ
تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا
وَإِنَّ اللَّهَ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝
لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ
لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ
عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

بجھ کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے پاس
جنگی قیدی ہوں، یہاں تک کہ غلبہ حاصل کرے
زمین میں، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ
(تمہارے لیے) آخرت (کی بھلائی) چاہتا
ہے، اور اللہ بڑا ہی غالب (اور) دانائے
اگر پہلے سے حکم الہی نہ ہو چکا ہوتا، تو تمہیں
بڑی سزا ملتی، اس کی وجہ سے جو تم نے لے
لیا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبَاتٍ
وَأَتَّقُوا اللَّهَ طَائِفَاتٍ
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

پس تم کھاؤ، جو تم نے غنیمت کا مال حاصل
کیا ہے، حلال (اور) پاکیزہ (جان کر)، اور
ڈرتے رہو، اللہ سے یقیناً اللہ بہت بخشنے
والا، رحم فرمانے والا ہے۔

رپ، ۱۰، انفال، ۶۷، ۶۸، ۶۹

گویا اللہ تعالیٰ کو صحابہ کے یہ دونوں عمل پسند نہ آئے، یعنی دشمن کو قیدی بنانے، اس کے مال و اسباب پر قبضہ کرنے میں عجلت، اور قیدیوں سے فدیہ لے نا، پس اللہ نے، اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور یہاں تک فرمایا دیا کہ یہ تمہاری اجتہاد ہی غلطی تھی جس کو معاف کرنے کا قانون ہم بنا چکے ہیں، اس لیے تم بچ گئے، ورنہ اسی غلطی کے

سبب، تم پر ہمارا سخت عذاب نازل ہو جاتا، نیز، چونکہ تم ہمارے محبوب کے چہرے ہو، لہذا، ان کے صدقے میں، اب ہم تمہاری اسی غلطی کو تمہارے اور پوری امت مسلمہ کے لیے اپنے انعام کا ذریعہ بنائے دیتے ہیں۔ پس اب قیامت تک کے لیے یہ قانون ہو گیا، کہ دشمن کی جو دولت بھی، اُس پر غلبہ اور فدیہ کے ذریعہ حاصل ہو، یعنی مال غنیمت، تم اسے اپنے استعمال میں لا سکتے ہو، وہ تمہارے لیے صرف حلال ہی نہیں، بلکہ حلال طیب ہے، ایسا مال ہے جس کے پاک و صاف ہونے میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اسلام کے باغیوں کی دولت دراصل، اللہ کی ملک ہوتی ہے، اب اللہ اپنے سپاہیوں کو بطور انعام، ان کے جہاد سے خوش ہو کر، عطا فرماتا رہا ہے پس یہ نہایت ہی پاکیزہ نہایت ہی متبرک مال ہے، اسے تم خدا کی نعمت یقین کرو، اور اپنے کام میں لاؤ۔ اگر آیت قرآنی پر غور کیا جائے، تو صحابہ کے عمل پر خدا کا اظہار ناپسندیدگی، ان کے بلند مرتبہ میں کمی کے لیے نہیں، بلکہ ان کی عظمت و بلندی کو مزید اجاگر کرنے کے لیے ہے، کہ امت مسلمہ، اس حقیقت کو جان لے، کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جان نثار مجھے اس قدر محبوب ہیں کہ ان کی غلطیاں میرا قانون بن کر پوری امت کے لیے باعث رحمت بن جاتی ہیں، رہا گناہ، تو گناہوں سے تو اللہ نے اپنے معصوم نبی کے صدقہ آپ کے صحابہ کو محفوظ کر دیا ہے، ہاں ان کی غلطی پر انہیں متنبہ ضرور کر دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی اپنے غفور، رحیم، ہونے کا ذکر بھی کیا جاتا ہے تاکہ علم و بصیرت رکھنے والے یہ جان لیں کہ رب کی بخشش اور اس کے رحم کی مستحق، سب سے پہلے اس کے نبی کے ساتھی، صحابہ ہیں، جن سے وہ راضی ہے، اور وہ، اُس سے راضی ہیں۔

اس عتاب یا اظہار ناراضگی کا تعلق، نبی مکرم علیہ السلام سے قطعاً نہیں، کہ ان کے صدقہ میں تو ہمیشہ کے لیے امت سے عتاب اٹھایا گیا۔

اور، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا،

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ
اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ
يَسْتَغْفِرُونَ ۝

حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں، اور اللہ
انہیں عذاب نہ دے گا، حالانکہ وہ مغفرت
طلب کر رہے ہوں۔

(پ، ۹، انفال، ۳۳)

حدیث شریف میں آیا، کہ، اظہارِ تاراضگی و عتاب کی آیت نازل ہونے پر حضور علیہ السلام
اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روئے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو روتے
دیکھا تو انہوں نے نبی کریم علیہ السلام سے روتے کی وجہ معلوم کی، پس آپ نے فرمایا۔

ابکی علی اصحابک فی اخذہم الغداء
ولقد عرض علی عذابہم ادنی
من ہذہ الشجرۃ۔

میں تمہارے ساتھیوں کے فدیہ قبول کرنے
پر رو رہا ہوں اور، ان کا عذاب، مجھے اس
درخت سے بھی زیادہ قریب دکھایا گیا۔

یہ آپ کا کمالِ نبوت ہے کہ جو عذاب نازل ہو سکتا تھا وہ آپ کو دکھا بھی
دیا گیا، اور عذاب نازل نہ ہونے کے باوجود اُس پر آپ کا رونا، آپ کی شانِ
عبدیت ہے، کہ بلند مرتبہ، نبی، عذاب الہی کو ملاحظہ فرما کر رو، رہے ہیں، اُس پر
نیز یہ تعلیم ہے، مقربین بارگاہِ الہی کے لیے کہ جب کائنات کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم
عذاب الہی دیکھ کر رو رہے ہیں، تو تمہاری عبدیت کا تقاضا، اور قرب الہی کی بقا کا
ذریعہ بھی ہے، کہ تم عذاب نہ دیکھو تب بھی روتے رہو، ڈرتے رہو، اور توبہ
و استغفار کرتے رہو۔

(۱) تفسیر روح البیان، ابن کثیر،

اختتام

ان چند امور کی وضاحت کے بعد ہمارا یہ مقالہ اختتام پذیر ہوتا ہے، ہمیں یقین ہے کہ ہمارے قارئین نے نہایت دلچسپی اور عقیدت سے اس تحریر کا مطالعہ کیا ہے، جس سے خاصی معلومات بھی ہوئیں اور کئی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوا۔

ہم دعا گو ہیں، کہ اللہ رب العزت، بل جلالہ و عظم نوالہ، شہداء و شکر کا بدر ان کے ہمارے اور کائنات کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ہمارا یہ نذرانہ عقیدت و محبت قبول فرمائے، نیز ہمیں، ہمارے معاونین اور قارئین کو دنیا و آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ
عَلَى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ۝

”شکر“

”یوم الفرقان“ کی تالیف، طباعت و اشاعت میں تعاون کرنے والے جملہ اجاب و مخلصین اور اس کے مطالعہ میں وقت صرف کرنے والے قارئین کا، میں شکر یہ، ادا کرتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ، ان کو دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے، اور مجھ حقیر ناچیز کو خدمتِ دین کی مزید توفیق مرحمت فرمائے، کہ یہ میرے لیے توشہٴ آخرت ہے۔

آمین بجا و شفیع المذنبین

وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ
عَلَى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ ۝

فقیر سید سعادت علی القادری

اہل علم کیلئے عظیم علمی پیشکش



آیات احکام کی تفسیر و تشریح پر مشتمل عصر حاضر کے یگانہ روزگار اور معتبر عالم دین

حضرت علامہ سید سعادت علی قادری کے

قلم سے نکلا ہوا عظیم علمی شاہکار

آیات القرآن المہم

۲ جلدیں

خصوصیات

- زندگی کے تمام شعبوں اور عصر حاضر کے جملہ مسائل کا حل
- متلاشیان علم کے لئے ایک بہترین علمی ذخیرہ
- مقررین و واعظین کیلئے بیش قیمت خزانہ
- ہر گھر کی ضرورت اور ہر فرد کیلئے یکساں مفید

آج ہی طلب
فرمائیں

ضیاء الفکر پبلشرز
آران پبلی کیشنز

لاہور - کراچی • پاکستان

278